لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

خاتم النبیین

یعنی

سوانح عمری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مرتبہ و مؤلفہ

منشی نذیر احمد سیماب قریشی بہالوی (گورداسپور)

حال مقیم لاہور

جسے

شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

نے باخذ حقوق مدامی

باہتمام ملک چراغدین مالک کیلکشن پرنٹنگ الیکٹرک پریس لاہور

قیمت فی جلد　　دفعہ اول　　تعداد جلد ۱۰۰۰

سیف اللہ

یعنی

سوانح عمری حضرت خالد بن ولیدؓ

(مصنفہ منشی نذیر احمد صاحب "سیماب" قریشی)

آپ جان سکتے ہیں کہ جس شخص کو سیف اللہ (خدا کی تلوار) کا خطاب بارگاہ رسالت سے عطا ہو۔ اس کی حیرت انگیز کارگذاریوں اور معجزنما کارناموں کی کیا کچھ کیفیت ہوگی۔ جس طرح خدا کا ہاتھ ساری دنیا سے زبردست ہے۔ اسی طرح سیف اللہ یعنی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی شجاعانہ کارروائیاں دنیا کے تمام نامور سپہ سالاروں سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ چند سیکڑوں کی مٹھی بھر جمعیت کے ساتھ عالم غربت میں لاکھوں کی تعداد باساز و سامان افواج کو ناک چنے چبوا دینا حضرت خالد رضی اللہ عنہ ہی کا کام تھا۔ اگر آپ فتوحات شام و عراق کے معتبر حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ تو شام و عراق کے فاتح حضرت خالد بن ولیدؓ کی سوانح عمری موسومہ سیف اللہ منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔

ملنے کا پتہ
شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب بازار کشمیری لاہور

بسم اللہ | ھوالکل | یا معین

دیباچہ کتاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ہزار ہزار شکر اُس پروردگار کا ہے۔ جس نے محض کن کے کہنے سے کائنات کو پیدا کر کے انسان ضعیف البیان کو شرف خلافت بخشا۔ اور ہر زمانہ میں حسب حالات بنی آدم کی رہنمائی کے لئے پیغمبر معبوث فرمائے تاکہ گمراہی سے بچیں۔ اور راہ راست پر چل کر اپنے پیدا کنندہ کی خوشنودی حاصل کر کے نجات ابدی کے سزاوار بنیں۔ اور بالآخر زمانہ آخری میں اپنے محبوب ترین بندے سرور کائنات مفخر موجودات احمد مجتبےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کا خطاب اور الیوم اکملت لکم دینکم کے مصداق اسلام جیسی نعمت عطا کر کے ہم عاجزوں کی رہبری کے لئے بھیجا۔

اما بعد خاکپائے بزرگان دین و عالمان شرع مبین احقر الحقیر پر تقصیر بندہ رب الارباب نذیر احمد سیماب عرض گذار ہے کہ اپریل ۱۹۱۸ء میں نیازمند کو بعہدۂ سفارت سادات و قریش سوشل کانفرنس امرتسر کیطرف سے علاقہ پنجاب میں دورہ کرنے کا اتفاق ہؤا۔ ایام دورہ میں ہر درجہ اور ہر فرقہ کے مسلمانوں سے عموماً اور سادات و قریش سے خصوصاً ملنے اور تبادلہ خیالات کا ایک اچھا موقع ملا۔ اور مسلمانوں کی تباہ حالت۔ گمراہی و ضلالت احکام

اسلام سے لاپرواہی کے نتائج کا پورا پورا فوٹو بچشم خود دیکھا اور کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔
اور بے ساختہ زبان سے نکلا۔ ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے ۔ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مثال کے طور پر یہاں صرف دو واقعات لکھتا ہوں:-

(۱) چشتیاں شریف علاقہ ریاست بہاولپور جہاں خواجہ نور محمدؒ صاحب قبلہ عالم کا مزار مبارک مرجع ہر خاص و عام ہے۔ دو تین دن رہنے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کی کل مسلم آبادی ہے اور قریشی چشتی کہلاتے ہیں۔ فرداً فرداً کئی آدمیوں سے دریافت کیا کہ تم کس کی اُمت ہو۔ تو بڑی سوچ کے بعد ایک عجیب لہجہ میں اُن سب کا عموماً یہی جواب تھا کہ "بڑی بھلے دا نکو جہاناں اسے ہُن وسر گیا" خاکم بدہن نعوذ باللہ من ذالک یہ وہی الفاظ ہیں جو اُنہی کی زبان سے جا بجا نکلے۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ جو شخص اس کے نام سے ہی ناواقف ہے جس کا کلمہ پڑھتا ہے تو اُس کی تعلیم سے کہاں تک واقفیت رکھتا ہوگا۔

(۲) علاقہ ضلع جھنگ پنجاب جہاں خاکسار کو بباعث ملازمت کئی قریباً چھ سال تک رہنا پڑا۔ جمیع مسلمانوں کی حالت زار دیکھنے کا اکثر موقع ملا۔ وہاں سادات و قریش نے ایک طرح سے شریعت اسلام پر عمل کرنے سے توبہ کر کے رسم و رواج کو برقرار رکھنے کا عزم بالجزم کر لیا ہوا ہے۔ اور انہوں نے سرکاری رجسٹروں میں اپنی رسومات کو درج کرا دیا ہے۔ اور ساتھ مثالیں بھی ہیں۔ منجملہ دیگر رسومات کے ایک رسم یہ بھی ہے کہ بیوہ کا نکاح ثانی نہیں کیا جاتا۔ اور کہ بعض لڑکیوں کو بٹھلے[1] بٹھا دیا جاتا ہے۔ مزید غضب کی یہ بات ہے کہ اگر کسی لڑکی کی منگنی کسی کے ہاں ہو جائے اور بتقدیر سے لڑکا قبل از نکاح فوت ہو جائے تو پھر اس بیچاری لڑکی کا نکاح نہیں کیا جاتا۔ جن کی دیکھا دیکھی دوسری قومیں بھی ایسا ہی کر رہی ہیں

[1] بٹھا دینے سے یہ مراد ہے کہ اس لڑکی کا نکاح کیا ہی نہیں جاتا اور یہ عمل اس لڑکی کی اپنی مرضی پر منحصر ہوتا ہے۔ بعض بدبخت جہاں تک لڑکی کی مرضی کو بھی نہیں دیکھتے اور اس کے متعلق اپنے نقصان کا اندازہ لگا کر مشکل کر دیتے ہیں۔ یہ سبب بیان کیا جاتا ہے یہ ہوتی ہے کہ لڑکیوں کو ترکہ میں سے حصہ نہیں دیا جاتا۔

اور بعض نے تو سچ مچ ان رسومات کو اپنی خاندانی رسومات کے سلسلہ میں درج رجسٹر کرا دیا ہے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

مسجدوں کی بربادی کے نظاروں اور اسلام سے روگردانی کر کے اشغال دنیا میں منہمک رہنے کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ بعض جگہوں پر مسجدوں میں علانیہ بھنگ اور شراب نوشی کرتے دیکھا۔ اور وہ بھی ایسے لوگ جو اپنے آپ کو سید کہلاتے ہیں۔ بڑی بڑی جائدادوں کے مالک اور بزرگوں کی مزاروں کے متولی ہیں۔ شاہ صادق نہنگ واقعہ ضلع جھنگ کے گدی نشینوں میں بدقسمتی سے یہ بڑی رسم رائج ہے کہ جو شخص گدی نشین ہو وہ شادی نہیں کرتا۔ اور رنڈیاں جتنی دل چاہے رکھ لے۔ ایسی ایسی سیکڑوں بدرسومات اور جہالت کے نظارے دیکھنے میں آئے جن کی نہ زبان کو طاقت اور نہ قلم کو جراءت کہ کچھ لکھ سکے۔ مسلمان تو مسلمان اغیار کا بھی ہر وہ ذی فہم آدمی جس کو خدا نے ذرہ بھر بھی عقل جیسی نعمت عطا کی ہو۔ اگر قرون اولی اور زمانہ حال کے مسلمانوں کی تاریخ کو معہ ہر دو زمانہ کے حالات و اسباب کے پیش نظر رکھ کر غور کریگا تو لامحالہ اسکی زبان سے بھی نکلیگا

ایک یہ ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ[1] ؎ ایک وہ تھے جنہیں تصویر بنا آتی تھی

وہ کون شخص ہے۔ جو سلف صالحین کی شان و شوکت۔ جاہ و حشمت۔ عزت و رفعت مال و دولت اور سلطنت و حکومت کو نہیں جانتا۔ وہ کونسا مسلمان ہے۔ جو سلف صالحین پر فخر نہیں کرتا۔ لیکن افسوس اور ہزار افسوس کہ اپنی حالت سلف صالحین کی حالت کے ہر بات اور ہر معاملہ میں بالکل اُلٹ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مسلمان آج کل ہدف مصائب بنے ہوئے ہیں۔ سلف صالحین کی جاہ حشمت تھی۔ تو اسلام سے۔ سلطنت و حکومت تھی تو اسلام سے۔ مال و دولت ان کے گھر کی ادنٰے باندی تھی۔ تو اسلام کی بدولت۔ عزت و رفعت ان کی لونڈی تھی تو اسلام کی طفیل۔ ورنہ آنجا ایکہ جو ذرائع ترقی ہمیں مہیا ہیں۔ ان کو مہیا نہیں تھے

---

(۱) چونکہ اغیار کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے اس شعر کو ان الفاظ میں بدل دیا گیا ہے۔ دراصل یہ شعر اس طرح پر ہے ؎ ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ ؎ ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے۔

وہ کسی سے ناراض ہوتے تھے تو اسلام کی خاطر جنگ تھا تو اسلام کی بدولت۔
الغرض وہ اسلام کا مکمل نمونہ تھے۔ اور خدا ان کے ساتھ تھا۔ اسی واسطے ہر میدان
میں۔ ہر معاملہ میں۔ ہر بات میں وہ مظفر و منصور تھے۔ شادان و شادکام تھے۔ ہم پر
اگر مصائب کا نزول ہے تو اسلام سے روگردانی کے باعث۔ اگر ہم مفلس و قلاش
ہیں تو اسلام سے پہلو تہی کرنیکی بدولت۔ اگر ہم اپنی شان و شوکت عزت و وقار
کو کھو بیٹھے تو احکام اسلام کو بھلا دینے کی خاطر۔ اگر خدا ہمارے ساتھ نہیں۔ تو
اسکی یہی وجہ ہے کہ ہم خدا کے مذہب یعنی اسلام کو چھوڑ بیٹھے۔ ہم نے اسلام کو
بھلا دیا۔ خدا نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ہم ہر میدان میں۔ ہر معاملہ میں۔ ہر کام میں
غرض ہر جگہ ناکام و ناشاد۔

معزز ناظرین۔ یہ حالات اور واقعات ہیں جنھوں نے مجھے اس کتاب کے لکھنے
پر آمادہ کیا۔ اس کتاب کا نام خاکسار نے "خاتم النبیین" رکھا ہے۔ عام اور سادہ
الفاظ میں سرور کائنات مفخر موجودات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک
زندگی کے حالات بعد تحقیق نہایت احتیاط سے ایک خاص ترتیب کے ساتھ انتخاب کر کے
جمع کئے گئے ہیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے۔ ہر واقعہ کا حوالہ قرآن مجید سے معہ ترجمہ
دیا گیا ہے۔ اور خصوصیت سے اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب دیہاتیوں
کے لئے بغایت مفید ہو سکے۔

اب آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب ایک محدود وقت میں تالیف
کیگئی ہے۔ اور نہ ہی مجھے عالم و فاضل ہونیکا دعویٰ ہے۔ لہذا ارباب بصیرت کیخدمت میں
التماس ہے کہ وہ جو کمی اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ اُس سے فوراً مطلع کریں۔ تاکہ
آئندہ اڈیشن میں شکریہ کیساتھ اصلاح کی جا سکے۔ امید ہے کہ عامۃ الناس میری اس
تالیف سے فائدہ اُٹھا کر دعائے خیر سے یاد کرینگے۔ اور خداوند کریم میری اس سعی کو
قبول فرمائے گا۔

خاکسار نذیر احمد سیماب قریشی نظامی۔ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاتم النبیین

باب اوّل

کیا شان احمدی کا چمن[1] میں ظہور ہے　　ہر گُل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

اوّل ما خلق اللہ تعالیٰ نوری　　(حدیث شریف)

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔ اگرچہ اس حدیث کے درست ہونے میں کوئی شک و شبہ کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن نور کے پیدا ہونے اور اسی نور سے جملہ کائنات کو خلق کرنے کے جو واقعات ہیں۔ اُن میں فروعی اختلاف ہے۔ کسی نے کسی طرح بیان کیا ہے، اور کسی بزرگ نے کسی طرح۔ چنانچہ اس اختلاف سے قطع نظر کر کے یہاں صرف دو روایات لکھی جاتی ہیں۔

جس وقت خداوند جل و علا خالق ارض و سما نے حضرت آدم علیہ السلام کو کامل و اکمل کر کے مسجود ملائکہ کیا۔ اس وقت سے لکھوکھا سال پیشتر جبکہ ابھی سوائے قدرت ربانی کے جملہ کائنات میں سے کوئی چیز بھی عالم ہستی میں نہ تھی۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے نور کامل السرور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیدا کر کے مغز موجودات کیا اور ایک مدت مدید و عرصہ بعید تک وہ نور مالک کون و مکان خدائے دو جہان کو اس تسبیح سے یاد کرتا رہا۔ سبحان العلیم الذی لا یجہل سبحان العلیم الذی لا یجہل سبحان الجواد الذی لا یبخل

---

[1] شاعر نے صرف چمن میں ہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے۔ مگر حقیقت شناس نگاہیں اس نور پاک کو کائنات کی ہر شے میں دیکھتی ہیں، کیونکہ یہ مسلّمہ ہے کہ تمام کائنات نور محمدی سے ہی خلق ہوئی ہے۔

بعد ازیں خداوند جل و علا صانع یکتا نے اس نور سے ایک ٹکڑا علیحدہ کرکے ایک جوہر پیدا کیا۔ اس جوہر نے جب نور آنحضرت رسالتمآب سے خداوند تعالےٰ کا نام اعلےٰ سُنا۔ تو ہیبت سے پانی پانی ہوگیا۔ اور کسی جگہ پر قرار نہ پکڑتا تھا۔ اس کے بعد جب کچھ مدت اس حال میں منقضی ہوئی تو دست قدرت نے اُس پانی کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ کسی حصے سے عرش کو پیدا کیا۔ کسی سے قلم کو۔ کسی سے لوح محفوظ۔ کسی سے آفتاب و مہتاب۔ ستارے اور سیّارے۔ کسی سے بہشت۔ کسی سے دوزخ۔ کسی سے دن اور رات۔ کسی سے ملائکہ کو کتم عدم سے معرض ہستی میں تبدیل کیا۔ اور کسی سے جملہ ارض و سما بنائے۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا۔ تو خطاب رب الارباب یوں ہوا۔ کہ اے قلم لکھ قلم نے عرض کی اے میرے خالق کیا لکھوں۔ حکم ہوا "علمی فی خلقی وما ھو کائن الی یوم القیمۃ" قلم نے کہا کہ ابتدا کس طرح کروں۔ حکم ہوا کہ لکھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جب قلم نے لکھنا شروع کیا تو ابھی "بسم اللہ" کا لفظ ہی تحریر کیا تھا کہ ہیبت خدا سے قلم شق ہوگئی۔ اور عرصہ بعید تک لوح پر پڑی رہی۔ پھر حکم ہوا تو قلم نے الرحمٰن ہی لکھا تھا کہ پھر شکستہ ہوگئی۔ اور جناب الٰہی میں عرصہ تک گریہ وزاری کرتی رہی پھر حکم ہوا اور دست قدرت سے قلم میں قط لگا۔ تو قلم نے الرحیم لکھا اور حسب معمول شق ہوگئی۔ راویان رنگین بیان نے روایت کی ہے کہ صرف نو لاکھ سال بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی کتابت میں صرف ہوئے۔ جب بسم اللہ لکھی گئی تو خداوند تعالیٰ نے اپنی بزرگی وجلال کی قسم کھائی۔ کہ اُمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم میں جو فرد بشر ایک دفعہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیگا۔ سات سو سال کی عبادت کا ثواب اُس کے عمل نامے میں لکھا جائیگا۔ پھر حکم ہوا کہ لکھ امت آدم علیہ السلام میں سے جو شخص حضرت آدم کی تابعداری کریگا۔ اور اس کے حکموں کو خدا کے احکام تسلیم کرکے اُن پر عمل کریگا۔ خدا اس کو بہشت میں داخل کریگا۔ اور جو شخص نافرمانبرداری کریگا۔ اس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ چنانچہ قلم نے ایسا ہی لکھا۔ اور اسی طرح حضرت شیث۔ حضرت نوح۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ حضرت

داؤد وغیرہ وغیرہ۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کی بابت یہی لکھا۔ اور جب ہمارے آقائے نامدار احمدِ المجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی باری آئی۔ اور ان الفاظ پر پہنچی کہ امت محمدیہ میں سے جو شخص نافرمانبرداری کریگا۔ اس کے آگے وہی الفاظ جو دوسری امتوں کے بارے میں بخشے لکھے جاتے لگے۔ تو اچانک حکم آلٰہی پہنچا کہ "تادّب یا قلم" یہ سُنتے ہی قلم سجدے میں پڑگئی اور اپنی جرأت کی معافی مانگی۔ بعد ازاں حکم ہوا کہ لکھ۔ اُمت محمدیہ میں سے جو شخص اللہ و رسول کی نافرمانبرداری کریگا اللہ اُن کے گناہوں کو بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔

امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بحر العلوم میں اس طرح فرماتے ہیں کہ جب نور وافر السرور آنسرور۔ ساقی حوض کوثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مخلوق ہوا۔ تو بعد میں خداوند کریم۔ غفور الرحیم نے اس نور کو اپنی مرضی سے مختلف بارہ پردوں میں مختلف مدت تک مختلف تسابیح میں شاغل رکھا۔

جب ان بارہ پردوں سے نور وافر السرور گذر گیا۔ تو پھر بارہ دریاؤں میں مثلاً (۱) دریائے اطاعت میں یا خالق یا خالق سے غوطہ زن رکھا۔ اور یاد خدا کرتا رہا۔ (۲) دریائے محبت میں حی حی (۳) دریائے قناعت میں سبحان سبحان (۴) دریائے حلم میں احد احد (۵) دریائے یقین میں واحد واحد (۶) دریائے انابت میں یا فرد یا فرد (۷) دریائے سخاوت میں یا علی یا علی (۸) دریائے صبر میں یا عظیم یا عظیم (۹) دریائے شکر میں یا رؤف یا رؤف (۱۰) دریائے نصیحت میں یا سبوح یا سبوح (۱۱) دریائے رحمت میں یا قدوس یا قدوس (۱۲) دریائے شفاعت میں یا غفور یا غفور۔ جب ان دریاؤں سے فارغ ہوا۔ تو سات سو مقام پیدا کئے مقام توحید۔ معرفت۔ ایمان۔ اسلام۔ خوف۔ رجا۔ شکر۔ صبر۔ خشوع خضوع .... آخری مقام محبت پیدا کیا۔ نور کامل السرور ہر ایک مقام میں ہزار سال تک تسبیح کرتا رہا۔ جب ان مقاموں سے گذرا تو حکم کردگار۔ نور سردار نامدار

کو پہنچا۔ کہا اے میرے محبوب کے نور میں کون ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے جواب دیا کہ تو میرا پیدا کرنے والا۔ تو مجھے پالنے والا۔ تو مجھ زندہ کرنے والا تو مجھے مارنیوالا میرا رب ہے۔ پھر آواز قدرت پہنچی کہ ٹھیک پہچانا۔ جس طرح مجھے پہچانا ہے اسی طرح عبادت کر۔ چنانچہ نور کامل السرور نے فوراً یدی اللہ کے مقام پر قیام کیا کچھ عرصہ بعد ایک نور کا قطرہ آکر گرا۔ آپ کے نور کامل السرور نے شکرانہ میں سجدہ ادا کیا۔ علیٰ ہذالقیاس پانچ قطرے گرے اور پانچوں سجدے کئے۔ (اور پانچوں نمازیں فرض ہوئیں) پھر دوگانہ ادا کیا۔ ہزار سال قیام۔ ہزار سال رکوع۔ ہزار سال قومہ۔ ہزار سال سجدہ۔ پھر ہزار سال جلسہ۔ ہزار سال سجدہ۔ اور پھر دوسری رکعت اسی طرح بعد سجدہ کے ہزار سال التحیات۔ اور ہزار سال بعد میں خاموشی۔ اور ہزار ہزار سال دائیں بائیں طرف سلام میں۔ صرف کئے۔ اس کے بعد خطاب آیا۔ کہ اچھی عبادت بجا لائے ہو۔ مانگو کیا خلعت مانگتے ہو۔ نور وافر السرور نے عرض کی یا اللہ مجھے مقتدائے قوم کریگا۔ بلحاظ بشریت کے صاف ظاہر ہے کہ مختلف قسم کے گناہ اور جرائم سرزد ہوں گے۔ میں اب خلعت بخشش مانگتا ہوں۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے جواب دیا۔ کہا اے نور حبیب اچھی چیز طلب کی ہے۔ تمہاری مرادیں نے پوری کیں

بعد ازاں نور کامل السرور سے دس قطرے علیحدہ ہوئے۔ اور ان قطروں سے باقی تمام مخلوقات کسی سے کچھ کسی سے کچھ بنایا۔ پھر نور محمدی کو عرش پر پہنچایا اور ایک مدت تک عرش پر تسبیح و تہلیل میں چمکتا رہا۔ پھر باری باری سے لوح۔ قلم۔ اور کرسی وغیرہ وغیرہ پر ایک عرصہ کے واسطے چمکتا رہا۔ پھر ایک بہت بڑی مدت کے بعد جبرائیل و عزرائیل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو حکم ہوا۔ کہ جاؤ۔ اور اس جگہ سے جہاں اب آپ کا روضہ مبارک ہے۔ مٹی لاؤ۔ تاکہ وجود باجود صاحب لولاک وشہسوار انا ارسلنٰک وخزانچی انا اعطینٰک کا بنایا جاوے۔ جب ملائکہ نے زمین کو خداوند ذوالجلال والاکرام۔ عمیم الاحسان کا حکم پہنچایا۔ تو زمین نے فرط شوق سے جوش کیا۔ اور سفید کافوری رنگت ہوگئی۔ جبرائیل علیہ السلام نے مٹی اٹھائی رسالت

بعد ازاں حکم ہوا کہ اے جبرائیل علیہ السلام بہشت میں جا۔ اور مشک۔ کافور۔ زعفران
سنبل۔ ریاحین۔ سلسبیل اور شراب تسنیم کو اس مٹی میں گوندھ۔ جبرائیل علیہ السلام نے
حکمت پوچھی۔ تو حکم ہوا کہ کافور سے استخوان مبارک۔ مشک سے خون۔ سنبل سے
بال مبارک۔ وغیرہ بنا کر شفیع جمیع خلایق بناؤں گا چنانچہ مولوی جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

نظم

سرش پیدا ز برکات جنان است — کہ آں سر نہاں بنگر عیان است
فدائے یک سر موئش دو عالم — کہ در ہر دو جہاں شد او مکرم۔
نبات جنت است آں موئے مشکیں — ازاں رو عطر پرور شد ریاحین۔
دو چشمش گشت پیدا از حیا ہیں — حیا کردہ بآں چشمانش تحسیں۔
حیا در دہر زآں چشماں شد آغاز — حیا گشتہ ازاں چشمانش آغاز۔
ز زعفران گوشہائش گشت پیدا — درو پُر کردہ از دریائے معنا۔
ز عنبر بینیٔ او کرد بہشت است — کہ بینی مر ورا عنبر سرشت است
ز تسبیح آں لباں گردید پیدا — خجل گشتہ ازاں لب ہا مسیحا
روئیش بشنو کہ از نور تجلی ست — ازاں رو جان و دل ہا را تسلی ست
زبان او چو از ذکر است بستگر — ازاں شیریں شدہ چوں شہد و شکر
کہ ردہ ہاش از صبر آفریدہ — ید بیضا صابر سے ہر کو کہ دیدہ
ہمیشہ صبر بودہ پیشۂ او۔ — غم امت بود اندیشۂ او۔
دو دستش از سخاوت آفریدہ — سخاوت دست زیباں کس ندیدہ
ز کافور بہشت است استخوانش — ز نور حق بود مغز و دانش
قدم ہائش شدہ خلق از عبادت — قدم ننہادہ یکدم بے عبادت

جب وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گیا۔ تو حکم ہوا کہ اس کو
تمام کائنات میں پھراؤ۔ اور منادی کرو۔

ہذا حبیبنا حبیب رب العلمین و شفیع المذنبین و مشہور فی الاولین و مذکور فی الآخرین

جبرائیل علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ اور بعد ازاں ساق عرش پر رکھا۔
اللہ تعالیٰ نے جب موقع مقررہ پر۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (ترجمہ میں پیدا کرنیوالا ہوں
زمین میں نائب) کا خطاب کیا۔ اور فرشتوں نے عرض کی اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ
یَسْفِکُ الدِّمَآءَ (ترجمہ۔ کیا تو ایسے شخص کو نائب بنائے گا جو زمین میں فساد کرے اور
خون بہاوے) اور خدا نے جواب میں ارشاد اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (ترجمہ۔ میں جانتا
ہوں تم نہیں جانتے) فرمانے کے بعد۔ جسد حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا۔ تو روح کو
حکم دیا۔ ادخلی فی ھذا الجسد الذی خلقتہ (ترجمہ۔ داخل ہو اس بدن میں جو کہ
بنایا ہے) تو روح نے عرض کی کہ یا الٰہی مجھے اس اندھیری کوٹھری میں داخل ہوتے
خوف آتا ہے۔ مگر پھر بھی حکم ہوا۔ روح کئی دفعہ جسد حضرت آدم علیہ السلام میں داخل
ہوتا رہا۔ مگر گھبرا کر نکل آتا رہا۔ اور بار بار وہی عرض کرتا رہا پھر خداوند کریم نے نور خواجہ
عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جسد آدم علیہ السلام میں داخل کر کے روح کو جسد میں
داخل ہونے کا حکم دیا۔ اور روح نے جب نور خواجہ عالم فخر بنی آدم صلے اللہ علیہ و آلہ
وسلم کو آدم علیہ السلام کے کالبد میں دیکھا۔ اور روشنی معلوم کی۔ تو خوشی خوشی داخل
ہو گیا۔ پھر آپ کا نور پشت در پشت عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا ﴿

نسب نامہ آنحضرت صلعم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم بن عبد مناف
بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر ملقب بہ قریش۔
بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن ندر بن نذار بن معد بن عدنان بن ادّ بن
ادو بن جبیع بن بنت بن حمل۔ بن قیذر بن حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بن حضرت
ابراہیم علیہ السلام بن تارخ ملقب آذر بن ناخور۔ بن ارغو بن اشرم بن اشروع۔ بن
نافع بن نالغ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام بن متوشلخ بن اخنوخ۔ بن

بردبن مہلائیل بن قینان بن شیث علیہ السلام بن آدم علیہ السلام علیہم اجمعین
آپ کے دادا عبدالمطلب کے جو کہ وراثت سے حاکم مکہ تھا۔ دس لڑکے تھے
حارث ابولہب۔ حجل مقوم ضرار۔ زبیر۔ ابو طالب۔ عبداللہ۔ حمزہ۔ عباس۔ ان
سب میں سے عبدالمطلب عبداللہ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت اور شفقت
کرتا تھا۔ کیونکہ عبداللہ کی پیشانی نور کامل السرور احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے منور تھی۔ اور ہر وقت اس ماہ تاباں و مہر درخشاں کی دلجوئی اور دلداری میں
رہتا تھا۔ عبداللہ فصاحت و بلاغت اور ملاحت میں بھی طفیل نور نبوی فرد تھا۔
عبداللہ اور ابو طالب ماں باپ دونوں کی طرف سے حقیقی تھے۔ اور باقی آٹھوں
ماں کی طرف سے حقیقی نہ تھے۔ حمزہ اور عباس رضی دولت اسلام سے مشرف
ہو کر دار القرار کی طرف گئے۔ ابو طالب بھی آخر عمر میں مسلمان ہو گیا تھا۔ واللہ اعلم
جب آفتاب نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالمطلب سے فاطمہ بنت
عمرو بن عامر بن عمران کی طرف انتقال کیا اور بعد از ایام حمل نو ماہ کے عبداللہ
تولد ہوا تو اہل کتاب کے عالموں نے اسی روز ایک دوسرے کو اطلاع دی۔ کہ
پدر پیغمبر آخر الزمان آج تولد ہو گیا ہے۔ اور اسی دن سے نصرانی اور یہودی عبداللہ
کے قتل و غارت کرنے کی بے سود کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ مگر ع

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

حافظ حقیقی نے جملہ اشرار مکار سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھا۔ عبداللہ اپنے باپ کو
ہر روز نئی سے نئی باتیں سناتا تھا۔ اور دل میں بہت ڈرتا تھا۔ چنانچہ ایک دن
عبدالمطلب سے بیان کیا کہ اے باپ میں دیکھتا ہوں کہ ایک قسم کا نور میری پشت سے
خارج ہوتا ہے۔ اور دو حصوں میں منقسم ہو کر ایک مشرق کی جانب دوسرا مغرب
کی طرف رخ کرتا ہے۔ اور پھر آناً فاناً میں میرے سر پر گول چکر لگاتا ہے بعد ازاں
میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اور وہ نور آسمان کی طرف
چلا جاتا ہے۔ اور پھر آناً فاناً میں میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے جب کبھی زمین پر

بیٹھتا ہوں۔ تو زمین کہتی ہے کہ اے عبداللہ السلام علیک کہ نور کوکبہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھ میں ہے۔ جب کبھی کسی خشک درخت کے نیچے بیٹھتا ہوں۔ تو فوراً سرسبز ہو جاتا ہے۔ جب اُٹھ کر چلا آتا ہوں تو پھر خشک ہو جاتا ہے۔

عبدالمطلب خوشحال اور فرخندہ فال ہو کر عبداللہ کی بلائیں لیتا۔ اور کہتا کہ اے بیٹا مبارک ہو کہ نور پیغمبر آخرالزمان کا تجھ میں موجود ہے۔ کیونکہ عبدالمطلب کو بہت سی بشارتوں کے ذریعے جن کا حال اپنی مناسب جگہ پر آئیگا۔ معلوم تھا۔ اور وہ ساری نشانیاں عبداللہ میں دیکھ دیکھ کر بلائیں لیتا تھا۔

جب عبداللہ اپنے سن بلوغ کو پہنچا تو حسن صورت اور صفائی سیرت میں اطراف وجوانب میں سب سے ممتاز تھا۔ بڑے بڑے امیر عبدالمطلب سے عبداللہ کی دامادی کی خواہش کرتے تھے۔ مگر عبدالمطلب یونہی سستی میں ٹال دیتا رہا۔ یہاں تک کہ عبداللہ کی عمر پچیس سال کی ہوگئی۔ اور ہمہ صفت سے موصوف ہوا۔ چنانچہ طفیل نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال حسب جمال نسب لطف گفتار حسن کردار اور فصاحت و بلاغت میں جملہ قریش کا سردار ہوا۔ اور خوبی و ملاحت میں اپنے وقت کا یوسف ہوگیا شعاع آفتاب احمدیؐ و کرن مہتاب نور محمدیؐ اس کے سرافراز چہرے پر پڑتی تھی ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارۂ بلندی

چنانچہ زنان صاحب جمال اس کے راستے پر آ کر اپنی طرف رغبت دلاتی تھیں مگر اس وقت بہ طفیل نور محمدی ملائکہ مختلف مہیب شکلوں میں عبداللہ کے سامنے آ کر اس کے دل میں خوف ڈالتے۔ اور عورتیں مایوس و نامراد واپس چلی جاتیں۔ جنیاں بھی اپنا اشتیاق ظاہر کرتی تھیں۔ مگر حافظ حقیقی تمام گناہوں سے بچائے رکھتا۔ اگر عبداللہ کسی وقت بت کی طرف رجوع کرتا تو بت پکار اٹھتے اے عبداللہ خبردار ہمارے سامنے نہ ٹھیرنا۔ نہ جھکنا۔ کیونکہ تجھ میں وہ نور موجود ہے جو کہ ظاہر ہو کر بتوں اور بت پرستوں کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹا دے گا

اور حقیقی روشنی میں خلقت کو چاہ ضلالت سے نکال کر کھڑا کر دیگا۔ عبد اللہ یہ آوازیں سُن کر ہٹ جاتا تا۔ اسی طرح سے جس جس شخص کی پشت میں نور محمدی ؐ آتا رہا۔ اُس نے کبھی بھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی بدکاری کی۔ ہاں بعد از منتقل ہونے نور کے کی ہو۔ تو کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ اور جس طرح زنانِ صاحب جمال عبد اللہ کا فروغ حسُن دیکھ کر جان دینی تھیں۔ اُسی طرح ان اشخاص پر جان دینی تھیں۔ جن کی پشت میں نوُر منتقل ہوتا رہا ہے۔ چنانچہ اس قدر فریفتہ اور شیفتہ ہو جاتی تھیں۔ کہ اپنے دیگر بھائی بہنوں خویش و اقارب سے مُونھ موڑ لیتی تھیں۔ اور فراق محبُوب خوش اسلوب میں رو رو کر گاتی تھیں ؎

غنیمت ہے کہ ہم تم ایک بستی بیچ بستے ہیں
غضب یہ ہے کہ تیرے دیکھنے کو ہم ترستے ہیں
ہمیں تو رات دن صاحب تمہارا خیال رہتا ہے
تُمہیں یا ہم کبھی اے مہ دیرو ریا و ہنستے ہیں

لیکن تائید ربانی سے پاک رہتے تھے۔ اور یہی حال عبد اللہ کا تھا

چہ کند دشمن چو مہربان باشد دوست

ابھی آپ کے تولد ہونے میں کچھ مُدت باقی تھی۔ کہ شام کے ستر یہودی تیغ خون آشام نیام میں رکھ کر بد انجام کام کے واسطے یعنی عبد اللہ کے قتل کرنے کے واسطے حوالی مکہ میں آ چھپے۔ تا کہ عبد اللہ کو قید حیات سے مخلصی دلائیں۔ کچھ عرصہ تک مکہ معظمہ کے جنگلوں میں آوارہ بسر اوقات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک دن عبد اللہ اکیلا شکار کی طرف گیا۔ وہ اشرار بدکردار تو اسی تاک میں تھے۔ شکار کو اکیلا دیکھ کر یک لخت حملہ کر دیا۔ اُسی دن اتفاق سے وہب بن عبد مناف[1] بھی اُسی طرف شکار کو گیا ہوا تھا۔ اُس نے دُور سے یہ منظر دیکھا۔ اور عبد اللہ کی امداد کے واسطے دوڑا۔ مگر دشمنوں کی کثرت دیکھ کر سوچتا جاتا تھا کہ میں اتنے دشمنوں سے کس طرح عہدہ برا ہو سکونگا۔ یہی خیال کرتا ہوا وہ مدد کے لئے دوڑتا جا رہا تھا کیا دیکھتا ہے کہ چند آدمی مسلح غیب سے نمودار ہوئے اور عبد اللہ کی امداد پر لڑنے لگے۔

---

[1] یہ عبد مناف وہ عبد مناف نہیں۔ جو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شجرہ میں ہے۔
[2] جہاں تک تحقیق ہے لعبتیں بھی موجود رہے۔

اور آناً فاناً میں دشمنوں کا ستیاناس کر دیا۔ آخر کار عبد اللہ اور وہب دونوں شہر کی طرف چلے۔ وہب دل میں خیال کرتا جاتا تھا کہ کیا اچھا ہو۔ اگر عبد المطلب عبد اللہ کو میری دامادی میں دیدے۔ اور میں اپنی لڑکی آمنہ کا نکاح اس سے کر دوں۔ اسی اثنا میں وہ گھر پہنچا۔ اور آتے ہی اپنی عورت کو عبد المطلب کے پاس بھیجا۔ اور آپ خوشخبری سننے کا منتظر رہا۔ اسی اثنا میں اُس کی عورت خوشخبری لیکر آگئی۔ اور سعد وقت مقرر کر کے عبد المطلب کو کہلا بھیجا۔

آخر کار وہ سعید وقت بھی آپہنچا کہ نور کامل السرور حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ سے آمنہ بی بی کی طرف منتقل ہو۔ مگر اس سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ بی بی آمنہ کا بھی نسب نامہ لکھ دیا جاوے۔

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ گویا آمنہ کا نسب نامہ آپ کے نسب نامہ سے کلاب بن مرہ سے ملتا ہے۔ حاصل کلام نکاح آمنہ و عبد اللہ ہو گیا۔ (اس جگہ اور بھی بہت سی روایتیں ہیں۔ مگر قلت وقت سے مجبوری ہے) اسی رات میں ہی بی بی آمنہ دولتِ نور محمدؐ ہی سے سرافراز ہو گئی۔ ؎

ہزار تشنہ چو اسکندر است در ظلمات ہمیں یکے است خضر بر کنار آبحیات

اسی رات کو جبکہ آمنہ کا نکاح عبد اللہ سے ہوا۔ قریش کی بہت سی عورتیں آتش فراق عبد اللہ سے جانبر نہ ہو سکیں۔ اسی رات ملائکہ ہفت آسمان نے جشن عام کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کعبہ پر نزول فرمایا۔ اور جمیع اہالیان زمین کو بشارت دی۔

جب جبرائیل علیہ السلام سے یہ بشارت مردود روز ازل ابلیس اول نے سنی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ اور چالیس دن تک خاک میں غلطان و پیچان رہا۔ بعد اس کے کوہ ابوقبیس پر اپنے جملہ شیاطین کو بلایا۔ اور افسوس اور حسرت کے ساتھ جملہ حالات سے آگاہی دی۔ اور کہا کہ وہ زمانہ بالکل قریب ہے۔ کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے کوئی بتوں کی بو جا نہ کریگا۔ اور ہمارے کام میں خلل اندازی ہو گی کیونکہ

فلاں رات کو پیغمبر آخر الزمان شفیع عاصیان رحم مادر میں داخل ہو گیا ہے۔ وہی اشرف اولین و آخرین ہے۔ جو کہ براہین ساطع اور دلائل قاطع سے مبعوث ہو کر بت پرستی کو قطع کرے گا۔ اور بتوں و بت پرستوں کو سرنگوں کرے گا۔ اور جملہ نواہی سے اسکی امت پرہیز کریگی۔ بت خانے اور آتشکدے برباد ہوں گے۔ اور مساجد آباد ہونگی اس کے اُمتی اوامر کو فرض اوّلین سمجھیں گے۔

جس رات آپ رحم آمنہ میں داخل ہوئے۔ اسی رات تمام اہل کتاب نے ایک دوسرے عالم کو اس امر کی اطلاع دی۔ اور اسی رات تمام دنیا کے بت سرنگوں ہو گئے۔ اور جملہ ظالم شاہوں کی زبان بند ہو گئی۔

بی بی آمنہ سے نقل ہے کہ آخیر مدت حمل تک مجھے حمل کی کوئی خبر ہی نہ تھی نہ مجھے کوئی تکلیف یا سستی یا درد ہوئی۔ اسی حالت میں چھ ماہ گذر گئے۔ تو ایک دن میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ اس نے کہا کہ اپنے حمل کی تجھے کچھ خبر بھی ہے میں نے کہا کہ نہیں۔ اُس نے پھر کہا کہ تو حاملہ خاتم المرسلین کی ہے جب وضع حمل کا وقت بالکل قریب آیا۔ تو وہی شخص مجھے پھر نظر آیا۔ اور کہا کہ اس لڑکے کا نام محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم رکھنا

کتب ماضیہ میں مذکور تھا۔ کہ قبل از تولد خاتم المرسلین حبیب رب العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت قحط پڑیگا۔ اور امساک باراں سے لوگ سخت تکلیف میں رہینگے۔ چنانچہ اس سال جس سال کہ آپ رحم آمنہ میں داخل ہوئے خدا کے فضل سے تمام امساک باراں اور قحط دور ہوا۔ اور اہل عرب نے اس سال کا نام سنۃ الفتح رکھا۔

ابھی آپ کے تولد ہونے میں چار ماہ باقی تھے کہ عبد اللہ تجارت کی غرض سے عازم شام ہوا۔ جب واپس آنے کا ارادہ کیا۔ تو آتے ہوئے مدینہ منورہ میں آپکی والدہ کے متعلقین کے گھر پہنچا۔ مگر اسی جگہ بیمار ہوا۔ اور عالم فانی سے عالم ارواح کی طرف رخت سفر باندھ کر روانہ ہو گیا۔ جس دن آپکے والد نے وفات پائی

اس دن سے پورے تین ماہ آپ کی پیدائش میں باقی تھے۔ اسی دن تمام کائنات میں غلغلہ مچ گیا۔ کہ آج شافع روز جزا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یتیم ہو گیا۔ آج وہ حبیب خدا یتیم ہو گیا جس کی خاطر جملہ ارض سما بنایا ہے۔ مگر خداوند جل و علیٰ کی اس میں بھی حکمت تھی۔ کہ اس کا حبیب یتیم ہی رہ جائے۔ کیونکہ تندرستی کی قدر بیمار خوب جانتا ہے۔ آرام کی قدر بے آرام جانتا ہے۔ سایہ کی قدر وہ جانتا ہے جو دھوپ میں سے چل کے آیا ہو۔ درد کی قدر وہی خوب جانتا ہے۔ جس کا دل خود دردمند ہو۔ اگر بادشاہ ہی ناز و نعم میں رہے۔ تو اس کی رعایا ضرور تنگدل اور مصیبت میں رہتی ہے۔ بس ایک یہی حکمت تھی کہ خداوند کریم نے یتیم کر دیا۔ کیونکہ یہ وہی خواجۂ عالم فخر اولاد آدم ہے۔ جس کی تعلیم ہی دوسرونکی غمخواری و غمگساری ہے۔

اب بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ان بشائر کا کہ انبیاء علیہم السلام پر اور دیگر بزرگان پر خاتم رسالت۔ منبع جلالت۔ چشمہ جلالت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہوتی رہی ہیں کچھ ذکر کیا جائے۔ اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ جملہ انبیاء علیہم السلام پر بشارتیں نہ ہوئی ہوں۔ بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اور جملہ اوصاف بھی اہل کتاب کی کتابوں میں نازل ہوئے۔ مگر چونکہ فی زمانہ ان کتب کا ملنا ایک بہت بڑی حد تک مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہو رہا ہے۔ تاہم جیسا کہ دیگر معتبر کتب ماضیہ مثلاً ریاض المذکرین۔ مدارج النبوۃ۔ دلائل النبوۃ وغیرہ سے پتہ چلتا ہے ہدیہ ناظرین ہے:۔

(۱) از صحائف نوح علیہ السلام:۔ عبد زین السماء جزیل العطاء دائم البکاء دائم الذکر رؤف القلب طویل الحزن حلیم الرجا کثیر المن کثیر الحیا کثیر الوفا کائم السر۔

(۲) از صحائف ابراہیم علیہ السلام:۔ عبد کان الوفا حکیما رؤفاً قائماً فی امر اللہ کریما مصادقاً بوعد اللہ مستمراً فی عبادۃ اللہ ملتمسا برضاء اللہ ودود ۱۲ ادقیاً۔

(۳) تورات شریف: عبد القاطع الشہوات وغافر العشیرات وکاتم المصیبات صوام النہار خاشعاً منیباً قوام اللیل خاضعاً قریباً زاھداً فی السرین اعلیٰ غیرہ

(۴) زبور شریف:۔ عبد الشریف الھمۃ حبیب الفقراء لطیفۃ العطبۃ طبیب الاغنیاء جمیل العشیرۃ تقی الاتقیاء سہلاً عن المعاہدۃ عدلاً عن المقاسمۃ مسباق عند المعاملۃ شجاعاً عند المقاتلہ یعظم الکبیر یعظم لوقاریقرب الصغیر لشدۃ افتقارہ ویشکر الیسیر لقلۃ اعتذارہ ویرحم الاسیر بردیہ اضطرارہ بسام عن غیر ضحک امی غیر کاتب ولا قاری ومتواضع عن غیر عجز متواصل الاحزان دائم الفکر بن غیر حزن۔

(۵) انجیل شریف میں مفصلہ ذیل عبارت درج ہے: عبد باسط الکفین یطی لغضب بدؤ السلام ازین العقل سخی النفس سریع الحلم شریف الضمیر صبیح الوجہ طیب الکلام طویل الصحت طلق الوجہ طبیب انام عظیم المطر۔ قلیل الضحک قلیل النعم قلیل الملام کثیر الفکر کثیر التبسم لطیف الطبع ملیم القول واسع الخُلق صبور النظر۔

بعض روایات میں عبد لیس ماکول ولا بخیل ولا حریص ولا ختول و لا خداع ولا سباب ولا طماع ولا طعان ولا غیاب ولا عجول ولا غیاظ ولا غدار ولا کسول ولا نصاب ولا مکار ولا بلوع

کعب الاخبار رض نے کہا کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ" محمد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سخت مزاج نہ غلیظ قلب۔ نہ اونچی بولتا ہے۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں لیتا ہے۔ بلکہ عفو کرتا ہے۔ بدی کے بدلے نیکی کرتا ہے۔ اور خداوند کی تکبیر بلندی پر کہتا ہے۔ چار جسم کے حصوں پر وضو کرتے ہیں۔ بلند عمارتوں پر نماز کی بانگ کہتے ہیں۔ اور ان کی صف نماز اور لڑائی میں ایک جیسی ہوتی ہے۔ مکہ میں تولد ہوگا اور مدینہ میں جائے گا۔ اس کی مملکت مدینہ سے شام تک ہوگی۔ یہ محمد میرا چنا ہوا ہے۔ اس کو دنیا سے باہر نہ لیجاؤنگا۔ اور اس کے دین کی تبلیغ اور توحید سے

آندھوں کی آنکھوں اور بہروں کے کانوں اور دلوں سے پردہ ہٹاؤنگا۔"

انجیل میں ایک اور جگہ مرقوم ہے۔ خداوندکریم نے عیسےٰ علیہ السلام کو مطلع کیا ہے کہ انجیل کے قانون کو دل میں جگہ دو۔ اور دل و جان سے اپنی امت کو انجیل کے قبول اور نبی عربی خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خوشخبری دے۔

انی ذاھبٌ الی ربی و ربکم و الفارقلیطا رھو الذی الشھید لی بالحق وھوالذی یفسر لکم کل شئی۔ فارقلیطا سے ہمارے رسول اکرم محبوبِ ارحم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔ فارقلیطا کے معنی احمد کے نزدیک ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے لفظوں میں احمد ہی اس کے معنے ہوسکتے ہیں: حق تعالےٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ایمان لا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اپنی امت کو بھی کہہ کہ ایمان لاویں۔ اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے۔ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتا۔ تو نہ آدم کو پیدا کرتا نہ کائنات کو پیدا کرتا۔ جب عرش کو پانی پر رکھا وکان عرشہ علی الماء تو مضطرب اور بیقرار پھرتا تھا۔ جب اس پر کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ لکھا تو میرے اور میرے محبوب کے نام کی برکت سے ساکن ہوگیا۔

(۷) مؤرخان پیشینہ اپنی کتب میں تحریر و تسطیر فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ مسمی بہ حمیر بن ورد ع ملقب تبع بڑا دولت مند اور خوش حال فارغ البال تھا یہ بادشاہ اُن چار بادشاہوں میں سے تھا۔ جو کہ ربع مسکون کے دیگر بادشاہوں سے خراج وصول کرتے تھے۔ ایک دن اس کا گذر مکہ معظمہ سے ہوا۔ مگر قریش نے کوئی کسی قسم کی تعظیم نہ کی۔ بادشاہ اس بات سے طیش میں آیا۔ اپنے مقام پر پہنچکر عمیار یسا وزیر اعظم کو جو صائب العقل اور صاحب تدبیر تھا۔ بُلایا اور اہل مکہ کی شکایت کی عمیار یسا نے کہا کہ اے بادشاہ عالیجاہ اہل عرب کو جہالت بہت پیاری ہے۔ اور ان کے جوش وخروش کا باعث صرف حرم کعبہ ہے کہ جسنے شرف ان طرح بیتی پایا ہے۔ بادشاہ نے اپنے دل میں اس سخن کے سُنتے ہی

حرم کعبہ کو مسمار اور برباد کرنے کی ٹھان لی۔ اُسی وقت خداوند تعالےٰ کی طرف سے ایک مہیب اور نہایت ہی خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ کہ بادشاہ کی آنکھوں کانوں ناک اور مُنہ سے فوارے کی طرح خون بہنے لگا۔ ہرچند علاج معالجہ کیا گیا مگر ذرا بھر بھی خوف وحشت اور بیماری فرو نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ چار ہزار حکیم اس نے مختلف ممالک سے جو کہ بڑے بڑے عالم اور اپنے وقت کے افلاطون تھے۔ علاج کیواسطے طلب کئے۔ سب نے اس بیماری کی شناخت اور علاج سے اپنا عاجز ہونا بیان کیا۔ اتفاقاً ایک نہایت بوڑھے جہاندیدہ اور بیدار دل حکیم سے سابقہ پڑا۔ حکیم نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے علیحدگی کی ضرورت ہے۔ تمام امراء اور وزراء فی الفور علیحدہ ہو گئے اور بادشاہ نے خلوت کی پھر حکیم نے بادشاہ سے سوال کیا کہ شاید آپ نے خانہ کعبہ کے نیست و نابود کرنیکی ٹھانی ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہاں۔ تو حکیم نے جواب دیا کہ بس یہی بیماری کا باعث ہے۔ اس پاک گھر کی خرابی سے ہاتھ اُٹھا۔ بادشاہ نے فوراً اس خیال کو دل سے مٹا دیا۔ اور ابھی حکیم بادشاہ کے پاس ہی تھا کہ اُسی لحظہ تمام مرض کافور ہو گئی۔ پھر ملت ابراہیم علیہ السلام کو از سر نو بجان و دل تازہ کیا۔ اور عمل کرنے لگا۔ مکہ معظمہ کا بجان و دل احترام کیا۔ اور فوراً رخت سفر باندھ کر مکہ معظمہ کی راہ لی۔ اور وہاں جاکر بذات خود تمام بُتوں وغیرہ کو نکلوا دیا اور گردا گرد دیوار بنا کر دروازہ لگایا۔ اور قفل لگا کر چابی شہر مکہ کے کسی معزز آدمی کے سپرد کی۔ اور اہل مکہ کی ضیافت کی۔ بعد ازاں کچھ دن قیام کرکے واپس پھرا۔ اور خانہ کعبہ کے متعلق دیگر ہدایات مثلاً حیض و نفاس والی عورت نہ آنے پائے وغیرہ کرتا ہوا مدینہ منورہ میں پہنچا۔ اُسی حکیم شامول نام نے بادشاہ سے بیان کیا کہ یہ شہر اس نبی عربی کا مدفن ہوگا۔ جو مکہ میں پیدا ہوگا۔ اور ہجرت کرکے مدینہ میں آویگا اور وہی پیغمبر آخر الزمان حبیب الرحمان ہوگا۔ اس سخن کے سُنتے ہی بادشاہ نے اہل مدینہ کی بھی خاطر تواضع کی۔ اور شامول کو اسی جگہ مقیم رہنے کا حکم دیا۔ اور ایک چٹھی

بدیں مضمون "ان محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بن عبد اللہ خاتم النبیین ورسول رب العلمین من تبع بن حمیر بن وردع اما بعد یا محمد صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم فانی امنت بك وبکتابك الذی انزل اللہ علیك وعلی دینك وسنتك وامنت بربك ورب کل شئی وما جاربك من شرائع الایمان والاسلام وانا قبلت فلك فانا سواکتك فیھا ونعمت وان لم ادرکتك فاشفع یوم القیامۃ ولا تنسی فانی من امتك الاولین وتابعتك قبل تحیتك وقبل ارسال اللہ تعالے ایاك وانا علی ملتك وملۃ ابیك ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام" لکھ کر ملفوف کرکے "للہ الامر من قبل ومن بعد یومیذ یفرح المومنین" کی مہر لگائی۔ اور شامول کے سپرد کر کے کہا کہ اگر میں زندہ رہا تو اُس محبوب خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت حاصل کرونگا۔ ورنہ یہ چٹھی بطنً بعد بطنً حبیب الرحمان سردار کون ومکان تک تیری اولاد پُہنچادیوے۔ اور خود مدینہ سے رخصت ہوا۔ ملک ہند میں آکر شہر قلسان میں شربت مرگ چکھا۔ یہ بادشاہ بروز ولادت سید کونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ٹھیک ایک ہزار سال پہلے تھا۔ نہ دن کم نہ دن زیادہ۔ تبع بادشاہ کا قصہ خداوند کریم نے فرآن مجید وفرقان حمید میں بھی بیان فرمایا ہے۔ (سورۃ الدخان۔ رکوع دوسرا) اَھُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ وَّالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ اَھْلَکْنٰھُمْ اِنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ۝ ترجمہ:۔ اچھے ہیں تبع کی قوم والے۔ اور جو لوگ اُن سے پہلے گذ چکے (عاد وثمود) ہم نے ان کو تباہ کردیا۔ کیونکہ وہ قصور وار تھے۔ تبع کی وہ چٹھی ہوتے ہوتے آپ کے اصحاب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ شامول کا اکیسواں فرزند تھا۔ کو پُہنچی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی بشارتیں ہیں۔ جن کا ذکر اس مختصر کتاب میں بخوف طوالت نہیں ہوسکتا۔ مثلاً خواب عبد المطلب۔ خواب بخت نصر بادشاہ وتعبیر دانیال علیہ السلام۔ خواب مرثد بن کلال وتعبیر عفیرہ۔ بشارت سطیح۔ بشارت سیف بن ذی الیزن حاکم یمن۔ ان کے علاوہ ہر ایک پیغمبر کے صحائف میں بشارتیں خداوند تعا

کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اور کئی اخبار جنوں کے بھی ہیں۔ مگر قلت وقت اور خوف طوالت جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ درج کرنے کے مانع ہیں۔

اب ایسے وقت میں جبکہ جملہ اطراف وجوانب پر ضلالت وگمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ دختر کشی اور بات بات پر ایسا بگڑ بیٹھنا کہ مدتوں ختم ہی نہ ہونے پاتی تھی۔ اور کئی قبیلوں کی خرمن ہستی کو برق کی مانند دم کے دم میں جلا کر خاک سیاہ کر دیتی تھی۔ جوا۔ شراب خوری۔ اور بدمعاشی کا چرچا تھا۔ دین حقانی کا کوئی نام لیوا مشکل سے نظر آتا تھا۔ بت پرستی زوروں پر تھی۔ کفر وشرک کی سیاہی میں آفتاب ہدایت کا نام ونشان نہ ملتا تھا۔ اگر کوئی دین موسوی یا عیسوی یا ملت ابراہیمی کا پابند ملتا تھا۔ تو جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں۔ اور اصنام پرستی کھلے بازاروں میں۔ چنانچہ کعبہ میں اس وقت تین سو ساٹھ سے زیادہ بُت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی پرستش ہوتی تھی۔ قبیلہ قبیلہ کا جدا جدا خدا تھا۔ کسی کا ہُبل۔ کسی کا لات۔ کسی کا منات۔ اور کسی کا عُزّیٰ تھا۔ بلکہ خدا سے ہی منکر تھے۔ بداعمالیاں۔ بے حیائیاں اُن کی گھٹی میں پڑی تھیں۔ جہالت پر نازاں۔ غرور پر شاداں۔ سفاکی اور بے رحمی مایۂ ناز۔ زنا اور اصنام پرستی میں سرافراز۔ غرضیکہ جہان کی تمام بُری اوصاف سے موصوف تھے۔ کوئی ایسی صفت نہ تھی۔ جس کو اچھا کہہ سکیں۔ وحشی۔ جفاجو۔ سنگدل۔ راہزن۔ رسم ورواج کے ازحد پابند۔ قیامت کے منکر۔ توحید سے خودسر۔ قتل وغارت میں درندوں سے چالاک تر۔ ایک آدمی کا جان سے مار دینا ان کے لئے کوئی بڑی بات ہی نہ تھی۔ تندخوئی میں باد صرصر۔ سخت مزاجی میں سخت پتھر۔ عبادت خانے برباد۔ بت خانے اور آتشکدے آباد۔ غرض ایسی حالت میں آپ پیدا ہوئے اور نہ شفقت پدری کا ملاحظہ کیا نہ الفت مادری کے سائے تلے پرورش پائی۔ نہ کسی قسم کی تعلیم وتربیت حاصل کی۔ بلکہ برخلاف بے وقوف وحشی آدمیوں میں ہوش سنبھالا۔ بداخلاق اور جاہل لوگوں میں پرورش پائی۔ اور پھر اپنی تمام قوم وملک کے برخلاف آپ نے آواز اٹھائی اور

ان کو خدا کی طرف بُلایا۔

جب حمل کی مدت منقضی ہوئی تو مورخہ ۲۹ اگست ۵۷۰ء مطابق ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار حضرت عیسیٰ ع سے چھ سو سال اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو چورانوے برس اور حضرت آدم علیہ السلام سے چھ ہزار سات سو پچاس سال بعد عالم ہستی میں تشریف لائے۔ اس وقت ایران میں نوشیروان عادل حکومت کرتا تھا۔ اور یمن میں حاتم طائی کی سخاوت کا شہرہ تھا۔ نیز اصحاب فیل کا قصہ جس کی نسبت خداوند تعالےٰ اپنی کلام پاک میں اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ (ترجمہ) (اے پیغمبر) کیا تم نے (اس بات پر) نظر نہیں کی کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ کیا اُسنے انکے (تمام) داؤ غلط نہیں کر دیئے ؟ (ضرور کر دیئے) اور اُنپر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے جو اُنپر کنکر کی پتھریاں اوپر سے پھینکتے تھے یہانتک کہ اُنکو کھائی ہوئی خوید کیطرح تباہ کر دیا بیان فرمایا ہے۔ اُسی سال ظہور میں آیا تھا۔ اور آپ تقریباً واقعہ فیل سے چالیس دن بعد پیدا ہوئے۔ اصحاب فیل کا قصہ اس طرح پر ہے کہ ذونواس یمن میں ایک بادشاہ تھا۔ اس نے بجران (یہ علاقہ یمن سے مشرق کی طرف ہے) کے باشندوں کو اپنے دین عیسوی سے ہٹانا چاہا تھا۔ ذونواس کافر تھا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ اس واسطے شاہ یمن نے ایک خندق کھودا کر آگ جلائی اور اُن کو جلا دیا۔ اس واقعہ کا ذکر خداوند کریم پارہ ۳۰ سورۃ البروج میں قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ ترجمہ :- کھائیاں کھودنے والے تباہ ہوئے۔ جن میں آگ تھی بہت ایندھن والی۔ جب یہ کھائیاں کھودنے والے (خندق کے کنارے کرسیاں پر) وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایمانداروں پر جو (ظلم) کر رہے تھے۔ دیکھ رہے تھے۔ اور ایماندارو

اتنی بات سے چڑتے تھے کہ وہ زبردست خوبیوں والے خدا پر ایمان لائے تھے جس کی آسمان اور زمین میں بادشاہت ہے۔ اور ہر چیز اللہ تعالےٰ کے سامنے ہے، بیان فرماتا ہے۔ ایک آدمی نے اہل نجران میں سے جس کا نام پچھلی کتب میں دُوس بن ثعلبان لکھا ہے۔ قیصر روم کے پاس جاکر فریاد کی، چونکہ قیصر روم اُن کا ہم مذہب تھا۔ بہت جھنجھلایا۔ اور خود نہ جاسکنے کی معذرت پیش کر کے نجاشی شاہ حبشہ (ابی سینیا واقعہ افریقہ) کو جو کہ یمن کے نزدیک تھا، چٹھی کے ذریعہ یمن پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ نجاشی کے پاس جب قاصد پہنچا تو اُس نے ارباط اور ابرہہ اپنے دو سرداروں کو یمن کی طرف بھیجا جنہوں نے جاکر یمن کو فتح کیا۔ مگر پھر ابرہہ ارباط کو دغابازی سے قتل کر کے یمن کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ جب نجاشی نے سُنا تو اُس نے قسم کھائی کہ میں ابرہہ کو تہ تیغ کر کے یمن کی خاک میں ملا دونگا۔ جب ابرہہ نے یہ بات سُنی تو مارے خوف کے بہت سے تحفہ تحائف نجاشی کی طرف روانہ کئے۔ اور بادشاہ کی قسم کو پورا کرنے کے واسطے اپنے بال اور یمن کی مٹی روانہ کر دی۔ اور کہہ بھیجا کہ میں تابعدار غلام ہوں۔ بلکہ ارباط نے خود سری کی میں نے اُس کو قتل کر کے ملک کو امن میں کر دیا۔ نجاشی نے جب یہ سُنا تو بہت خوش ہؤا۔ اور یمن کی حکومت اُسی کو سونپ دی۔ کچھ عرصہ تک حکومت کرتا رہا اور رفتہ رفتہ اس نے مکہ معظمہ کا حال بھی سُنا۔ اب آتش حسد سے جل بھُن گیا۔ اور چاہا کہ وہ اپنا مکہ بنا کر لوگوں کو یمن کی طرف متوجہ کرے۔ حتیٰ کہ اُسنے ایک نہایت عالیشان عمارت تیار کی اور نئے کعبہ کی عام منادی کر دی۔ مگر کوئی متوجہ نہ ہؤا۔ پھر آتش حسد اور نقصان زر سے سینہ کباب ہو گیا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک مکہ کو (معاذ اللہ) مسمار نہ کر لونگا آرام نہ کرونگا۔ اس خیال کو دل میں جگہ دیکر بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ چڑھ آیا۔ تیس ہزار ہاتھی ساتھ تھے اور کافی سامان حرب کے باعث کامیابی کا یقین تھا۔ ان ہاتھیوں میں ایک سفید ہاتھی بنام محمود تھا۔ تیز رفتاری میں باد صرصر کو مات کرتا تھا۔ اور سب ہاتھیوں میں خوبتر تھا۔ جب وہ مکہ محترمہ پر حملہ کرنے والے تھے تو کسی نے اس فیل کے کان میں کہدیا کہ اے محمود

یہ خانہ خدا ہے۔ یہ سُننا تھا کہ فیل اسی جگہ ساکت ہو گیا۔ اور اگر کسی اور طرف چلاتے تو چل پڑتا۔ اور نہایت تیز رفتاری سے چلتا اور اگر خانہ کعبہ کی طرف چلاتے تو ایک قدم نہ اُٹھاتا۔ خواہ کتنی ہی سختی کیوں نہ کی جاتی۔ اسی اثنا میں کیا دیکھتے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے جانور اپنے اپنے مُنہ میں دو تین کنکریاں اُٹھائے ہوئے اُن کے سروں پر آموجود ہوئے۔ اور تھوڑی دیر بعد کنکریاں پھینکنے لگے۔ بس کیا تھا غضب الٰہی میں گرفتار ہو گئے۔ ہر چند دوڑ نے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے مگر سب بے سود۔ ابرہہ نے فی الفور اپنی عنان توجہ نجاشی کی طرف کی۔ راستہ میں مرض جذام میں مبتلا ہو گیا۔ چنانچہ جب وہ نجاشی کو اپنا قصہ سُنا رہا تھا تو اُس نے سر پر اُسی قسم کے جانوروں میں سے ایک کو اُڑتے ہوئے پایا۔ نجاشی کیطرف اشارہ کیا کہ یہ اُنہی جانوروں میں سے ہے کہ اسی اثنا میں ایک کنکری ابرہہ کے سر پر لگی اور فی الفور واصل جہنم ہوا۔ کہتے ہیں کہ ان مردودوں کی لاشوں سے ہوا بدبودار ہو گئی۔ اور اہل مکہ نے عرض کی کہ یا رخدایا ہوا کی گندگی سے ہمارے دم فنا ہو رہے ہیں۔ کہ یکایک آندھی آئی۔ اور تمام ناپاک لاشوں کو دریا برد کیا بہ طفیل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اگرچہ بعض کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کےمتعلق اس واقعہ سے کم وبیش ہے۔ مگر تحقیق یہی ہے کہ آپ اسی سال میں ۵۰ یوم بعد دنیا میں تشریف لائے۔ اور جہاں کو اپنے نور سے منور فرمایا۔ الحمد للہ

شہنشاہ عالی جہاں میں ہے آیا	بُتوں کو زمیں پر ہے اوندھا لٹایا
ہوئے سرد آتشکدے سب جہاں کے	الف سال تک جنمیں ایندھن جلایا
ہوئے گنگ شاہان عالم بھی یکدم	کہ شاہ فصاحت بلاغت ہے آیا۔
چھلکہ پڑا رحمت العالمین کا	قدم بوسی کو قصر کسریٰ بھی آیا
بشارت ازآدم رہی تا بہ عیسےٰؑ	جو اول تھا سب سے وہ آخر میں آیا
ہوئی دُور دنیا سے ظلمت کفر کی	صداقت کی شہ راہ پہ سب کو چلایا

بی بی آمنہ سے منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اُس وقت میں نے دیکھا کہ سر سجدے میں رکھا ہوا ہے. جیسے کہ کوئی نہایت خشوع وخضوع سے خداوند کریم سے دُعا مانگ رہا ہو. بعد ازاں آپ نے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے. دیکھا کہ اُسی ساعت ایک سفید بادل کا ٹکڑا آیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُٹھاکر لے گیا. میں نے آواز سُنی کہ کہتے تھے. کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی تمام اطراف میں پھراؤ تاکہ تمام خلقت اس کی صورت. سیرت اور اسم مبارک سے واقف ہو. ایک لمحہ میں آپ کو پھر اسی جگہ بیٹھا ہوا پایا. اور ایک سفید کپڑا جس کے برابر سفید میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا. اوپر اوڑھا ہوا تھا. پھر اُسی لحظہ میں ایک اور ابر کا ٹکڑا آیا. جو پہلے سے بہت بڑا تھا. میرے دل پر خوف طاری تھا اس سے میں نے آواز سُنی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام جن وانس کو دکھاؤ اور صفوتِ آدم. صبر ایوب. رقت نوح. جمال یوسف. صوت داؤد. فصاحت اسماعیل. کرم عیسےٰ. خلعت ابراہیم علیہم السلام عطا کرو. اس کے بعد میں نے تین آدمیوں کو دیکھا جو کہ صورت وسیرت میں ایک دوسرے سے بالاتر تھے ان کے ہاتھ میں ایک تھال تھا. اور اس کے چاروں طرف سفید نشان کیا ہوا تھا. اُنھوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دنیا کی چاروں حدیں ہیں. کونسی حد لینا چاہتے ہو. اُس پر ہاتھ رکھو. آپ نے درمیان میں ہاتھ رکھا. آواز آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم. کعبہ کو اختیار کیا. اس کے بعد انھوں نے آپ کو نہلایا. اور ایک نفیس پوشاک زیب بدن کرائی اس کے بعد آپ کے کان میں بہت سی باتیں کیں. جن کو میں نہ سُن سکی. بعد ازیں دونو چشموں کے درمیان بوسہ دیا. اور کہا کہ بشارت باد. تجھے تمام پیغمبروں کا علم سکھلا دیا ہے. بعد ازاں ایک اور شخص کو دیکھا. کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ کھلا رہا تھا. اور آپ بھی کھانے کی طرف زیادہ ترغیب کرتے

تھے۔ اور اس طعام میں زیادہ خواہش کا اظہار کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ مُبارک باد اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجموع اخلاق حسنہ تمہیں بخش دیئے ہیں۔ اور آپ کے سر پر روغن خوشبودار مل کر اور سُرمہ آنکھوں میں ڈال کر غائب ہو گیا۔ میں اِن واقعات سے کمال حیران ہو رہی تھی۔ اور خوف وہراس نے مجھ پر پورا تسلّط جمایا ہوا تھا۔ اور میں دل ہی دل میں کہتی تھی۔ کہ میرے نزدیکی رشتہ دار اور قوم کدھر ہے۔ میں ادھر وضع حمل میں گرفتار ہوں۔ میں اپنے مکان میں اِدھر اُدھر آدمیوں کی نقل وحرکت کی آواز سُنتی تھی۔ مگر دکھائی کچھ نہ دیتا تھا۔ تھوڑے عرصے بعد ایک خوبصورت خوش سیرت آدمی آیا۔ اور اور کہنے لگا۔ مبارک ہو اے فرزند کہ تو میرے فرزندانِ اوّل وآخر کا سردار ہوا ہے۔ بعد ازاں سینے سے لگایا اور دُعا دے کر چلا گیا۔ اتنے میں ناگہان عبدالمطلب جو کہ اس حال سے واقف ہو چکا تھا۔ آیا۔ کیونکہ اُس کو بھی دو ایک واقعات ابھی ابھی نظر آئے تھے۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میں اس وقت خانہ کعبہ میں تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مقام ابراہیمؑ نے سجدہ کیا اور پھر اپنی جگہ پر ہو گیا۔ اور کہا اَللّٰہُ اَکْبَرُ فدائے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ مجھ کو ناپاک اصنام سے پاک کیا۔

جب عبدالمطلب واقعات اور مشاہدات دیکھ کر بی بی آمنہ کے گھر پہنچا۔ تو دروازہ بند تھا۔ عبدالمطلب کی آواز پر دروازہ کھولا گیا۔ جب عبدالمطلب نے آمنہ کی پیشانی پر نُور نہ دیکھا۔ بے طاقت ہو گیا۔ اور آمنہ سے نُور کی بابت سوال کیا۔ آمنہ نے سارا واقعہ ایک ایک سُنا دیا۔ عبدالمطلب نے کہا۔ کہ میں اعتبار نہیں کر سکتا۔ کہ میں حمل کا اثر ہی تجھ میں نہیں دیکھتا۔ بڑی مشکل سے عبدالمطلب نے تسلیم کیا۔ اور کہا کہ لا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہاں ہیں آمنہ نے کہا کہ اُس کو نہ دیکھ سکے گا۔ عبدالمطلب نے جوش میں کہا کہ جلدی دکھا۔ ورنہ تجھے یا اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہوں۔ آمنہ نے رُعب خوف سے اُس کوٹھڑی کا جس میں

آپ تشریف رکھتے تھے۔ اشارہ کیا۔ تاکہ جمال جہان آرای خواجۂ عالم صلعم کا مشاہدہ کرے۔ جب عبدالمطلب اس مکان کے قریب آیا۔ دیکھا کہ ایک وحشتناک شخص تلوار علم کئے ہوئے عبدالمطلب پر حملہ آور ہوا۔ اور کہا۔ کہ جب تک مجموع ملائکہ دیدار فرحت آثار حبیب رب الغفار سے فارغ نہ ہولیں کسی فرد بشر کو دیکھنے کی اجازت نہیں۔

صفیہ بنت عبدالمطلب سے روایت ہے کہ اس رات میں نے چھ باتیں دیکھیں۔ اوّل یہ کہ وقت ولادت آنجناب رسالتمآب (صلے اللہ علیہ وسلم) کا نور چراغ پر غالب آگیا۔ دوسرے زبان فصاحت سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فرمایا۔ تیسرے نور سے گھر کو روشن دیکھا۔ چوتھے جب میں نے چاہا کہ آپ کو غسل دوں تو ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے صفیہ تم تکلیف نہ اُٹھاؤ۔ پنجم آپ ختنہ کئے ہوئے ہی پیدا ہوئے۔ ششم آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پشت کی طرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

نیز یہ بھی روایت ہے۔ کہ آپ پیدا ہوتے ہی سجدہ میں گئے۔ اور مخفی زبان میں کچھ فرمانے لگے۔ تو میں نے اپنے کان آپ کے مُنہ کے نزدیک کئے۔ تو آواز سنائی دی۔ اُمتی۔ اُمتی۔ صاحبان جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیدائش اور وفات کے وقت اُمت ناتواں کو نہیں بھُلایا۔ تو کیا ممکن ہے کہ حضرت رسالتمآب ع بروز قیامت اپنی عاجز اور ضعیف امت کو بھُلا دینگے؟

چنانچہ جس دن آپ دنیا میں تشریف لائے اس دن جملہ منجمان و ماہران اختر شناس نے ایک دوسرے کو مطلع کیا۔ کہ آج سیدّ اولین و مختار آخرین حبیب رب العالمین شفیع المذنبین تولّد ہوئے ہیں۔ جس رات آپ پیدا ہوئے جمیع بتہائے ربع مسکون اوندھے پڑ گئے۔ اور جملہ آتشکدہ ہائے سرد پڑ گئے۔ چنانچہ تاریخ میں درج ہے کہ ایران میں ایک آتشکدہ تھا۔ کہ ہزار سال سے اُس میں برابر آگ جل

رہی تھی۔ اور ایک دم کے واسطے بھی آتش فروزنہ ہوتی تھی۔ اس رات آگ آناً فاناً میں بجھ گئی۔ محافظ آتشکدہ دوڑا دوڑا افتاں وخیزاں بادشاہ کے پاس آیا۔ اور صورت حال سے مطلع کیا۔ بادشاہ نے جملہ اختر شناسان ومنجمان عالی وقار کو طلب کیا۔ اور سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آج ایک ایسا عالیشان رفعت نشان پیغمبر آخرالزمان پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہ دنیا کے آتشکدوں کو ہمیشہ کے واسطے سرد کریگا۔ اور تمام ادیان کو باطل کرے گا۔ کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے۔ اور جملہ ملوک روئے زمین کی زبان ایک دن رات تک بند رہی۔ ابلیس لعین مردود درگاہ احکم الحاکمین کا آسمانوں پر جانا بند ہو گیا۔ اور سر بخاک اُلٹا ہو کر زمین پر گرا۔ شعر

کہا جبرائیل سے حق نے دم میلاد پیغمبر ہو سیر محبوب کی آمد کا تو پیغام گھر گھر دے

خداوند کریم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ تمام اہالیان زمین وساکنان عرش بریں میں منادی کر دو۔ وَمَا اَرسلناكَ اِلّا رحمةً للعالمين۔ فرشتگان نے شادان وفرحان یہ خوشخبری سُنائی۔ کہ مبارک باد یا معشر الخلائق۔ آج وہ شہسوار نامدار دنیا میں آیا ہے۔ جس نے جملہ ادیان سابقہ کو باطل کر کے اسلام کا افتخار حاصل کیا ہے۔ آج وہ بادشاہ عالیجاہ پیدا ہوا ہے۔ جس کی خاطر جملہ ارض وسما عالم وجود میں آیا ہے۔ آج وہ سردار باوقار آیا ہے جو کہ نبیوں کا سردار ہے۔ آج وہ سید اوّلین وآخرین دنیا میں تشریف لایا ہے۔ کہ جس کے شان میں وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ۔ فرمایا ہے۔ آج وہ نبی آخرالزمان وحبیب الرحمٰن رونق افروز ہوا ہے۔ جس کی طفیل آدم علیہ السلام مکرر درگاہ ایزدی میں شرف اندوز ہوا ہے۔ آج وہ رسول اکرم محبوب احمؐ تشریف لایا ہے جس کی امت عاصی نے لقب خیر امم پایا ہے۔ آج وہ رسول برحق آیا ہے جس نے قل[1] جاء الحق سے بتوں کو گرایا ہے۔ آج وہ دُرِّ یتیم آیا ہے۔ جس کا

---

[1] جب آپ نے پہلے پہل مکہ معظمہ میں شاہ داد کی انگلیوں پکڑ کر سے نکالنے لگے تو یہ پڑھ کر قل جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا کا ہت شبطرف اشارہ کرتے۔ اور بت نیچے آ پڑتا۔

فضل عمیم سب پر چھایا ہے۔ آج وہ سلطان عالیشان آیا ہے۔ جس کو خداوندی والی کون و مکان بنایا ہے۔ آج وہ بہترین خلائق آیا ہے۔ جس نے عالی و فائق کا خطاب پایا ہے۔ آج وہ سرور سمک تا بہ سماک آیا ہے۔ جس کی شان میں لولاک لما افلاک فرمایا ہے۔ آج وہ محبوب رب العالمین آیا ہے جس نے قاب قوسین کا رُتبہ پایا ہے۔ آج وہ خاتم رسالت خورشید جلالت آیا ہے جو کہ شافع روز قیامت ہے۔ **نعت**

آج تولید شہنشاہ عرب کا دن ہے ۔۔۔ عید میلاد فرستادۂ رب کا دن ہے
آج کا دن بھی عجب رحمت رب کا دن ہے ۔۔۔ بخشش اُمتِ عاصی کی سبب کا دن ہے
گھر میں اللہ کے ہے شادی میلاد نبی ۔۔۔ رحمت عالم کا دن جشن طرب کا دن ہے
کیوں نہ ذروں کی مقدر کا ستارہ چمکے ۔۔۔ جلوہ افروزئ خورشید عرب کا دن ہے
عرش سے کیوں پے تعظیم نہ قدسی آئیں ۔۔۔ آمد خسرو عالم ہے ادب کا دن ہے
بزم میلاد کا اسلامیو سامان کرو ۔۔۔ آج تولید شہنشاہ عرب کا دن ہے
مانگنا آج جو ہو برق خدا سے مانگو ۔۔۔ صد نعت پیمبر کی طلب کا دن ہے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تولد ہوئے۔ اور آپ کے آنے کی منادی میں وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا آوازہ ملائکہ نے تمام کائنات میں دیدیا تو بدبخت روز اول لعین ازل ابلیس نے خداوند تعالےٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ کہ بار خدایا تمام جہان کے لئے تو رحمت ہے۔ مگر کیا اس رحمت میں میرا حصہ نہیں ہے۔ اُسی وقت خداوند تعالےٰ نے اُن فرشتوں کو جو کہ ابلیس کو روزانہ عذاب دیتے تھے۔ قیامت کے دن تک عذاب دینے سے منع کر دیا۔ جس دن ابلیس لعین نے حضرت آدم ع کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تو خداوند تعالےٰ نے دو فرشتوں کو اس بدبخت کو روزانہ عذاب دینے کیواسطے مقرر کیا تھا۔ مگر سبحان اللہ کہ ایسے مردود کو بھی اپنے حبیب کی آمد آمد کی خوشی میں عذاب سے رہا کر دیا۔

اے عاشقان روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ خداوند رحیم نے اپنے حبیب کے آنے کی خوشی میں ابلیس لعین کا عذاب کم کر دیا۔ تو کیا وہ بندہ جو روزانہ پانچ وقت درگاہ ایزدی میں حاضر ہوتا ہے۔ اور توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے تو کیا ممکن ہے کہ آتش دوزخ اس کو ضرر پہنچا سکے۔ چنانچہ جب نمرود مردود حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ میں ڈالنے والا تھا۔ تو جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آئے۔ اور فرمایا:۔

(نظم)

آگ پر جس دم معلق تھے خلیل — آئے اُن کے پاس اُس دم جبرائیل
یوں کہا اُن سے کہ کچھ فرمائیے — آپ کو حاجت جو ہو بتلائیے
ہم کریں رب سے تمہارے پھر دعا — تا کہ تم کو نار سے لے وہ بچا۔
یوں دیا پھر عاشق حق نے جواب — حضرت جبرائیل سے کرکے خطاب
میرے دل میں شعلہ زن وہ نار ہے — آتش نمرود کیا مردار ہے۔
ایک دم اس کا اگر پھونکو کبھی — عرش سے تا فرش جل جاوے سبھی
ماسوا حق کے نہیں رکھتا اُمید — رب میرا جانتا ہے دل کے بھید
آخرش کو جب وہ پہنچے نار پر[1] — جا کے بیٹھے تختۂ گلزار پر (تحفۃ العاشقین)

ابراہیم خلیل اللہ کے دل میں تو عشق الٰہی کی آگ تھی لیکن جس کے دل میں اللہ اور اس کے محبوب دونوں کے عشق کی آگ ہو گی۔ اس کے سامنے نار جہنم کی کیا حقیقت ہے۔

القصد آپ کے پیدا ہونیکی خبر ہر جگہ پہنچ گئی۔ اُسی رات جبکہ آپ تولد ہوئے۔ ابولہب کی کنیزک ثوبیہ نے ابولہب کو آپ کے تولد ہونے کی خوشخبری سُنائی۔ تو ابولہب نے اس تہنیت میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔ عباس رضی

---

[1] قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاہِیْمَ وَاَرَادُوْا بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰہُمُ الْاَخْسَرِیْنَ۔ (ترجمہ) ہم نے کہہ دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا واسطے ابراہیم کے۔ اور انہوں نے اس سے مکر کا ارادہ کیا تھا۔ پس ہم نے ان کو نقصان والوں میں کر دیا۔

سے روایت ہے کہ میں نے بعد از فوت ہونے ابولہب کے اس کو خواب میں دیکھا
تو حال احوال پوچھا۔ ابولہب نے جواب دیا کہ دوشنبہ کی رات اور دن کو میرا عذاب
کم ہو جاتا ہے۔ اور کچھ فرحت حاصل ہوتی ہے۔ جب وجہ پوچھی تو اُس نے
جواب دیا کہ جب ثویبہ نے مجھے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تولد ہونے کی
خوشخبری سُنائی۔ تو میں نے اُس کو فی الفور آزاد کر دیا تھا۔ سبحان اللہ

حاصل کلام سات دن تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ اور بعد سات دن کے
یہ فخر ثویبہ کو حاصل ہؤا۔ پھر حلیمہ بنت عبداللہ بن ابی ذویب بن حارث بن جابر
بن زارم بن ناصرۃ بن سعد بن بکر اس خدمت پر مامور ہوئی۔ جس کی کیفیت اس
طرح پر ہے۔ کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو دیہات میں اچھی آب و
ہوا ہونے کے باعث باہر بھیج دیتے تھے۔ تاکہ شہر کی خراب آب وہوا کا اثر نہ
پڑے۔ چنانچہ اسی اثنا میں قبیلہ بنی سعد کی عورتیں فرزندان قریش کو لینے کیواسطے
آئیں۔ اس سال قبیلہ بنی سعد میں قحط کمال تک پہنچا ہؤا تھا۔ اور کئی کئی دن
تک کھانے کو کچھ نہ ملتا تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں جنگل میں خوراک وغیرہ
کی تلاش میں نکلی کہ کہیں گھاس وغیرہ ملے۔ تو اونٹوں کو چرا کر اُن سے دودھ
حاصل کیا جائے۔ تین دن رات تک میں نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اتفاقاً مجھے
دردزہ شروع ہوئی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میں دردزہ سے روتی ہوں۔ یا
شدت بھوک پیاس سے۔ غرض کہ دن اور رات میں بھی تمیز نہ کر سکتی تھی۔ کہ
اتفاقاً مجھے نیند آگئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ ایک مرد بزرگ تشریف لائے۔ اور
مجھے ایک دریا کے کنارہ لے گئے۔ اور اُس کا پانی پلایا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ
میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ میں نے پیاس بھر کر پی لیا۔ بعد ازاں اس
مرد بزرگ نے میری چھاتی پر ہاتھ پھیرا۔ اور کہا کہ اب تیری چھاتیوں میں بہت
دودھ ہو جائے گا۔ اور تو جلد ہی مکہ میں رزق کی کشایش دیکھے گی۔ بعد ازاں میں نے
سوال کیا۔ کہ آپ کون ہیں۔ تو اُس نے جواب دیا کہ میں وہ شکر نعمت ہوں جو کہ

تو نے ابھی وضع حمل کے وقت کیا تھا۔ اس کے بعد مجھے خواب کے متبرک رکھنے پر ہدایت کر کے چلے گئے۔ جب میں خواب سے بیدار ہوئی۔ تو میں نے اپنے آپ میں عاجزی اور کمزوری کی بجائے توانائی اور تندرستی پائی۔ اور بھوک و پیاس کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور میرا بچہ رو رہا تھا۔ میں نے اُس کو اُٹھا لیا۔ جب میں اپنے قبیلے میں آئی۔ تو پہلے مجھے کسی نے نہ پہچانا۔ انجام کار ہم سب مکہ کی طرف معہ اپنے قبیلے کے روانہ ہوئے۔ ہمارا شتر تمام قبیلے کے شتروں سے بہت ہی کمزور اور لاغر تھا۔ باوجودیکہ سختی کی جاتی تھی۔ مگر قافلہ کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ راستہ میں میں غیب سے ندائیں سُنتی جاتی تھی۔ جو کہ میری سعادت اور سرافرازی پر دلالت کرتی تھیں۔ حتٰے کہ میرے قافلے والے سب مکہ میں پہنچ گئے۔ اور انہوں نے مالداروں کے فرزندوں کو رضاعی کے واسطے سنبھال لیا۔ اور مجھے کوئی نہ ملا۔ میں اپنی ناکامی اور حسرت پر رو رہی تھی۔ اور زحمت سفر اُٹھانے پر اپنے آپ کو لعنت ملامت کر رہی تھی۔ کہ اتنے میں ایک مرد بزرگ جس کے چہرے سے رعب و جلال ٹپکتا تھا۔ یہ آواز دے رہا تھا کہ کوئی ایسی عورت بھی ہے۔ جس نے ابھی تک کوئی کسی کا لڑکا نہ لیا ہو۔ میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میرا نام عبدالمطلب ہے۔ پھر مجھ کو اُس نے کہا کہ میرے پاس ایک یتیم لڑکا ہے۔ قبیلہ بنی سعد کی دیگر عورتوں کو ہر چند کہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ کہ یتیم سے نفع کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اور میرا فرزند دلبند ابھی تک اسی جگہ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی نہیں یتیم کو لیتا۔ تو میں منظور کرتی ہوں۔ مگر اپنے خاوند کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ میں فوراً اپنے خاوند کے پاس آئی۔ تو اس نے کہا۔ کہ نہ ملنے سے یتیم ہی اچھا ہے۔ میرے خواہر زادہ نے تو مجھے منع کیا۔ مگر میں نے اس کی بات کا خیال نہ کیا۔ اور سیدھی عبدالمطلب کے پاس پہنچی۔ وہ مجھے بی بی آمنہ کے پاس لے گئے۔ اور کہنے لگے کہ دو خوبیاں ہیں۔ ایک حلم۔ دوسری سعادت۔ یعنی نام حلیمہ اور قبیلہ بنی سعد۔ آمنہ نے شکریہ ادا کیا۔ بعد آنحضرت صلعم کی طرف

اشارہ کیا۔ آپ اُس وقت خواب ناز میں تھے۔ میں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو فوراً جان و دل سے اُن پر شیفتہ و فریفتہ ہو گئی۔ میں نے اس وقت ایک نور کو دیکھا۔ اور فوراً لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی۔ میں نے پہلے دایاں پستان آپ کے دہن مُبارک میں دیا۔ آپ فوراً چوسنے لگ گئے۔ جب میں نے بایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں ڈالنے کا ارادہ کیا تو آپ نے خیال تک نہ کیا۔ ہرچند میں نے کوشش کی۔ مگر کچھ خیال نہ کیا۔ ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ کہ اُسی دن سے آپ عادل مشہور ہو گئے۔ کیونکہ بائیں پستان سے آپ کی رضاعی ہمشیرہ شیما دودھ پیتی تھی۔

آنجام کار ہم آپ کو لے کر اپنے قافلے کے ہمراہ واپس چلے۔ اب وہی اونٹ جو کہ زجر و توبیخ سے بھی قافلہ سے بہت پیچھے رہتا تھا۔ برکت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خوشی خوشی سب سے آگے اور تیز رفتار چلنے لگا۔ قافلے والے حیران ہو ہو کر سوال کرتے تھے۔ کہ پہلے یہ کمزور اور دُبلا پتلا تھا۔ اب یہ ہمیں ساتھ نہیں ملنے دیتا۔ راستہ میں جس جس جانور و پرند شجر و حجر سے سابقہ ہوا۔ اُسی آکر سر جُھکا کر کہا۔ السلام علیک یا حبیب اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بعد ازاں مجُھے مبارک دیتے۔ اُسی دن سے ہماری اونٹنی جو کہ باوجود بہت سی تدابیر کے بمشکل گذارے کے برابر دودھ دیتی تھی۔ اس افراط سے دودھ دینے لگی کہ قبیلے کے لوگ بے دھڑک لے جاتے۔ ہم اپنے قبیلے میں سب سے غریب تھے۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں ببرکت حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے خوشحال ہو گئے۔ کبھی کبھی میں آپ کی والدہ ماجدہ کو دکھانے کے واسطے مکہ میں جاتی تھی۔ اور جب تک حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے پاس رہے۔ کبھی کسی کپڑے پر بول و براز نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ ایک وقت مقررہ پر کرتے رہے۔ اور نہ ہی آپ کبھی دوسرے بچوں کی طرح روئے۔ حلیمہؓ نے کہا کہ اس مدت میں میں نے دیکھا کہ آپ چاند اور ستاروں سے

بھی اشاروں سے گفتگو کرتے تھے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ یہ کیا بات تھی؟ فرمایا کہ اے چچا جان جب میں رونے لگتا تھا۔ تو چاند کہتا تھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خبردار۔ اگر ایک آنسو کا قطرہ بھی زمین پر پڑا تو تمام نباتات کا ستیاناس ہو جائے گا۔ میں خاموش ہو جاتا۔ حلیمہؓ سے ہی روایت ہے کہ جب میں مکہ سے روانہ ہونے کو تھی۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ نے مجھے تمام حالات جو کہ آپ کی پیدائش کے وقت ظہور میں آئے سب سنا دیئے۔ میں نے سب کو دل میں جگہ دے کر چلنے کا ارادہ کیا تو اونٹ سب سے پہلے خانہ کعبہ طرف گیا۔ اور طواف کر کے منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ جب اونٹ نے ببرکت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تیز رفتاری اور قوت پائی۔ تو زنان قبیلہ بنی سعد کہتی تھیں کہ اپنے اونٹ کی مہار کو روک۔ تاکہ ہم بھی تیرے ساتھ پہنچ سکیں۔ اونٹ کہتا تھا کہ اے زنان بنی سعد تم نہیں جانتی ہو کہ مجھ پر کون شہسوار سوار ہے۔ میں حامل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہوں۔

جب آپ دو ماہ کامل کے ہوئے۔ تو ہر طرف لڑھکتے ہوئے چل سکتے تھے اور تین ماہ کا سہارا لے کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ چھ ماہ کی عمر میں ہر طرف باآسانی چل پھر سکتے تھے۔ اور ساتویں میں دوڑنا شروع کیا۔ نوماہ کی عمر میں بات اچھی طرح کہہ اور سن سکتے تھے۔ جب آپ سے سوال کیا جاتا۔ کہ آپ کون ہو تو نہایت خوش بیانی سے کلام فرماتے اور کہتے کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ دلیر تر اور سخت تر عرب ہوں۔

سب سے پہلے جب کہ آپ نے بولنا شروع کیا تو یہ کلام فرمائی تھی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اور اس وقت تک کسی چیز کی طرف ہاتھ نہ اٹھاتے۔ جب تک کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نہ کہہ لیتے اور بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو نہ اٹھاتے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وقت برہنہ ہو جاتے

تو دست قدرت سے کپڑا آجاتا۔ حضرت عباس رضؓ نے کہا ہے۔ کہ یا رسولؐ آپ کی نبوت کے نشانوں میں کہ جن کی طفیل میں دولت اسلام سے مالا مال ہوا ہوں۔ ایک یہ ہے کہ آپ عہد مہد میں چاند سے گفتگو کرتے تھے آپ کبھی کسی لڑکے سے نہ لڑتے تھے۔ اور نہ ہی کبھی مٹی وغیرہ میں دوسرے بیہودہ لڑکوں کی طرح کھیلتے تھے۔ آپ دو سال کی عمر میں چار سال کی عمر کے لڑکوں کے برابر نظر آتے تھے۔ حلیمہؓ کہتی ہے کہ میں دو سال کے بعد آپ کو مکہ میں لے گئی۔ کہ آپ کو وارثوں کے حوالہ کیا جائے۔ راستے میں ویسے ہی واقعات پیش آتے رہے۔ جیسے کہ اُس وقت پیش آئے۔ جبکہ آپ کو شیر خوارگی کی حالت میں لے کر آئی تھی۔ بعد از قطع منازل جب مکہ میں پہنچی۔ تو اس وقت میرا دل محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔ آخر میں نے آپ کی والدہ سے اصرار کیا۔ اور کہا کہ مبادا مکہ کی آب وہوا آپ کی مزاج کے موافق نہ آئے۔ کچھ عرصہ اور میرے پاس ہی رہنے دیجئے۔ بہت سے حیلے کے بعد پھر واپس لے آئی۔ حتیٰ کہ چھ سال کی عمر تک میرے پاس ہی آپ نے پرورش پائی۔ درحقیقت اس میں بھی خدا کی حکمت تھی۔ کہ وہ بچہ جس نے بڑے ہو کر بڑے بڑے فصحاء و علماء کا ناطقہ بند کرنا ہے۔ وہ جاہل اور بے وقوف لوگوں میں ہی پرورش پائے۔ تاکہ کسی منکر کو اس امر کی حجت نہ ہو۔ کہ عالم لوگوں میں رہنے کے باعث صحبت کے اثر سے اس لیاقت کو پہنچا ہے۔ آپ کی عمر مبارک اُس وقت چالیس دن کی تھی۔ جبکہ حلیمہ کے سپرد کئے گئے تھے اور چھ سال کی عمر تک حلیمہ کے پاس رہے۔ اس وقت ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ چونکہ آپ کو سستی اور کسالت سے نفرت تھی۔ اس واسطے آپ نے حلیمہ کو کہا کہ بہتر ہوگا کہ دوسرے رضاعی برادروں کے ہمراہ میں بھی بکریاں چرانے جایا کروں۔ حلیمہؓ نے بہت سے اصرار کے بعد منظور کیا۔ اور کچھ عرصہ تک بکریاں چراتے رہے۔

ایک دن عین نصف النہار کے وقت حلیمہؓ کا لڑکا حیران و پریشان اور گریہ زاری کرتا ہوا حلیمہؓ کے پاس آیا حلیمہؓ نے گھبرا کر پوچھا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ دو آدمی آئے اور محمدؐ مصطفٰے (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اُٹھا کر پہاڑ پر لے گئے۔ اور پیٹ مبارک کو چاک کر دیا ہے۔ اور خیال ہے کہ اس وقت محمدؐ مُردہ ہو نگے۔ حلیمہؓ نے جب یہ قصہ سُنا تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اور افتاں و خیزاں اس پہاڑ پر پُہنچی۔ تو آپ کو صحیح و سالم تندرست اور خوش و خرّم پا کر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور تمام ماجرا پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے مادر مہربان میں ہر طرح بخیریت ہوں۔ جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا۔ تو ناگاہ دو مرد بزرگ تشریف لائے۔ اور مجھ کو اُٹھا کر یہاں لے آئے۔ ایک نے میرے شکم کو چاک کیا۔ مگر میں نے کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔ دوسرے نے میرے دل کو نکال کر اس میں سے ایک سیاہ رنگ کا ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور کہا کہ مُبارک باد اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ شیطانی خطّہ کو باہر نکال کر پھینکدیا۔ اور تجھ کو خداوند کریم نے شیطان کے مکروں سے بچالیا۔ پھر اس کی بجائے کوئی نورانی چیز رکھدی۔ اور میرے پیٹ کو پھر ویسا ہی کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر پانچ سال ایک ماہ کی تھی۔ اس واقعہ سے حلیمہؓ بہت گھبرائی۔ اور خاوند سے صلاح کر کے آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے۔ اور تمام واقعہ سُنایا۔ کاہن نے کہا۔ لڑکے کو خود حال سُنانے دو۔ جب آپ نے تمام حال سُنایا۔ تو کاہن بولا۔ کہ اے ابو ذویب اس لڑکے کو فوراً قتل کر دو اور مجھے بھی ساتھ ہی قتل کر دو۔ یہ وہی لڑکا ہے۔ جو کہ تھوڑے ہی عرصہ بعد ہمارے دین کو جھوٹا اور مذہب کو باطل کہے گا۔ یہ پیغمبر آخر الزمان ہے۔ حلیمہ اور ابو ذویب نے اس گفتگو کے بعد کاہن کو بُرا بھلا کہا۔ اور کہا کہ اگر ہم جانتے کہ تو ایسا پاگل اور بیہودہ ہے۔ تو تیرے پاس آتے ہی کیوں۔ بعد ازاں آپ کو حلیمہ گھر لے گئی۔ اور صلاح مشورہ کر کے مکہ کی جانب روانہ ہوئے

اثنائے راہ میں یہ ندا سنتے جاتے تھے کہ "خیر و امان قبیلہ بنی سعد سے رخصت ہوا۔ مبارک ہو وہ مقام جہاں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب رہائش اختیار کرینگے" انجام کار جب دروازہ مکہ محترمہ پر پہنچے۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے پاس بٹھا کر حلیمہؓ قضا حاجت کے واسطے باہر گئی۔ اسی جگہ اُسنے ایک خوفناک آواز سُنی۔ اور گھبرائی ہوئی آدمیوں کے پاس آئی۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھ کر زار زار رونے لگی۔ اور آدمیوں سے پوچھا کہ کہاں ہے وہ میرا لڑکا جس کو میں یہاں بٹھا گئی تھی۔ آدمیوں نے کہا کہ کونسا لڑکا۔ حلیمہؓ نے کہا کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم جس کی برکت سے میں نے راحت اور آرام حاصل کیا جس کی طفیل میں اپنے قبیلے میں ممتاز ہوئی۔ جس کے بدن مبارک میں سے ہر وقت عطر اور مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمیں لات اور عزیٰ کی قسم ہے کہ ہم نے نہیں دیکھا۔ اور نہ ہمیں خبر ہے۔ یہ سُن کر حلیمہؓ کے ہوش اُڑ گئے اور زار زار روتی ہوئی کہتی تھی کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ملا۔ تو میں اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دوں گی۔ آخر کار جب جستجو سے ناامید ہوگئی تو رو رو کر کہتی تھی:۔ اے نور دیدہ۔ اے یار پسندیدہ۔ اے گل گلزار عرفانی۔ اے محرم راز نہانی۔ اے روح روان عاشقاں۔ اے انیس دلِ غریباں۔ اے مرہم سینہ ریشاں۔ اے دُر دریائے عرفان۔ اے میرے باعث سرافرازی۔ اے میرے محبوب دلنوازی۔ **شعر**

اے میرے یوسف زلیخا کیطرح بیتاب ہوں ۔ دل سے ہوں مشتاق تیرے روئے پُر انوار کی
جلد آپیارے میرے دلبر میرے جانی میرے ۔ ورنہ ہوں مہمان دنیا میں یہ دو دم چار کی
کر دیا ہے مجھے تیرے درد نے افسردہ حال ۔ جاں بلب ہوں اب نہیں طاقت مجھے گفتار کی
آ مجھے جلوہ دکھا حسرت مٹا مرہم لگا ۔ میں ہوئی گھائل تیری تیغ ابروئے خمدار کی

حلیمہ نے پھر قسم کھائی کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نہ ملے۔ تو میں اپنے آپ کو

پہاڑ کی چوٹی پر سے گرا کر ہلاک کر دوں گی اسی انتظاری اور بیقراری میں پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ کر رہی تھی کہ ایک نہایت ضعیف العمر شخص آیا۔ اور گریہ زاری کا باعث پوچھا۔ حلیمہ نے صورت حال بیان کی۔ وہ پیر مرد فوراً واپس گیا۔ اور ہبل[۱] کے آگے سجدہ کیا۔ اور صورت واقعہ دہرائی۔ تمام بُت معہ ہبل کے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنتے ہی سرنگوں ہو گئے۔ اور آپ کی تعریف و توصیف میں زبان کھولی۔ اور کہا۔ ہمارا قتل اسی کے ہاتھ میں ہے۔ خداوند تعالےٰ اُس کو برباد نہیں کرتا۔ وہ پیر مرد روتا ہوا حلیمہ کے پاس پھر گیا۔ اور کہا کہ خداوند تعالےٰ تجھے تیری امانت دے گا۔ مگر دل تنگ نہ ہو۔ یہ بات سن کر حلیمہ عبدالمطلب کے پاس گئی۔ اور تمام واقعہ سُنا دیا۔ عبدالمطلب نے سُنتے ہی دل میں خیال کیا کہ شاید قریش نے میرے فرزند ارجمند کو چھپایا ہو۔ بڑے غصّے کی حالت میں اُس نے تمام قریش کو آواز دی۔ سب نے لبیک لبیک یا سیّدی کہتے ہوئے اپنے آپ کو عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر کیا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ میرا سرمایۂ زندگانی میرا مقصود و شادمانی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم گم ہو گیا ہے۔ اُسی وقت سوار ہوئے اور آپ کی تلاش میں نکلے۔ عبدالمطلب زار زار روتا ہوا یہی کہتا جاتا تھا

ع جز مرگ اب تو دل میں کوئی آرزو نہیں ٭ افسوس ہم موجود ہیں اور تو ملتا نہیں

عبدالمطلب سینہ بریاں و چشم گریاں مناجات کرتا جاتا تھا۔ کہ غیب سے ندا سُنائی دی کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خدا موجود ہے۔ جو کہ اس کو ضائع نہیں کرتا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ پھر وہ کہاں ہے۔ ہاتف نے ندا دی کہ تہامہ کی وادی میں ایک درخت کے نیچے ہے۔ عبدالمطلب ایک اور آدمی کے ساتھ اُس طرف دوڑا۔ راستے میں ورقہ بن نوفل بھی مل گیا۔ جب اُس مقام پر پہنچے تو آپ کو ایک درخت کے نیچے فرش خاک پر مسجود پایا۔ عبدالمطلب کے پہنچنے پر آپ نے سر اُٹھایا تو دیکھتے ہی عبدالمطلب نے کہا۔ مصرع ع خدا رکھے تمہیں تم ہو نظر پڑی ہی عالم کی۔

---

[۱] سب سے بڑے بُت کا نام ہے ٭

پھر پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ اے جد بزرگوار میں محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ عبدالمطلب نے آپ کی بلائیں لیں۔ اور اُٹھا کر گھر میں لے آیا۔ جب آپ کی مادرِ مشفقہ حلیمہ اور بی بی آمنہ نے دیکھا۔ تو ہاتھ اور مُنہ کو بوسہ دیا۔ اور شکریہ ادا کیا۔ اور بہت سامال صدقہ میں تقسیم کیا۔ اس وقت آپکی عمر مبارک پورے چھ سال کی تھی۔ جبکہ اپنی والدہ کے پاس آئے۔ اور حلیمہ کو بہت سامال دے کر رخصت کیا ۔

باب دوم

جب آپ کی عمر پورے ۶ سال کی ہوگئی۔ تو حلیمہ کی سرپرستی سے نکل کر اپنی والدہ ماجدہ کے زیر سایہ آئے۔ مگر افسوس کہ والدہ کا سایہ بھی بہت دیر تک نہ رہا۔ کیونکہ چند دنوں بعد ہی اپنی والدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور اس جگہ ایک دن آپ ایک کنوئیں پر سیر کر رہے تھے۔ کہ پاس سے چند ایک یہودیوں کا گذر ہؤا۔ اور ایک یہودی نے پہچان کر اپنے ہمراہیوں کو کہا کہ یہ لڑکا خاتم المرسلین ہے۔ جب اس واقعہ کی خبر آپ کی والدہ کو ملی تو فی الفور اس خیال سے کہ خدانخواستہ میرے فرزند ارجمند کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ مکہ کی راہ لی۔ مگر راستہ میں مقام ابوا پر پہنچکر عالم فانی سے رحلت کی۔ آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور قافلے کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر چھ سال ایک ماہ کی تھی۔

اس سال قحط کا بھی از حد غلبہ تھا۔ اور خلقت کا ابتر حال تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص مسمی ضیف بن ہاشم کو خواب آیا۔ کہ ایک شخص کہتا ہے کہ تم میں ایک شخص بلند قد۔ سفید جسم اور خوشرو ہے۔ اس کے ایک یتیم پوتا ہے۔ اس کو کہو اپنے فرزند کو لیکر پاک و مطہر ہو کر کعبہ کا طواف کریں۔ اور باقی آدمیوں کو بھی ساتھ

لے بعد ازاں کوہ ابو قبیس پر جا کر دُعا کریں۔ اور اس لڑکے کو ساتھ لے جائیں۔ تو خداوند تعالٰے برکت نازل کرے گا۔ صبح اُٹھ کر وہ سوچتا تھا۔ اور معاً زبان سے یہ نکلا کہ اس حلیہ کا آدمی عبد المطلب ہے۔ اور اسی کے پاس یتیم لڑکا محمدؐ بن عبد اللہ ہے۔ دوڑتا ہؤا عبد المطلب کے پاس آیا۔ اور خواب سُنائی۔ عبد المطلب نے بموجب خواب کے تمام آدمیوں کو عمل کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں آپ کو کاندھوں پر اُٹھا کر کوہ ابو قبیس کی طرف روانہ ہو آئے۔ اور کعبہ کا طواف کرنے لگے۔ اور نہایت عاجزی سے عبد المطلب نے دعا مانگی۔ اور باقی آمین پُکارتے جاتے تھے ابھی دعا ہی میں مشغول تھے۔ کہ باران رحمت بہ برکت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم برسنی شروع ہوئی۔ اور سب لوگ شادان و فرحاں ہو گئے۔ اب عبد المطلب پہلے سے زیادہ خاطر و مدارات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کرنے لگے۔ چنانچہ ادب یہاں تک تھا کہ خاص عبد المطلب کی نشست گاہ پر کسی فرد بشر کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی۔ مگر آنحضرت بخوشی جہاں چاہتے۔ بیٹھ جاتے عبد المطلب منع نہ کرتا تھا۔ کیونکہ وہ قبل ازیں بہت سی بشارتیں آپ کی بزرگی کی نسبت دیکھ چُکا تھا۔ اور آپ کی جبین مبین پر بزرگی و جلال کا ملاحظہ کرتا تھا۔ اگر عبد المطلب سو رہا ہوتا تو سوائے آپ کے اور کوئی نہ جگا سکتا۔ ور عبد المطلب آپ کی خوش بیانی اور شیریں کلامی پر از حد نازاں تھا۔ اور عبد المطلب کو آپ کے ساتھ اس قدر محبت و الفت تھی۔ کہ کسی اور دوسرے کے ساتھ نہ تھی۔ اگر کوئی شخص عبد المطلب کی نشست گاہ پر کو آپ کو اُٹھانا چاہتا تھا۔ تو عبد المطلب بڑے جوش میں آکر کہتا۔ کہ چھوڑ دو میرے لڑکے کو تاکہ وہ بیٹھے۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اس میں بزرگی کے آثار و انوار پائے جاتے ہیں۔ یہ کسی وقت تمہارا سردار ہوگا۔ جب آپ عبد المطلب کی مسند پر بیٹھے ہوتے۔ تو آپ کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوتا۔ اور آپ کی حرکات و سکنات کو بخوبی دیکھ کر کہتا۔ کہ دیکھو علوِّ جاہ اور مرتبہ کے کیسے کیسے

آثار روئے پُرانوار سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ شعر

ہو گُل روئے محمدؐ کی ثناخوان بُلبُل

چھوڑ دے اُلفتِ گلہائے گلستان بُلبُل

ایک برس تک آپ عبدالمطلب کے پاس رہے۔ جب ایک سو بیس سال کی عمر میں عبدالمطلب نے سمجھا کہ اب چراغ حیات گُل ہوتا جاتا ہے۔ اور کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے پیالے کو پینے کا وقت آیا۔ تو اس وقت سوائے آپ کے خیال کے اور کسی کا خیال نہ تھا۔ چنانچہ اپنے سارے فرزندوں کو بلایا۔ اور کہا کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے موت سے مخلصی پائی ہو۔

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ٭ زجام دہر من کل علیہا فان

اب میں چراغ سحری ہوں۔ بتاؤ کہ تم میں سے کون اس دریتیم کی پرورش کریگا ابولہب جو کہ سب سے بڑا تھا حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ عبدالمطلب نے کہا کہ بے شک تیرے پاس زیادہ مال و دولت ہے۔ مگر تو بے رحم اور ظالم ہے۔ اور یتیم خستہ دل اور زخمی جگر ہوتے ہیں۔ تو اس لائق نہیں کہ اس عہد کو پورا کرسکے۔ بعد ازاں حضرت حمزہؓ نے عرض کی۔ تو اس کو جواب دیا۔ چونکہ تیرے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے۔ تو اس کو نہ سنبھال سکیگا بعد ازاں حضرت عباسؓ خدمت بجا لا کر عرض کرنے لگے۔ تو آپ کو بھی عبدالمطلب نے یہی جواب دیا کہ تو کنبہ دار ہے۔ تو ان کی فکر میں محمدؐ کا خیال اچھی طرح نہ رکھ سکے گا۔ اسی طرح سے سب ہوتے گئے۔ آخیر پر ابو طالب اُٹھے۔ جو کہ سب میں چھوٹے تھے۔ اور عرض کی یا سید قریش اگرچہ میں غریب ہوں۔ مگر جان و دل سے پرورش اور حفاظت کرونگا۔ عبدالمطلب نے منظور کیا۔ اور کہا چونکہ تو نرم دل ہے۔ اس واسطے امید کرتا ہوں کہ تو اس عہد کو سرانجام کرسکے گا۔ بعدہٗ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بُلا کر فرمایا کہ تم ان سب میں سے کس کے پاس رہنا چاہتے ہو۔ آپ نے کچھ دیر تأمل کر کے ابو طالب پر ہاتھ رکھا۔ عبدالمط

کہا۔ اب مجھے موت کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بعد ازاں ابوطالب کو چند ایک وصیتیں آپ کی حفاظت کے بارے میں کیں۔ اور آپ کو بہت سا پیار کیا۔ اور پیار کرتے ہوئے ہی اس شعر کو پڑھتے ہوئے (شعر)

محفل یار میں دل اور کوئی دم جلتا ٭ ساتھ تو نے نہ دیا آہ چراغ سحری

داعی اجل کو لبیک کہا۔ جب عبدالمطلب کے جنازہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو آپ ابوطالب کے گھر میں گئے۔ گو دل میں اپنے پیارے اور سرپرست کا داغ جدائی بھرا ہوا تھا۔ مگر ابوطالب کی نرم اور محبت بھری باتوں نے اس زخم پر مرہم رکھنا شروع کیا۔ ابوطالب اپنے فرزندوں میں سے کسی سے بھی اتنی محبت نہ کرتا جتنی کہ آپ کے ساتھ کرتا۔ جبتک آپ طعام تناول نہ فرما چکتے کنبہ میں کوئی شخص روٹی نہ کھاتا۔ آپ ہمیشہ علی الصباح اُٹھتے۔ اور ہاتھ مُنہ دھو کر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر بار بار کہتے۔ آپ کی برکت سے ابوطالب کے گھر میں ہر وقت رحمت رہتی۔ چنانچہ جس برتن میں آپ روٹی کھاتے۔ اُسی میں باقی کھاتے تھے۔ اور وہ طعام ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ سب سیر ہو جاتے اور پھر بھی طعام ویسا ہی پڑا رہ جاتا۔ ایک دن ابوطالب کے ساتھ آپ سفر میں تھے کہ ابوطالب پر تشنگی غالب ہوئی۔ آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ اور پھر اُٹھے۔ تو ابوطالب نے دیکھا کہ وہاں ایک پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا۔ تو ابوطالب نے سیر ہو کر پی لیا

اسی سال نوشیروان عادل شاہ ایران اور حاتم طائی نے وفات پائی۔

آپ کی تربیت دستِ قدرت سے ہوتی رہی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک دن میں اہل مکہ کے لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اور پتھروں کو اپنے اپنے ازار بند و میں باندھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا رہے تھے۔ جب میں نے بھی اسی طرح آزار بند میں پتھر کو باندھنے کا ارادہ کیا۔ تو ناگاہ دست غیبی نے مجھے منع کیا اور ندا آئی۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آزار بند کو سنبھال۔ اسی طرح ہوتے ہوتے آپ کی عمر مبارک کے بارہ سال ختم ہو گئے۔

اس کے بعد ایک دن ابو طالب نے سفر شام کے واسطے سامان تیار کیا۔ کہ تجارت کرے۔ جب ابو طالب روانہ ہونے لگا۔ تو آپ پر رقت طاری ہو گئی۔ ابو طالب نے پوچھا کہ یا محمدؐ کیوں رو رہے ہو۔ تو آپ نے نہایت مایوسی سے جواب دیا کہ آپ مجھے کس کے سہارے پر چھوڑے جاتے ہو۔ اس بات سے ابو طالب زار زار رونے لگا۔ اور قسم کھائی کہ اب میں تجھ سے ایک دم کے واسطے بھی جدا نہ ہونگا۔ انجام کار آپ کو ہمراہ لے لیا۔ باوجودیکہ دیگر کنبہ داروں نے منع کیا کہ اس چھوٹے بچے کو آفتاب کی تمازت اور سموم کی حرارت سے تکلیف پہنچیگی مگر ابو طالب نے نہ مانا۔ اور ساتھ لے چلا۔ راستے میں ابو طالب نے دیکھا۔ کہ آپ کے فرق مبارک پر ایک سفید ابر سایہ کئے ہوئے تھا۔ اور آپ کی طفیل ابو طالب بھی دھوپ کی شدت سے بچ رہا۔ یہانتک کہ ایک مقام پر اترے جو کہ بصرہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھا۔ اس جگہ راہبوں کی ایک جھونپڑی تھی۔ جو کہ مذہب عیسوی کے پابند تھے۔ انہوں نے اپنی سابقہ کتب سماوی سے یہ معلوم کیا ہوا تھا۔ کہ اسجگہ کو ایک دن پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قدوم میمنت لزوم سے منور فرمائیں گے۔ اس واسطے انہوں نے اس جگہ وہ عبادت گاہ بنائی تھی۔ تاکہ آپ کا دیدار حاصل کریں۔ ان دنوں میں بحیرا نامی راہب اس جگہ رہتا تھا۔ اس سے پیشتر ہزارہا قافلے اس جگہ سے گزرتے تھے۔ مگر راہب اپنی دھن میں مشغول رہا کرتے تھے۔ بحیرا کے وقت بھی کئی قافلے گذرے مگر اس نے خیال تک نہ کیا۔ اب آپ کے اس جگہ قیام فرمانے کی نشانیاں بہت ہی قریب پہنچ گئی تھیں۔ اور بحیرا ہر روز دروازے پر بیٹھتا تھا اور منتظر تھا کہ وہ ماہ لقا دُر معدن صفا حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلعم کب تشریف لاتے ہیں۔ اور میری جھونپڑی ان کے قدوم میمنت لزوم سے کب مشرف وممتاز ہوتی ہے۔ اور میں کب ان کی خدمت سے سعادت ابدی حاصل کرتا ہوں۔ اس دن جب کہ اس قافلہ کی آمد آمد تھی۔ بحیرا دروازہ پر

مشتاق بیٹھا ہوا منتظر نگاہوں کو مکہ مکرمہ کی طرف دوڑاتا تھا۔ کہ یکایک آں جمال جہاں آرا بصد عز و جاہ دور سے شتر صبا رفتار پر سوار نظر پڑا۔ اور بحیرا زبان حال سے پکار اٹھا۔ (اشعار)

بادشاہوں سے بھی کچھ بڑھکر ہے اسکا رتبہ	جسکو حاصل تیرے دروازے کی دربانی ہے
اور کیا اسکے سوا اس کا پتا دوں قاصد	مثل خورشید چمکتی ہوئی پیشانی ہے
خود بخود آج جو آیا ہے میرے گھر دلبر	یہ بلا شبہ و یقین قدرت یزدانی ہے
محو حیرت تیری صورت پر فقط میں نہیں	آئینہ کو بھی تیری شکل سے حیرانی ہے

بحیرا نے عالم انتظار میں دیکھا کہ ان کے فرق مبارک پر ایک سفید ابر سایہ کیئے ہوئے ہے۔ اور راستہ میں شجر و حجر و چرند و پرند غرضیکہ جو چیز ملتی ہے۔ آگے بڑھ کر صد ادب جھک کر کہتی ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ۔ جب آنحضرت اس جھونپڑی کے قریب پہنچے اور اس خشک درخت کے نیچے اترے جو کہ سابقہ پیشینگوئیوں میں درج تھا درخت اسی وقت سرسبز و شاداب ہو گیا۔ اور وہ بادل درخت کے اوپر سے ہو کر سایہ ڈالنے لگا۔ بحیرا کا دل عالم افراط خوشی میں جامہ سے باہر ہو رہا تھا۔ اور اور کہتا تھا کہ وہ مبارک وقت کب آتا ہے کہ آنحضرت صلعم سے شرف ملاقات حاصل ہو۔ انجام کار وہ سوچ کر قافلہ میں آیا اور بعد سلام سنت الاسلام بعد ادب قافلے والوں سے کلام کیا۔ کہ اگر غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر ما حضر تناول فرماویں تو عین سعادت ابدی اور دلیل سرافرازی ہے۔ قافلے والے حیران تھے کہ قبل اس کے کئی دفعہ ہم اسی جگہ سے گذرتے رہے۔ مگر کبھی کسی نے پوچھا تک نہیں۔ نہ معلوم آج کیوں یہ خاطر و مدارات ہو رہی ہے۔ اسی اثنا میں چند نفر فرقہ یہود بے سود کے آپ کے شہید کر دینے کی خاطر آئے۔ کیونکہ انہوں نے بھی اپنی سابقہ کتابوں میں بھی اس جگہ تشریف لانا پڑھا ہوا تھا۔ جب انہوں نے بحیرا سے ملاقات کی تو بحیرا نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کون شخص ہے انہوں نے

کہا ہاں۔ وہ پیغمبر آخر الزمان ہوگا۔ پھر بحیرا نے کہا کہ جب خداوند کریم نے اپنے
فضل عمیم سے ان کو ضرور سید انبیا سرور اولیا کرنا ہے تو تمہاری کوشش
بالکل فضول اور لاحاصل ہے۔ خداوند خود اس کا محافظ و متکفل ہے۔ سوائے
ندامت و پریشانی کے اور تمہیں کیا حاصل ہوگا۔ اس بات سے یہود مردود
نافرجام بدانجام بے نیل مرام واپس چلے گئے۔ بحیرا نے اسباب ضیافت
مہیا کر کے قافلے والوں کو بلایا۔ جب ابوطالب نے جانیکا ارادہ کر کے آپ کو بھی
ضیافت پر تشریف لے جانے کیواسطے کہا۔ تو آپ نے اشارے سے منع فرمایا
اب سوائے آپ کے اور ابوطالب کے سب ضیافت پر چلے گئے۔ جب
بحیرا نے دیکھا کہ اس دُرِ دریائے معانی و گل گلزار عرفانی نے مجلس میں قدم رنجہ
نہیں فرمایا تو کلیجہ پکڑ کر رہ گیا اور بولا ؎

نہیں ملتا وہ ہم سے جسکو ہم نے دل میں رکھا ہے | ہمیں انکے غرورِ حسن نے مشکل میں رکھا ہے
فدا ہوں صورتِ پروانہ اسکی شمع روئی پر | قدم جس دن سے ہمنے یار کی محفل میں رکھا ہے
غضب ہے چاہنے والے ہی کو تم بھول بیٹھے ہو | نہیں تو ہمنے آنکھوں میں چھپایا دل میں رکھا ہے
تجھے میری قسم اتنا بتا دے اے نگاہ ناز | تو کسکو ڈھونڈتی ہے اور کیا اس دل میں رکھا ہے
جگر میں چٹکیاں لیتی ہے چپکے چپکے رہ رہ کر | تری تصویر کو ہم نے جو اپنے دل میں رکھا ہے
تمہی دم سے میری جاں ساری رونق ہے یہ عالم کی | ہو لیلٰے تو پھر کیا پردۂ محمل میں رکھا ہے

پھر قافلے والوں سے مخاطب ہوا۔ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے۔ جس نے میرے
غریب خانہ پر قدم رنجہ نہ فرمایا ہو۔ سب نے ابوطالب اور آپ کا اسم مبارک
وردِ زباں کیا۔ جب بحیرا نے آپ کا نام نامی و اسم گرامی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سُنا تو پکار اُٹھا ؎

لب بندھتے احمدؐ کا بھی کیا نام ہی شیریں | یہ میم تو مصری کی ڈلی گھول رہا ہے

کہنے لگا کہ بس میرا مقصود تو وہی ہے حارث بن عبد المطلب آپ کو بلانے کے
واسطے گیا۔ بحیرا نے دیکھا کہ جب آپ درخت کے نیچے سے اُٹھے۔ اور روانہ ہوئے تو

وہ ابر سفید بھی اس سرمایۂ ہما پایہ پر سایہ کئے ہوئے ساتھ ساتھ آرہا ہے۔ جب اُس ماہ رُخسار گل عذار نے جھونپڑی میں قدم رکھا اور اپنے نور سے صومعہ کو منوّر فرمایا۔ بحیرا تعظیم و تکریم سے آداب بجالایا اور زبان حال سے پکارا ۔

ہمارے گھر میں وہ آئیں عجب یہ انکی قدرت ہے ٭ کبھی ہم ان کو اور کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

جب قافلے والے طعام کھا رہے تھے۔ تو بحیرا عالم خیال میں آپ کے جمال با کمال اور مصحف رخسار کی تلاوت کر رہا تھا۔ طعام کھا کر جب قافلے والے روانہ ہونے لگے۔ تو ابو طالب کو بحیرا نے اشارت سے بٹھا رکھا۔ جب سب قافلے والے چلے گئے تو یوں مخاطب ہوا کہ یہ کون شخص ہے۔ ابو طالب نے جواب دیا کہ میرا لڑکا۔ بعد ازاں بحیرا نے کہا کہ شاید اس کے ماں باپ زندہ نہیں ہیں۔ ابو طالب نے کہا ہاں۔ میرے بھائی کا لڑکا ہے۔ پھر بحیرا نے آپ کی طرف رُخ کیا کہ اے ماہ محبوبی و مرغوبی اے یار خوش اسلوبی تجھے لات اور عزّا کی قسم جو کچھ پوچھوں سچ بتانا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو لات اور عزّا کی سوگند نہ دے۔ کیونکہ میرے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کوئی میرا دشمن ہی نہیں ہے۔ پھر بحیرا نے کہا کہ اس خداوند کی قسم جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔ آپ نے کہا۔ ہاں اب سوال کرو۔ کیا کرتے ہو؟ بحیرا نے بہت سے سوال کئے۔ جن کا آپ نے کافی و شافی جواب دیا۔ جس سے اس کو یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین یہی محبوب با صفا ہے چاہا کہ مہر نبوّت بھی دیکھے۔ مگر آپ نے پیراہن کو اُٹھانے سے انکار کیا۔ کہ مجھے شرم آتی ہے۔ آخر کار ابو طالب کے اصرار پر آپ نے پیراہن مبارک کو اُٹھایا۔ تو بحیرا نے مہر نبوّت کو جیسی کہ کتب پیشینہ میں دیکھی ہوئی تھی۔ موجود پائی۔ مہر پر بوسہ دیا اور کہا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا۔

(شعر)

ہوتا گیا یوسف صدیق زلیخا کو عزیز ٭ دیکھنی آکے جو اک دن تیری نازک پٹرلی

بعد ازاں ابو طالب سے مخاطب ہوا۔ کہ یہ ختم الرسالت ہے۔ جملہ ادیان کو اپنا دین باطل کریگا۔ عنقریب ہی اس پر وہ دین نازل ہوا چاہتا ہے۔ اس واسطے

بہتر ہے کہ یہاں اس کو واپس لے جا۔ ایسا نہ ہو کہ یہود مردود جو کہ اس کے دشمن ہیں۔ خدانخواستہ کوئی گزند پہنچائیں۔ اور ابوطالب کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ اور ابوطالب اُنہیں پر عمل پیرا ہوا۔ اور مال و اسباب کو بصرہ میں ہی فروخت کر کے واپس مکہ پہنچا۔ بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس تجارت میں ابوطالب کو بہت سا نفع ہوا اس وقت آپ کی عمر ۱۳ سال سے کچھ اوپر تھی۔ ہے۔ رہے وہ واقعات جنکا نام عربوں نے حرب الفجار اول و حرب الفجار ثانی رکھا ہے اسی سال واقعہ ہوئے۔ یعنی قریش اور بنی ہوازن میں کسی سبب سے لڑائی ہوئی۔ حرب الفجار اس واسطے نام رکھا کہ ماہ محرم میں خون و فساد کرنا ممنوع تھا۔ مگر یہ لڑائیاں واقعہ ہی ماہ محرم میں ہوئی تھیں۔ حرب الفجار ثانی میں بموجب بعض روایتوں کے آپ بھی شریک تھے اور تھوڑی سی جھڑپ کے بعد صلح ہوگئی۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں خود دوسری لڑائی میں شریک تھا۔ اور اہل قریش جو تیر کہ دشمنوں کی طرف چلاتے تھے۔ میں وہ واپس اُٹھا اُٹھا کر اپنی قوم کو دیتا جاتا تھا۔ مگر اسجگہ بطفیل احمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل قریش کا پاسا زبر رہا۔ اور بنی ہوازن سے صلح ہوگئی۔

۱۴۔ ۱۵۔ اور ۱۶ سال کی عمر مبارک تک کوئی ایسا قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا لیکن سترھویں سال میں ابوطالب کی اجازت سے آپ اپنے چچا کے ہمراہ یمن کے سفر پر گئے۔ اور رستے میں خوارق و عادات آں سرور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظہور میں ویسے ہی آتی رہیں۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحیرا نامی راہب کی ملاقات سے چھ سات سال بعد اسجگہ سے گذرا۔ کہ جہاں بحیرا کو آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور بحیرہ کی جھونپڑی میں گیا۔ تو بحیرہ نے سوال کیا کہ وہ شخص کون تھا۔ میں نے کہا وہ محمدؐ بن عبداللہ۔ بن عبدالمطلب تھا۔ بحیرہ نے کہا کہ وہ خاتم المرسلین ہے۔ میں نے اسی دن سے

خاتم الرسالت کا یقین کرلیا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ جبکہ بحیرہ سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد ۱۸۔ ۱۹ سال کی عمر میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں۔ جب بیسواں برس شروع ہوا تو آپ پر ملائکہ کا ظاہر ہونا شروع ہوگیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی وقت ان کی نقل وحرکت کو دیکھ لیتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا۔ کہ اے چچا آج تین آدمی میرے پاس آئے۔ اور میری طرف اچھی نظروں سے دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے۔ کہ یہ وہی ہے۔ مگر ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ دوسرے چوتھے روز پھر فرمایا۔ کہ اے چچا ایک آدمی میرے پاس آیا۔ اور میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال کر پھر نکال لایا۔ مجھے اس سے ایک قسم کی راحت اور خوشی حاصل ہوئی۔ ابوطالب آپ کو کسی کاہن کے پاس لے گیا اور کہا کہ آپ کو کسی جن وغیرہ کا آسیب ہے۔ جب کاہن نے غور سے دیکھا تو کہا اے ابوطالب سراسر غلط ہے۔ یہ جملہ موجودات میں افضل واکمل ہے اس پر جن کا سایہ ہونا ناممکن امر ہے۔ یہ جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وسوسۂ شیطانی نہیں۔ عنقریب ہی تو دیکھے گا۔ کہ اس کی بلندی کا ستارہ کہاں تک پہنچتا ہے

۲۱ سال کی عمر میں ایک واقعہ جسکو اہل عرب **حلف الفضول** سے موسوم کرتے ہیں۔ ظہور میں آیا۔ یعنی جب عبدالمطلب نے وفات پائی تو ریاست تین شخصوں کے قبضے میں آئی۔ حارث۔ عبدالشمس وہشام۔ یہ عدل وانصاف تو کرتے تھے۔ مگر غریبوں پر ظلم و تعدی بھی کرتے تھے۔ تو جرہمیان وقطوربان کے قبیلے میں سے تین شخصوں۔ فضل بن حارث۔ فضیل اور مفضل نے یہ عہد کیا تھا۔ کہ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں رہنے دینگے جو کہ غریبوں پر ظلم کرتا ہو چونکہ ان تینوں شخصوں کے ناموں میں ف۔ ض۔ ل حروف آتے ہیں جن سے فضل بنتا ہے۔ اسی وجہ سے اس عہدنامہ کو فضول کہتے ہیں۔ اس فضول کے معنی نہ مذموم ہیں۔ اور نہ ہی محمود۔ بلکہ ان تینوں شخصوں کی نسبت سے

حلف الفضول سے یاد کرتے ہیں۔ اتفاقاً انہی ایام میں ایک شخص جو کہ قبائل عرب علاقہ یمن میں سے تھا۔ تجارت کا مال لے کر مکہ میں آیا۔ اور اس کو عاص بن وائل نے ظلم و تعدی کر کے لوٹ لیا تھا۔ جب اُس بیچارے نے سرداران قریش کے پاس جا کر داد خواہی کی۔ تو قبیلہ بنی ہاشم کے سرداران نے عاص بن وائل کے گھر جا کر اُس غریب کو مال دلوا دیا۔ اور اُس کو واجب سزا جو کہ ملنی چاہیئے تھی۔ دی۔ دیگر قبائل کے سر برآوردہ بھی بنی ہاشم کے ہمراہ تھے۔

اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ جنگلات مکہ میں بکریاں چراتے رہے۔ اور ملائکہ وغیرہ کی نقل و حرکت اور واقعات جو کہ اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ اسی قسم کے اور بھی ظاہر ہوتے رہے۔ اسی حال میں آپ کی عمر مبارک کے ۲۴ سال ختم ہو گئے۔ ان ایام میں عرب میں قحط زوروں پر تھا۔ بڑے بڑے مالداروں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اور فاقہ کشی سے دم توڑ رہے تھے۔ ان دنوں میں خدیجہؓ نے اپنا مال تجارت کے واسطے شام کی طرف بھیجنا چاہا۔ اور اس کو آدمیوں کی ضرورت تھی۔ جو کہ اس کے مال سے تجارت کریں۔ آخر کار اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہلا بھیجا۔ کیونکہ وہ دیانت و امانت اور حسن و جمالت کا شہرہ سُن چکی تھی۔ اس جگہ ایک یہ بھی روایت ہے کہ عاتکہ ہمشیرہ ابو طالب نے ابو طالب کو کہا کہ خدیجہؓ کے مال کے ساتھ آپ کو روانہ کر دے۔ ابو طالب پہلے تو مانع رہا مگر بعد میں صلاح مشورہ کر کے عاتکہ نے خدیجہ کو جا کر کہا۔

خدیجہ رضؓ ایک مالدار عورت تھی۔ اور حسن و جمال اور فضل و کمال میں بھی فرد تھی بہت سے مالدار اس کے ساتھ شادی کے خواہشمند تھے۔ مگر وہ کسی کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔ کیونکہ اُس نے بعد از فوتیدگی خاوند ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ چاند میری گود میں آگیا ہے۔ اور اس سے نور تمام عالم میں پھیل گیا۔ اس کی تعبیر کے واسطے اُس نے اپنے آدمی بحیرہ کے پاس بھیجے تھے۔ بحیرہ نے کہا تھا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص فضل و کمال میں افضل حسن و جمال

ہیں اعلیٰ۔ فصاحت و بلاغت میں فرد بنام محمد صلعم پیدا ہوگا۔ جس کا لقب خاتم المرسلین
ہوگا۔ اور تمہاری شادی اُس کے ساتھ ہوگی۔ خدیجہؓ اسی دن سے یاد خدا اور
انتظار راہ لقا محبوب کبریا کے اور کسی کام میں مشغول ہی نہ ہوتی تھی۔ اور جب
کبھی گھبرائی تو توراۃ لے کر آپ کے نام مبارک کی تلاوت کرتی۔

خواہ کس طرح ہؤا۔ اُس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا۔ اور اپنے
گھر کی آرایش وغیرہ کر کے انتظار محبوب میں چشم براہ ہو بیٹھی۔ اور آپ کیواسطے
ایک مسند بچھائی۔ اور غلاموں وغیرہ کو حکم دیا۔ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تشریف لائیں۔ تو کمال ادب و نیاز سے اُس محبوب دلنواز کی خاطر کر کے مسند
اعلےٰ پر بٹھائیں۔ اور آپ توراۃ لے کر بیٹھ گئی۔ جب آپ معہ عاتکہ کے تشریف
لائے تو خدیجہ نے کمال عزت و احترام سے سید انس و جان کو مسند پر بٹھایا۔
اور جو کچھ پیغمبر آخرالزمان کی نسبت دیکھا تھا۔ سب آپ میں موجود پایا۔ اور
دل ہی دل میں کہتی تھی۔ (نظم)

آج اپنے بخت پر مجھ کو سراسر ناز ہے	دمبدم شوق محمدؐ مونس و ہمراز ہے
شکر واجب ہے کہ فضل ایزدی دمساز ہے	احمدؐ محمود میرا دلبر طناز ہے
اللہ اللہ اس نبی کی ذات پر ہوں شیفتہ	عرش اعظم جس کا ایدل فرش پا انداز ہے
ذکر آنحضرتؐ ہو مجھکو راحت روح رواں	فکر آنحضرت ہی پیوستہ برگ و ساز ہے
آتی ہے ہر دم مجھے الہام حق سے یہ ندا	عاشقان احمدی پر باب رحمت باز ہے
میں تصدق ہو رہی ہوں دلسے اُسکے نام پر	جسکا روح القدس بھی اک عاشق جانباز ہے
دولت عشق محمد کا ملا حصہ مجھے	کون مجھ سا صاحب اقبال و سرافراز ہے
جانتی ہوں یہ کشش بمدعا پہنچائیگی	کیوں نہ ہو انجام بہتر نیک جب آغاز ہے

بعد ازاں صورت واقعہ ظاہر کی۔ آپنے بسر و چشم منظور کیا۔ اور سفر شام کی
تیاری ہونے لگی۔ حاصل کلام آپنے میسرہ نام غلام کے ہمراہ جس کے قبضہ
تصرف میں تمام مال تھا۔ روانہ کیا۔ چلتے وقت میسرہ کو خدیجہ نے کہا کہ تم سے

باہر نکلنے کے وقت مہار محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں دینی۔ اور جب مکہ سے روانہ ہوجاؤ تو پھر ایک فاخرہ لباس دے کر کہا کہ یہ پوشاک پہنا دینی۔

القصہ قافلہ باہر جمع ہوگیا۔ اور چلنے کے واسطے روانہ ہونے لگے۔ تو آپ کے رشتہ داروں نے جب آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا تو آبدیدہ ہوگئے۔ انجام کار قافلہ روانہ ہوا۔ اور آنحضرت کو میسرہ نے لباس فاخرہ پہنایا۔ اور بموجب نصیحت خدیجہؓ کے کوئی کام بغیر صلاح ومشورہ آپ کے نہ کرتا تھا۔

کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کے اقارب وعزیزان نے آپ کو غلامانہ لباس میں دیکھا تو سب رو پڑے۔ اور ابوطالب تو بیہوش ہی ہوگیا تھا۔ بعدازاں ہوش میں آکر بہت سا پیار کیا۔ اور حوالہ خدا کرتے ہوئے بادل ناخواستہ گھر میں آئے ایسے وقت میں جملہ ملائکہ نے عرض کی۔ کہ الٰہی یہ وہی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کہ جس کی شان میں لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ فرمایا ہے۔ یہ وہی محبوب ہے جو تجھے مرغوب ہے۔ یہ کہکر زار زار رونے لگے۔ خطاب آیا ہاں یہ وہی محبوب مرغوب ہے۔ یہ وہی مطلوب خوش اسلوب ہے۔ ؎

درمیان عاشق ومعشوق کارے رفت رفت

تو نہ معشوقی نہ عاشق مر ترا با این چہ کار۔

ابوجہل مردود اور عتبہ وغیرہ بھی اسی قافلے میں تھے۔ جب میسرہ نے آپ کو لباس فاخرہ پہنایا اور جو غلام بنام خزیمہ خدیجہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے دیا تھا۔ آپ کے روبرو پیش کیا۔ اور آپ کو آراستہ شتر پر سوار کیا۔ تو ابوجہل لعین نے جو کہ ہمراہ تھا۔ میسرہ کو خلعت فاخرہ اتار لینے کی نسبت کہا۔ اور سخت کام لینے کی ہدایت کی۔ مگر میسرہ نے جواب دیا۔ کہ میں تمہارا غلام نہیں ہوں۔ اور نہ میں تمہارا حکم مانتا ہوں۔ میں خدیجہؓ کا حکم مانونگا اور اسی پر جان قربان کرونگا۔

چلتے چلتے جب وہ اُسی بحیرہ راہب کی جھونپڑی کے پاس پہنچے۔ تو بحیرہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور اس کی جگہ نسطورا نامی راہب رہتا تھا۔ اس جگہ آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے۔ جب نسطورا نے دیکھا تو دوڑ کر آیا۔ اور کہا کہ تجھ کو لات وعزّےٰ کی قسم دیتا ہوں۔ سچ کہو۔ آپ نے فرمایا کہ لات و عزّیٰ کو میں دشمن جانتا اس بات سے نسطورا نے اس صحیفہ کی طرف دیکھا جو کہ اُس کے ہاتھ میں تھا اور کہنے لگا کہ اس خدا کی قسم جس نے عیسٰے علیہ السلام کو راستی سے مبعوث فرمایا۔ مگر اتنے ہی عرصے میں خزیمہ نے جب یہ حال دیکھا تو اُس نے گمان کیا کہ شاید کوئی دال میں کالا نہ ہو۔ قافلے والوں کو فی الفور اپنی طرف مخاطب کیا اور راہب پر حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ جب راہب نے یہ حالت دیکھی۔ تو دوڑ کر صومعہ میں گیا۔ اور دروازہ کو بند کر کے کہنے لگا۔ کہ مجھے کیوں ہلاک کرتے ہو میں قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جس قدر یہ قافلہ عزیز ہے۔ اور کوئی نہیں۔ کیونکہ اس قافلے میں رسول خدائے عالمیان وخاتم پیغمبران ہے۔ جو اس کی تابعداری کرے گا مخلصی پائے گا۔ جو بے فرمانی کرے گا وہ لعنت ابدی میں گرفتار ہوگا۔ بعد ازاں خزیمہ سے سوال کیا کہ کیا تجھ کو کوئی تعلق اس رسول عربیؐ کے ساتھ ہے اُس نے کہا کہ ہاں۔ راہب نے بعد ازاں راستہ کا احوال دریافت کیا۔ تو خزیمہ نے اونٹوں کا رہ جانا اور آپ کے دست کرم سے تیز رفتار ہو جانا اور فرق مبارک پر ابر کا سایہ کرنے کا تذکرہ کیا۔ تو راہب نے کہا کہ میں تجھ کو دو چار باتیں بتاتا ہوں۔ غور سے سُن لے۔ میں اس صحیفہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص جملہ ارض وسما میں افضل واکمل ہے۔ جملہ ادیان کو باطل کرے گا۔ کوئی اس جیسا بزرگ نہیں ہے۔ اسے خزیمہ اس کے دشمن بہت ہیں۔ اس کے بعد خزیمہ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور سب کچھ سُنایا۔ بعد ازاں نسطورا نے میسرہ کو بُلایا تو میسرہ نے بھی تمام واقعات جو کہ وہ دیکھ چکا تھا۔ راہب کے پوچھنے پر بتا دیئے۔ بعد ازاں میسرہ کو کہا کہ بہتر ہوگا۔ یہاں سے واپس ہو جاؤ۔ اور شام

کو مت جا۔ کیونکہ اس ملک میں اس کے بہت سے دشمن ہیں۔
حاصل کلام میسرہ نے راہب کی باتوں کو قبول کیا۔ اور تمام قافلہ نے اسی جگہ مال و اسباب کو فروخت کیا۔ اور واپس مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بھی جاتے ہوئے میسرہ آپ کی بزرگی اور جلال کو دیکھتا جاتا تھا۔ جب کچھ فاصلہ بصرہ سے نکل آئے تو امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کہ اس قافلے میں ہمراہ تھے۔ میسرہ کو کہا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدیجہ کے پاس بطور بشارت کے بھیجے۔ میسرہ نے منظور کر کے چٹھی لکھ دی۔ اور ایک شتر کو نفیس تحائف سے آراستہ کر کے آپ کے حوالہ کیا۔ ابو جہل نے کہا کہ یہ ابھی خورد سال ہے۔ کسی اور کو بھیجدے۔ مگر میسرہ نے ابو جہل کو قرار واقعی جواب دے کر ٹھنڈا کیا۔ جب آپ قافلہ کی آنکھوں سے اوجھل ہوئے۔ تو چشمان نرگسینش میں نیند آگئی۔ اور سو گئے۔ شیطان لعین نے اس وقت موقع پایا۔ اور اونٹ کو راہ سے بے راہ کر دیا۔ کچھ دور اونٹ اسی طرف چلتا رہا۔ تھوڑے عرصہ میں خداوند کریم نے اپنے حبیب کی حفاظت کیواسطے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ کہ ابلیس مردود نے میرے حبیب کو راستہ سے دور کر دیا ہے۔ اُس کو فوراً راہ راست پر لگا کر دنوں کے سفر کو آج ہی ختم کر دو۔ اور حوالی مکہ میں چھوڑ دو۔ جبرائیل امین فوراً تشریف لائے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر آناً فاناً میں مکہ سے ایک میل کے فاصلے پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اس وقت آپ کی آنکھ کھُلی تو اپنے آپ کو مکہ کے نزدیک پایا۔ اس وقت خدیجہ بمعہ ایک دو خواصوں کے بالائے بام پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کہ ناگاہ نظر پڑی۔ دیکھا کہ ابر سفید آپ کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اُس وقت دھوپ شدّت پر تھی۔ گو خدیجہ نے پہچان لیا۔ مگر دوسری سہیلیوں سے مخاطب ہوئی۔

ایں کیست ایں ایں کیست آیں از دور پیدا آمدہ
ایں نور آلہی است از حق تعالےٰ آمدہ

ایں لطف و رحمت را نگر دیں بخت و دولت را بہ ببیں
در خانۂ بد اختراں خورشید سیما آمدہ

سہیلیوں نے کہا کہ ملکۂ عرب یہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ خدیجہ نے جواب دیا کہ یہ اکیلا یہاں کیا کر رہا ہے۔ شاید رستہ بھول گیا ہے۔ سہیلی نے کہا۔ کہ اے سیدۂ عرب مشک کو باوجود غمازی کے پنہاں رکھنا اور عشق کو آبدیدہ سے ڈھانپنا محالات میں سے ہے۔ اسی اثنا میں محمد امین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دروازہ پر آموجود ہوئے۔ خادمہ نے آپ کی تشریف آوری سے خدیجہ کو مطلع کیا۔ خدیجہ نے اندر بلایا۔ اور آپ نے وہ چھٹی جو میسرہ نے لکھ کر دی تھی۔ معہ تحفہ تحائف کے خدیجہ کے پیش کی۔ خدیجہ حال سے مطلع ہو کر شکر الہی بجالائی کیونکہ مال میں بیش از امید فایدہ ہونا صرف آپ کی برکت پر ہی دلالت کرتا تھا۔ بعدہٗ خدیجہ نے وہ اونٹ معہ تحائف کے آپ کو ہی بخش دیا۔ اور فی الفور چھٹی کا جواب لکھ کر واپس قافلے کی طرف روانہ کیا۔ آپ بفضل خدا اُسی دن ہی قافلہ میں جا پہنچے۔ ابھی قافلہ کے نزدیک ہی گئے تھے۔ کہ ابوجہل خوشی سے پکار اُٹھا۔ کہ اے میسرہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ کسی اور کو بھیج۔ مگر تو نے نہ مانا۔ وہ دیکھو واپس آرہا ہے شاید راستہ بھول گیا ہے۔ اور ابھی تک یہاں ہی ٹکریں کھاتا پھرتا ہے۔ پہلے تو میسرہ کے دل میں رنج پیدا ہوا۔ مگر اتنے ہی عرصہ میں جب آپ نے میسرہ کے ہاتھ میں چھٹی کا جواب دیا۔ تو وہ رنج راحت سے مبدل ہو گیا۔ اور ابوجہل کو پکارا۔ کہ میں اور محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نہیں بھولے۔ بلکہ تو ہی بھولا ہوا ہے۔ میری چھٹی کا جواب آگیا ہے۔ ابوجہل نے کہا کہ میں نہیں یقین کرتا۔ کہ چھ دن آنے اور چھ دن جانے کا سفر کس طرح ایک دن سے بھی کم عرصے میں ختم ہو جائے میں اپنے غلام کو خدیجہ کے پاس بھیجکر اس امر سے اطلاع دیتا ہوں۔ چنانچہ اس بدبخت نے اپنے غلام کو بھیج دیا۔ جب غلام چند روز بعد خدیجہ کے پاس پہنچا۔ تو اُس نے جواب دیا کہ چند دن ہوئے محمد امین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اسجگہ آیا تھا

اور چھٹی کا جواب لیکر چلا گیا۔ خیر تھوڑے ہی دنوں بعد قافلہ بھی آن پہنچا۔ اور میسرہ اور خزیمہ نے تمام راہ کا حال خدیجہ کو سنایا۔ خدیجہ کا دل گُل بہار کی طرح کھل گیا۔ اور پکار اُٹھیں۔

نظم

وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے دل کا نور ہے ٭ ہے فدا اس شعلہ رو پر میری جان پروانہ وار
اسکا اک اک لفظ میرے واسطے ہے جانفزا ٭ اسکے اک اک قول سے گھٹیا ہے دُر شاہوار
سرو بھی ہیں سروقد رہتے اُسی کے سامنے ٭ قمریاں بھی ہیں محبت میں اُسی کی بیقرار
بُلبلیں بھی سر پٹکتی ہیں اُسی کی یاد میں ٭ گُل بھی رہتے ہیں اسی کی یاد میں سینہ فگار
سب حسینانِ جہاں اُسکے مقابل ہیچ ہیں ٭ ساری دُنیا سے نرالا ہے وہ میرا شہریار

خدیجہ نے ان تمام واقعات کو جو کہ میسرہ سے سُنے تھے۔ پوشیدہ رکھنے کی نسبت حکم دیا۔ اور بہت سا انعام و اکرام دے کر راز کے اخفا کی سخت تاکید کی۔ اس وقت تک آپ کی عمر پورے پچیس سال ہو چکی تھی۔

خدیجہ کے اوصاف تو پہلے بیان ہو ہی چکے ہیں۔ کہ وہ ایک عقلمند حُسن و جمال اور عز و کمال میں فرد۔ اور خوش بیانی اور شیریں کلامی میں جیسی اعلےٰ تھی ویسی ہی حسب و نسب میں بھی کم نہ تھی۔ بموجب اپنے خواب کے صرف وقت کی منتظر تھی اور اب جبکہ آپ سے اُس کا تعارف بھی ہو گیا اور بخوبی اُسے یقین بھی ہو گیا کہ خاتم المرسلین شفیع المذنبین یہی ہے۔ کیونکہ بموجب تعبیر بحیرہ راہب حلیہ و اوصاف جو توریت میں درج تھے۔ آپ میں ہوبہو تھے۔ تو بمصداق ؎

وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

حیران و پریشاں سوچتی تھی کہ اس معاملہ کو چھیڑے تو کس طرح۔ اور گوہر مقصود سے دامن امید کو بھرے تو کس طرح۔ ناچار سوچ سمجھ کر اپنی سہیلی نفیسہ بنت مبنہ پر اپنے دل کا حال ظاہر کر دیا۔ اور اپنے خواب اور بحیرہ کی تعبیر کا تذکرہ بھی کیا۔ اور نفیسہ بنت مبنہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ جب اس نے آکر سارا حال سُنا دیا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ موجودہ وقت میں میں کسی طرح بھی اس لائق نہیں۔ کہ دوسرے کا بوجھ اُٹھا سکوں

تو نفیسہ نے کہا کہ اگر کوئی ایسی عورت ملجائے۔ جو کہ دولت مند ہو۔ اور تمہیں اس فکر سے نجات ملے۔ تو پھر منظور کرو گے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی ایک قسم کی عار ہے۔ مگر نفیسہ نے جس طرح ہو سکا۔ آپ کا منشاء لیکر خدیجہ کے پاس گئی۔ اور خدیجہ کو خوشخبری سنائی۔ تو خدیجہ بنت خویلد نے ایک وقت مقرر کر کے ابو طالب کو کہلا بھیجا۔ اب ابو طالب حیران ہوا کہ اتنی جلدی سامان وغیرہ کہاں سے تیار تیار ہو سکے۔ کیونکہ گھر میں اس قدر مال موجود نہ تھا۔ آپ بھی اسی حال میں پریشان تھے کہ یکایک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ اور اجازت مانگی۔ اجازت ملنے پر جب حضرت ابو بکر صدیق رض اندر گئے۔ تو آپ کی ملاقات کرتے ہی بولے۔ کہ میں آپ کے روئے پُر انوار پر رنج و ملال کے آثار دیکھتا ہوں اگر کوئی خدمت میرے لائق ہو تو فرمائیں بدل وجاں حاضر ہوں۔ اگر روپیہ وغیرہ کی کوئی کمی ہے۔ تو عبدالمطلب میرے پاس ایک ہزار درم اور کچھ کپڑے بطور امانت رکھ گیا تھا۔ کہ اگر کسی وقت کوئی کسی قسم کی تکلیف ہو تو رفع کریں۔ اب وہ وقت آیا ہے کہ میں امانت سے سبکدوشی حاصل کروں۔ آپ کے چہرے پر یہ بات سنتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

مگر ناظرین یہاں یاد رکھیں کہ امانت وغیرہ کوئی نہ تھی۔ چونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تھا کہ آپ کو اس امر کے پورا نہ ہو سکنے کے باعث کمال حیرانی ہے تو فوراً یہ خیال کر کے آپ کی خدمت میں آئے۔ اور یہ بھی خیال کیا کہ اگر میں نے کہا کہ میں بطور خیرات کے دیتا ہوں۔ یا یہ کہوں کہ قرض دیتا ہوں۔ تو آپ ہرگز نہ لینگے۔ اس واسطے صاحب صدق وصفا امیرالمومنین ابو بکرؓ بن قحافہ نے یہ خیال امانت والا کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

القصہ یہ بات کہتے ہی امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیق رض گھر میں تشریف لے گئے۔ اور فوراً نو جوڑے کپڑے اور ایک ہزار درہم لے کر آگئے۔ اور آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ اتنے میں بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی بڑے بڑے

نفیس کپڑے بھیجد یئے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں خدیجہ بنت خویلد کے روپیہ اور کپڑوں پر حضرت ابوبکرؓ والی امانت کو ترجیح دیتا ہوں۔ خیر حاصل کلام یہ ہے کہ بعد از تیار ہونے کے برفاقت اپنے چچوں کے ام المومنین بی بی خدیجہؓ بنت خویلد کے مکان کی طرف گئے۔ ابوطالب نے جمیع قریش کو بھی بلایا۔ اُدھر سے خدیجہؓ کا چچا عمرو بن اسد ولی عہد مقرر رہا۔ پھر ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اور جانبین سے ایجاب قبول کرایا۔ اور دیگر قریش کو گواہ کیا گیا۔ بعد ازاں خوشی سے اونٹ قربان کر کے ضیافت کی گئی۔ اُدھر خدیجہ رضؓ نے خوشی میں اپنے تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ بی بی خدیجہ رضؓ کا مہر چار سو مثقال سونا (مثقال = ۴½ ماشہ) مقرر ہوا اس کے بعد باقی سب گھروں کو چلے گئے۔ اور آپ اُسی جگہ فروکش رہے پھر ام المومنین بی بی خدیجہ رضؓ نے اپنے تمام مال و اسباب کو آپ کی ملکیت میں کر دیا۔ جب اس امر کی اطلاع ابوطالب کو ہوئی۔ تو بہت خوش ہوا۔ کہ آپ کی کفالت سے بیفکر ہو گیا۔ اور شکرانہ ادا کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال اور بی بی خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

اس کے دس برس بعد کعبہ کو از سر نو بنانے کا معاملہ درپیش ہوا پہلے کعبہ کی زمین نیچی تھی۔ اور بارش وغیرہ کا پانی عمارت کے اندر چلا آتا تھا۔ اب قریش آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کو بنانے کی سعادت مجھے حاصل ہو۔ آخر کار سب کی صلاح سے ایک ایک حصہ مقرر ہو گیا۔ اور عمارت اکھڑانے لگے۔ ابھی پہلی ہی ضرب پہلی عمارت کو گرانے کے واسطے لگائی تھی۔ کہ چاہ زمزم میں سے ایک بڑی مہیب چیز نکلی جس کے دیکھتے ہی سب دُم دبا کر بھاگے۔ دوسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ تیسرے دن پھر یہی حال ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس کئی دن آتے رہے۔ مگر ناکام جاتے رہے۔ آخر کار سب نے صلاح کر کے قربانی کی۔ اور ایک شخص کو نامزد کیا کہ تم آج خانہ کعبہ میں رات بسر کرو جو خواب رات کو تمہیں آئے۔ اُس سے اطلاع دو۔ جب وہ شخص صبح اُٹھا تو

اُس نے بیان کیا کہ ہماری صلاح کعبہ شریف کی پہلی بنیاد تک اکھیڑ دینے کی تھی۔ اور کعبہ کو وسیع کرنے کی منشا تھی۔ مگر خدا اس امر سے راضی نہیں ہے اور یہی وجہ اس خوفناک چیز کے ظاہر ہونے کی تھی۔ اب اصل بنیاد کو ہی اونچا کر کے عمارت شروع کرنی پڑے گی۔

دوسرے دن جب اس نیت سے آکر عمارت کو گرانا شروع کیا۔ تو کوئی ایسی چیز نہ نکلی۔ کہ جس سے ڈر آتا۔ آخر کار عمارت گرادی گئی۔ اور از سر نو کعبہ کو تیار کیا گیا۔ اور حجر علیحدہ کر دیا گیا۔ جب عمارت تیار ہوگئی تو اب حجر اسود کو اُٹھا کر رکھنے میں پھر پہلی طرح تنازعہ شروع ہوا۔ انجام کار یہ صلاح ٹھیری کہ کل جو شخص سب سے پہلے اس جگہ پر آوے۔ جو وہ فیصلہ کردے ہمیں منظور ہوگا۔ دوسرے دن سب سے پہلے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تشریف لے گئے۔ جب سب نے آپ کو دیکھا تو سر تسلیم خم کیا۔ اور فیصلہ طلب کیا۔ چونکہ آپ پہلے صادق اور امین کا خطاب حاصل کر چکے تھے۔ اسی واسطے کسی شخص نے چوں چرا نہیں کی۔ آپ نے کچھ دیر سوچ کر چادر زمین پر بچھائی۔ اور خود اُٹھا کر پتھر کو چادر میں ڈالا۔ پھر فرمایا کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک آدمی منتخب ہو کر آجائے۔ اور سب ملکر اُٹھا کر اپنی اصل جگہ پر لے چلیں۔ اس فیصلے سے سب خوش ہو گئے۔ اور اسی طرح کر کے اصل جگہ پر لے گئے۔ اس جگہ سے پھر آپ نے اُٹھا کر جہاں دیوار میں نصب کرنا تھا۔ اپنے دست مبارک سے نصب کیا۔ اس وقت آپکی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

اس سے پہلے دس سال میں اور آخر کے پانچ سال میں یعنی آپ کی شادی خانہ آبادی سے لیکر ظہور نبوت تک کوئی واقعہ سوائے بنائے کعبہ کے ایسا نہیں ہوا۔ جس کا تذکرہ کیا جائے۔ شان نور الٰہی کی تجلیات ۳۰ برس کی عمر سے ظاہر ہونی شروع ہو گئی تھیں۔

یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس وقت جبکہ آپ کے مبعوث ہونے میں

کچھ عرصہ باقی تھا۔ جن کے جویاں صرف چار شخص تھے۔ جو کہ بتوں کو سجدہ نہ کرتے تھے چنانچہ پہلا ورقہ بن نوفل تھا۔ یہ شام کی طرف گیا اور دین عیسوی اختیار کیا جب آپ مبعوث ہوئے تو اس سے تھوڑا عرصہ پہلے مکہ میں آیا۔ اور آپ کے مبعوث ہونے پر ایمان لایا۔ دوسرا عبد اللہ جحش تھا۔ یہ بھی ایک مدت تک دین الٰہی کی تلاش میں پھرتا رہا۔ آخر جب آپ مبعوث ہوئے تو آکر دین اسلام اختیار کیا۔ اور حبشہ کی جانب ہجرت کر گیا۔ تیسرے عثمان بن الحویرث تھا۔ جو ہجرت کر کے روم میں گیا۔ اور دین عیسوی اختیار کیا۔ اور اُدھر ہی وفات پائی۔ چوتھا زید بن عمرو بن نفیل تھا۔ اس نے بھی مکہ سے جانے کا ارادہ کیا۔ مگر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باپ خطاب نے نہ جانے دیا۔ اور اسی جگہ رہ کر انتظارِ رسالت کیا۔ یہ کعبہ میں جاتا اور کہتا " اللھم لو اعلم الوجوہ الیک عبدتک ولا اعلمہ" (مطلب) اے اللہ میں نہیں جانتا کہ تیری کس طرح عبادت کی جاتی ہے۔ اگر جانتا تو کرتا" یہ الفاظ کہتا۔ اور سجدہ کر کے چلا آتا۔ آخر کار چوری شہر مکہ سے نکل گیا۔ اور دین ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں ہر چہار طرف پھرا۔ آخر کار بلقان میں سے کسی راہب سے پتہ چلا کہ تمہارے اپنے شہر میں ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔ جو کہ آخری پیغمبر ہے۔ اور اس کا دین ابراہیم کا دین ہے۔ جملہ ادیان کو وہ دین باطل کریگا۔ یہ سُن کر وہ واپس مکہ کی طرف پلٹا۔ مگر جب خیبر میں پہنچا۔ تو کسی بے رحم نے مار ڈالا۔

باب سوم

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ تجلیات انوار الٰہی تو ۳۲ - ۳۳ برس کی عمر سے ہی شروع ہو گئی تھیں۔ اس طرح ہوتے ہوتے آپ کی عمر مبارک کے ۴۰ سال ختم ہو گئے۔ اور آخر چالیسویں سال میں پہلے خواب میں وحی ہونی شروع ہوئی جس کا

باعث یہ تھا کہ تو سن نفس نفیس ریاضت سے مطیع ہو۔ اور وحی کی عادت پڑے
جب چالیسواں سال ختم ہونیکے ۴ نکل کر گھر کی طرف جاتے یا گھر سے غار کی
طرف آتے تو راستہ میں ایک قسم کی آوازیں سنتے جاتے۔ جیسے کوئی بلاتا ہے۔
اس سے آپ کے خاطر عاطر پر خوف طاری ہوا۔ آپ نے بی بی خدیجہ رضہ سے بیان
کیا۔ تو انہوں نے آپ کو تسلی و تشفی دی۔ کہ خاطر جمع رکھو۔ سوائے نیکی کے
اور کچھ نہیں ہوگا۔ آپ کا یہ معمول تھا کہ گھر سے جاتے تو بھی اور غار سے آتے تو بھی
خانہ کعبہ کا پہلے طواف کرتے۔ بعد ازاں گھر یا غار کا راستہ لیتے۔ کچھ دنوں کے بعد
تو راتیں بھی غار میں ہی گذارنے لگے۔ جس کے باعث مستورات قریش بی بی خدیجہ رض
کو طعنہ مارتیں۔ کہ تو نے نکاح بھی کیا۔ تو کس شخص کے ساتھ۔ جو کہ تیری طرف
توجہ بھی نہیں کرتا۔ اور مفت میں تو نے اپنا مال و اسباب اس کی ملکیت میں کر دیا
اگر کسی اور کے ساتھ شادی کرتی تو وہ خود بھی تیری طرف توجہ رکھتا۔ مگر بی بی خدیجہ رض
اکثر اوقات خاموش رہتی۔ اور جب قریش کے طعنوں سے تنگ آجاتیں۔ تو یہ
جواب دیتیں :۔ "دل را بدل رہیست"
یعنی دل دلوں کو جانتے ہیں۔ مجھے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری تسلّی و تشفی ہے
غار حرا میں یاد خدا کرتے کرتے چالیس دن ہوئے تھے کہ وہ وقت آگیا۔ کہ
آفتاب رسالت کا طلوع ہو۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں تشریف
لائے۔ مگر اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ اور نہ ہی کوئی مکالمہ ہوا۔ پھر دوسرے دن
بروز دوشنبہ سترہ ماہ رمضان کو جبرائیل امین تشریف لائے۔ آپ اسوقت
تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آواز آئی۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر
بیٹھو۔ ہر چند آپ نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ مگر ندا کنندہ نظر نہ آیا۔ مکرر
آپ اسی طرح بیٹھ گئے۔ تو پھر ندا آئی قُمْ یا مُحَمَّدْ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (ترجمہ)
(اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ) آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ تو سامنے
ایک شخص بلند بالا۔ نورانی پیشانی اور دو چشموں کے درمیان اشھد ان

قریب جا کر آپ نے اپنا ٹھکانا غار حرا میں بنا لیا سارا دن اسی جگہ غور و فکر میں بیٹھے رہتے جب غار سے

لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا۔ چونکہ آپ نے کبھی ایسا شخص پہلے نہیں دیکھا تھا۔ خوف و دہشت طاری ہو گئی۔ اور ڈرتے ڈرتے فرمایا من انت رحمک اللہ فانی لم ارتسیا قط اعظم منک خلقا ولا احسن منک وجہا۔ تو کون ہے کہ میں کسی کو تیرے جیسا خوبصورت اور بزرگتر کبھی نہیں دیکھا۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ انا روح الامین المنزل علی جمیع النبییّن والمرسلین اقراء یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جبرائیلؑ ہوں کہ (خدا کے احکام لیکر) نبیوں اور رسولوں پر اُترتا رہا ہوں۔ پڑھ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے فرمایا کہ میں کیا پڑھوں۔ میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے ایک نامہ نکالا۔ اور پھر کہا کہ پڑھ۔ آپ نے پھر کہا کہ میں تو پڑھا ہوا ہی نہیں۔ پڑھ کیا سکتا ہوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے پھر تیسری دفعہ کہا تو آپ نے بھی پہلے ہی الفاظ دُھرائے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام بولے ۔

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ (ترجمہ) (اے پیغمبر) اپنے مالک کے نام سے جس نے (سب خلقت کو) پیدا کیا۔ (قرآن) پڑھ۔ اُسی نے آدمی کو بنایا۔ (اے پیغمبر) پڑھ تیرا مالک بڑے کرم والا ہے۔ اُسی نے قلم کے ذریعے لکھنا سکھلایا۔ آدمی کو وہ باتیں سکھلائیں۔ جو کہ وہ نہیں جانتا تھا۔ (پ ۳۰۔ س العلق)

آپ نے پڑھا۔ اور جو کچھ پڑھا وہ فوراً کالنقش فی الحجر ہو گیا۔ اس کے بعد جبرائیل ؑ نے اپنا پاؤں زمین پر مارا۔ جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ پہلے خود وضو کیا بعد ازاں آپ نے اُسی طرح وضو کیا۔ پھر جبرائیل نے نماز سکھلائی۔ اور اسی طرح مل کر پڑھی۔ جس وقت یہ سب کچھ ہو گیا۔ تو جبرائیلؑ اسی وقت غائب ہو گیا۔ بس نظر سے غائب ہونا تھا کہ از سر نو خوف طاری ہو گیا۔ اس وقت آپ نے چاہا کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا کر ہلاک کر دوں۔ مگر ناگاہ آواز آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمان کی طرف دیکھ۔ جب آپ نے اوپر نظر مبارک

اُٹھائی۔ تو جبرائیل علیہ السلام کو اُسی شکل میں دیکھا جس شکل میں کہ غار میں دیکھا تھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے پکارا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حبیب خدا سید انبیا۔ فخر اولیا۔ رسول خدا ہے۔ اور میں جبرائیل ؑ ہوں۔ اس کے بعد اس ارادہ کو فسخ کیا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب تک آپ گھر نہ پہنچ رہے جبرائیل علیہ السلام کی شکل ہی ادھر اُدھر سامنے نظر آتی رہی۔ جب آپ نے گھر میں قدم رکھا۔ تو جبرائیل امین غائب ہو گئے۔ آپ کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ کا لفظ وردِ زبان تھا۔ جب حسب ارشاد بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اوپر کپڑا اوڑھا دیا۔ تو کچھ عرصہ بعد ہوش آئی تو احوال گذشتہ آپ نے الف سے یے تک جو کچھ دیکھا۔ سُنا اور پڑھا تھا سُنا دیا جس سے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ تو بہت خوش ہوئیں۔ اور آپ کو بہت سی تسلّی و تشفّی دی۔ اور فرمایا کہ تو پیغمبر خدا ہے۔ کچھ خوف نہ کرو۔ اس کے بعد بی بی خدیجہ رضؓ اپنے چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ اور کہا کہ مجھے جبرائیل ؑ کے حلیہ سے مطلع کرو۔ ورقہ نے کہا کہ اے عزیز جبرائیل علیہ السلام کا اس دیار بُت پرستی میں کیا کام۔ لاحول ولا قوۃ کوئی عقل کی بات کرو۔ ام المومنین بی بی خدیجہ رضؓ نے کہا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آج جبرائیل ؑ مجھ پر نازل ہوا ہے یہ سُننا تھا کہ ورقہ بن نوفل فرط خوشی سے مضطرب ہو گیا۔ اور کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اس ملک کے دن بھی بفضل خدا سدھرتے نظر آتے ہیں۔ پھر کہا کہ جاؤ۔ جہاں پہلی پہل وحی نازل ہوا ہے۔ اُسی جگہ پھر آوے گا۔ پہلے تو تم نے اپنے آپ کو سنبھال کر بیٹھنا۔ اگر اس صورت میں تمہیں نظر آئے تو سمجھ لینا کہ جبرائیل ہے۔ پھر بال کھول کر بیٹھو۔ اگر جبرائیل ہوگا تو نظر نہ آئے گا۔ یہ بات سُن کر بی بی خدیجہ خوشی خوشی واپس گھر میں آئیں۔ اور آپ کو ہمراہ لے کر غار حرّا میں گئیں۔ وہاں جا کر کچھ عرصہ بیٹھے تھے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ آنحضرت صلعم نے بی بی صاحبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تو دیکھتی ہے۔ ام المومنین بی بی صاحبہ نے

جواب دیا۔ کہ ہاں۔ پھر بی بی خدیجہؓ نے اپنے بال کھول دیئے۔ اور بکھیر کر بیٹھ گئی
اُس وقت جبرائیل نظر نہ آیا۔ تو بی بی خدیجہ رضؓ نے فرمایا۔ مبارک ہو۔ اے محمد صلعم
یہ فرشتہ مقربین خدا میں سے ہے۔ یہ وحی رحمانی ہے۔ وسواس شیطانی نہیں ہے
خداوند تعالےٰ اپنے محبوبوں کو وسواس شیطانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ القصہ
بعد اس کے بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ معہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے
چچا ورقہ بن نوفل کے پاس گئی۔ اور سارا قصہ آپ نے خود اپنی زبان مبارک سے سُنایا
تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو پیغمبر آخرین اور محبوب رب العالمین
ہے۔ اور جلدی ہے کہ تو ایک کام پر مامور ہو گا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا
کاش میں جوان ہوتا۔ تاکہ میں اپنے عزیز کی مدد کرتا۔ جبکہ اس شہر کے لوگ اپنی
جہالت کے سبب سے تم پر تعدی کرینگے اور تم ہجرت کرو گے۔ اس کے بعد ورقہ
نے آپ کو بہت سا پیار کیا۔ تھوڑی ہی مدت گذرنے پائی تھی۔ کہ ورقہ نے وفات
پائی۔ اس کے بعد تین سال تک وحی نازل نہ ہوئی۔ جس سے کمال فکر و تشویش
پیدا ہوئی۔ مگر اس میں دو حکمتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کا دل اشتیاق وحی میں
حد تک پہنچ جائے۔ دوسرے یہ کہ جب سے آپ پیدا ہوئے۔ تو صرف تین سال
تک جبرائیل علیہ السلام آپ کی حفاظت سے غیر حاضر رہے۔ اس تین سال کی
مدت میں حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کی حفاظت کرتے رہے۔ چونکہ تین
سال تک وحی کے نازل نہ ہونے سے آپ کا خاطر عاطر بہت تشویش میں تھا۔
اس واسطے ایک دن بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ عداس نامی ایک راہب کے پاس
لے گئی۔ اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ عداس نے کہا کہ مبارک ہو کہ تو عنقریب ہی
ایک کام پر مامور ہو گا۔ اور تیرا دین دنیا کے تمام ادیان کو منسوخ کر کے قیامت
تک دنیا میں موجود رہے گا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو ہی خاتم المرسلین ہے۔ بعدہٗ
اس نے بھی ورقہ بن نوفل کے الفاظ دُھرائے کہ کاش میں اس وقت جوان ہوتا الخ
ایک دن بعد از منقضی ہونے تین سال کے جسکا ذکر ہو چکا ہے (کہ جبرائیل ع

غیر حاضر رہے تھے) باہر جا رہے تھے کہ آپ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ دیکھتے ہی جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور زملونی زملونی کہتے ہوئے گھر پہنچے۔ جب کچھ عرصہ بعد ہوش آئی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (پ ۲۹۔ س المدثر)

یَاأَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (ترجمہ) اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا لپیٹنے والے اُٹھ۔ اور (خلقت کو اللہ کے عذاب سے) ڈرا۔ اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑوں کو صاف رکھ۔ اور (بتوں کی) ناپاکی سے الگ رہ اور اس نیت سے احسان نہ کر کہ اُس سے اچھا بدلہ ملے۔ اور اپنے مالک (کی خوشی) کیلئے (جو مصیبتیں تجھکو پیش آئیں) اُن پر صبر کر۔

پس اس حکم کے نازل ہوتے ہی آپ نے رایت تبلیغ کو اُٹھایا۔ اور خلقت کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور افسر خاتم المرسلین کو سر پر رکھا۔

نعت

لوں بلائیں تیری اے گیسوؤں والے ساقی | ناز و انداز میں دُنیا سے نرالے ساقی
رحمتِ خاص کی آغوش کے پالے ساقی | پیاس پیاسوں کی بجھا اور دُعا لے ساقی

جرعہ نوشاں قدح خوار کا دل شاد رہے
خیر ہو خم کی تیرا میکدہ آباد رہے

تو ہی توحید کی دیتا ہے بشارت ساقی | تجھ سے آنکھوں میں سرورِ مئے وحدت ساقی
بَارَكَ اللهُ تیرے دم کی بدولت ساقی | ہے یہ مے خانۂ اسلام سلامت ساقی

لطف کن جرعہ از جام شراب لبی
رحم بر تشنہ لباں انت امی و ابی

ساقیا آئی ہے کس دھوم سے گلشن میں بہار | عید میلاد کے نغموں سے غزل خواں ہیں ہزار
رنگ لائے ہیں جوانانِ چمن کر کے نکھار | نذر کو لائی ہے جنت سے صبا پھولوں کی ہار

سرو قد سرو و صنوبر کہیں شمشاد کہیں

ہاتھ باندھے ہوئے گلچیں کہیں صیاد کہیں

تاب شعلے کی نہیں خس پہ کرم نگاہ — سرد آتشکدے ہیں دیر و کلیسا بھی تباہ
کفر نے دامنِ توحید میں لی ہے جو پناہ — بت پکار اٹھتے ہیں بتخانوں میں الا اللہ

اللہ اللہ کہاں پہنچی کہاں کی آواز
عرش تک گونج اٹھی کعبہ سی اذانکی آواز

ڈھیر دیکھے جو صنم خانوں کے ٹوٹے پھوٹے — مثل کفار شیاطین نے بھی سینے کوٹے
سلسلے کفر کے زنّار کے رشتے ٹوٹے — شرک باطل ہوا تثلیث کے چھکے چھوٹے

رہ گیا ایک خدا ایک خدائی اسکی
پڑ گئی ساری خدائی میں دہائی اسکی

شان محبوبی و رعنائی کا مظہر بن کر — مسندِ عزّتِ لولاک کا افسر بن کر
رونق تخت و علم زینت منبر بن کر — صاحب تاج و نگیں مالک کشور بن کر

سب سے اوّل جو تھا آخر وہ شہنشاہ آیا
فخرِ کل ختم رسل با جاہ و حشم آیا

مکی و ہاشمی و مطلبی آپہنچا — ابطحی و مدنی و عربی آپہنچا
چارہ فرمائے دمِ جاں بلبی آپہنچا — دردمندوں کا طبیب اور نبی آپہنچا

لو وہ آپہنچا کہ دم بھرتے تھے عیسےٰ جسکا
لائے تھے مژدۂ جاں بخش مسیحا جسکا

جس کا انجیل میں ہے نام مقدس مسطور — جس کی تورات میں ہے صاف بشارت مذکور
دیتی ہے جسکی شہادت کھُلے لفظوں میں زبور — تھا جو بچپن سے ہی صادق بھی امین بھی مشہور

وحی ارشاد ہے الہام ہے فرمان جس کا
سب پہ روشن ہے کھُلا معجزہ قرآن جسکا

دین کو کفر کی ظلمت سے نکالا جس نے — کر دیا دم میں اندھیرے کو اُجالا جس نے
نور کے سانچے میں توحید کو ڈھالا جس نے — قوم کے ڈوبتے بیڑے کو سنبھالا جس نے

کشتیٔ نوح کو طوفان سے بچانیوالا
خضر و الیاس کی بھی پیاس بجھانیوالا

سیدھا رستہ وہ شریعت کا دکھانیوالا　　قافلے بھٹکے ہوئے راہ پہ لانیوالا
حق کا فرمان وہ بندوں کو سنانیوالا　　وہ نبی علم لدنی کے خزانے والا

جسکو سب عالم اُمی لقبی کہتے ہیں
اور ہم انت و اُمی وابی کہتے ہیں

اے کہ قربان رُخ پاک پہ تو اُمی وابی　　وے تصدق بجمالت دل ہر شیخ وصبی
شہ والا حسبی سرور عالی نسبی　　نونہال چمن ہاشمی و مُطلبی۔

مرحبا سید مکی۔ مدنی العربی
دل وجان باد فدائت چہ عجب خوش لقبی

بارک اللہ قیامت قد بالا داری　　چشم بد دُور عجب حُسن سراپا داری
مشعل طور بکف از رُخ زیبا داری　　لطف اعجاز مسیحا بہ سخنہا داری

حُسن یُوسف دم عیسےٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری　　(شفیق عماد پوری)

سب سے پہلے وحی ماہ رمضان میں نازل ہوئی۔ مگر آیت کے نازل ہونے میں اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون سی آیت اُتری۔ بعض کہتے ہیں سورۃ فاتحۃ الکتاب یعنی الحمد شریف اور اقرا کا لفظ ساتھ حکم کا ہے۔ یعنی اِقْرَأ یا مُحَمَّدُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ لِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔۔۔ الخ اور بعض کا قول ہے کہ سورۃ العلق نازل ہوئی اس میں شک نہیں کہ قرآن مجید ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا۔ کیونکہ قرآن شریف میں سورہ القدر (پ ۳۰) صاف دلالت کرتا ہے۔ بعض بزرگان دین یہ بھی کہتے ہیں کہ لوح محفوظ سے بھی ماہ رمضان میں اُتارا گیا۔ چونکہ پہلی دفعہ جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں ماہ رمضان میں ہی نازل ہوئے اسواسطے صاف

ظاہر ہے کہ قرآن شریف ماہ رمضان میں نازل ہونا شروع ہوا۔

جب تین سال تک جبرائیل علیہ السلام نے وقفہ دیا تو پھر سب سے پہلے سورۃ المدثر (پ ۲۹) نازل ہوئی۔

اب آپ نے توحید کا بانس اُٹھا کر قوم کی کشتی کو گرداب ضلالت سے نکالنے کی کوشش شروع کی۔ سب سے پہلے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ اور جس طرح پر جبرائیل علیہ السلام سے نماز کی تعلیم حاصل کی تھی۔ پڑھائی۔ بعد ازیں شیر خدا حضرت امیر المؤمنیں علی کرم اللہ وجہہ دولت اسلام سے مالامال ہوئے۔ جس کی کیفیت اس طرح ہے کہ ابو طالب کثرت عیال اور قلت مال کے باعث ہمیشہ محزون وملول رہتا تھا۔ آپ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے صلاح مشورہ کرکے ایک ایک لڑکا اپنے گھر لے آئے۔ تاکہ ابو طالب کو کچھ فراغت حاصل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ لے آئے۔ اور جعفر رضہ کو آپ کا چچا عباس رضی اللہ عنہ لے گئے۔ چلتے وقت ابو طالب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو ہدایت کی کہ جو کام محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ وہ بیدھڑک کر لینا۔ کیونکہ سوائے نیکی کے اور کوئی رستہ نہیں بتائیگا۔ جب حضرت علی رضہ آپ کے گھر آئے۔ تو آپ نے اِن کی موجودگی میں نماز ادا کی۔ بعد از نماز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ سے استفسار کیا۔ کہ یہ آپ کیا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں خدا کی عبادت میں مشغول تھا۔ یہ دین خدائی ہے۔ جس کی دعوت کیواسطے میں مبعوث ہوا ہوں۔ اور اب میں تجھے اس کی دعوت کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جواب دیا۔ کہ میں نے یہ دین کسی سے نہیں سُنا۔ اس واسطے میں اپنے باپ کی مرضی کے بغیر دین قبول نہیں کر سکتا۔ اُسی وقت خداوند تعالےٰ کی مہربانی سے اسلام کی روشنی سے آپ کا دل منور ہو گیا۔ جب اجازت لینے کے لئے چلے تو ابھی دو قدم ہی گئے تھے

کہ یاد آ لیا کہ باپ نے کہا تھا کہ محمد صلعم جو کچھ فرماویں۔ اس پر عمل کرنا۔ اب مجھے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ اسی وقت واپس ہوئے۔ اور دولت اسلام سے مالا مال ہو گئے۔ تیسرے دن بعد (پہلے دن خدیجہ رضی اللہ عنہ دوسرے دن حضرت علی کرم اللہ وجہٗ مشرف باسلام ہوئے) یعنی چہارشنبہ کو ایک آزاد شدہ غلام زید بن حارثہ سلک اسلام میں منسلک ہوا۔

ایک دن آپ نماز میں مشغول تھے کہ ابو طالب اوپر سے آ گیا۔ اور چپکے سے پاس بیٹھ گیا۔ جب آپ معہ ہمراہیوں کے نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ابو طالب نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر سوال کیا کہ یہ کیا کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا هذا دین اللہ ودین ملائکہ ودین رسلہ ودین انبیاء ودین ابراھیم علیہ السلام بعثنی اللہ تعالےٰ بالرسالت الی العباد۔ کہ یہ دین اللہ کا ہے۔ اُس کے فرشتوں کا۔ اس کے رسولوں کا۔ اس کے نبیوں کا۔ دین ابراہیم علیہ السلام کا۔ اور خدا نے مجھے مبعوث کر کے بھیجا ہے۔ پس اب میں آپ کو اس دین میں داخل ہونے کی دعوت کرتا ہوں۔ ابو طالب نے کہا۔ کہ اے فرزند دلبند تو ٹھیک کہتا ہے۔ مگر میرا دل آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑنا پسند نہیں کرتا۔ بعد ازیں ابو طالب نے اپنے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی طرف دیکھا۔ تو امیر المؤمنین نے جواب دیا کہ اے باپ میں نے یہ دین قبول کر لیا ہے۔ اور یہ دین سچا ہے۔ پھر ابو طالب نے کہا۔ یا بنی انما انہ لم یدعك الی الخیر فالزمہ۔ اے بیٹے تابعداری کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیونکہ وہ تجھ کو سوائے نیکی کے رستے کے اور کسی طرف نہیں لے جائیگا۔ تو اس کے حکم پر دل و جان سے کاربند ہو۔

اس کے بعد صاحب صدق و صفا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق بن قحافہ مشرف باسلام ہوئے۔ ان کے ایمان لانے کی مختلف روایتیں ہیں۔ جو کہ خالی از دلچسپی نہیں۔ پہلے یہ کہ ایک دن آپ نے خواب دیکھا تھا۔ جس کی تعبیر بحیرہ راہب سے دریافت کی تو بحیرہ نے تعبیر میں بتلایا کہ ایک نبی ہاشم کے قبیلے میں

پیدا ہوگا۔ جس کا حلیہ وغیرہ اس اس قسم کا ہوگا۔ اور تو اس نبی کا وزیر ہوگا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس خواب کو دل میں رکھا۔ جب وہ وقت معلوم ہوا۔ اور آپ نے دیکھا کہ سوائے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی شخص اس حلیہ کا نہیں ہے۔ تو آمنا وصدقنا کہتے ہوئے آپ کی خدمت میں آکر مشرف باسلام ہوئے۔

دوسری روایت یہ ہے۔ کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رض ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ وہ درخت جلدی سے امیرالمؤمنین کے جسم کو چمٹ گیا۔ حیران ہوکر واہی تباہی باتیں کرنے لگے۔ تو ندا آئی۔ کہ اے صدیق رض تو اس الوالعزم رسول محترم کا مشیر باتدبیر ہوگا۔ جو عنقریب ظاہر ہوکر دنیا سے بُت پرستی کا نام ونشان مٹا دے گا۔ انہوں نے درخت سے وعدہ لیا۔ کہ جب وہ عالیشان سلطان مبعوث ہو تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ جس دن آپ مبعوث ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رض کو اطلاع ملی۔ مگر اس وقت وہ سفر میں تھے۔ گھر پہنچتے ہی بُتوں کو ٹوٹے ٹوٹے کرکے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تیسری روایت کا ذکر ابوطالب کے ہمراہ آپ کا سفر شام اور بحیرہ راہب کے کہنے سے پلٹ آنے کے بیان میں ہو چکا ہے۔ آپ کو رسول اکرم صلعم سے اس قدر اُنس ہوگئی تھی کہ جُدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے۔ ادھر تو آپ خلقت کو اسلام کی طرف بُلاتے تھے۔ اُدھر حضرت ابوبکر صدیق رض بھی دعوت اسلام کرنے لگے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اصحاب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے مسلمان ہوئے (۱) عثمان بن عفان (۲) زبیر بن العوام (۳) طلحہ بن عبداللہ (۴) سعد بن ابی وقاص (۵) عبدالرحمن بن عوف اور کُنبہ کے آدمی اسی طرح سے رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا گیا۔ ابھی نزول رسالت کو تین سال ہی ہوئے تھے کہ حکم خداوند ذوالجلال بدیں منوال آپہنچا۔

فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستھزئین۔

یعنی اسلام کو آشکارا کرنے اور بلند آواز سے بڑھنے اور علانیہ تبلیغ اسلام کا حکم آگیا۔ اس حکم کے آتے ہی آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے۔ اور جمیع قبایل عرب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اے معشر خلائق کبھی تم نے مجھ سے جھوٹ سنا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا۔ بعدازاں فرمایا۔ اگر میں کہوں اس پہاڑ کے پیچھے تمہارا ایک بڑا بھاری دشمن ڈیرے ڈالا پڑا ہے۔ تو کیا تم مان لوگے۔ سب نے یک زبان اور متفق ہوکر جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بچپن سے ہی صادق اور امین مشہور ہے۔ ہم اعتبار کرتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھے تمہاری رہبری کیواسطے بھیجا ہے۔ پس یقین کرو کہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ وہ بڑا بھاری دشمن تمہارے پیچھے ہے۔ پس بتوں کو توڑ دو۔ اور اللہ کی طرف رجوع کرو جس سے فائدہ ہو۔ بتوں سے نفع کی بجائے سراسر نقصان ہے اب تہ دل سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرو۔ اس بات کے سنتے ہی سب برآشفتہ ہوئے۔ ابولہب پکار اُٹھا کہ میرے بھائی کا لڑکا دیوانہ ہوگیا ہے۔ اپنے آباؤ اجداد کے دین سے بیگانہ ہوگیا ہے۔ اس کی بات پر خیال مت کرو۔ جب یہ آواز آپ نے سنی تو محزون و ملول ہوکر گھر میں تشریف لائے۔ بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی تسلی و تشفی کی اور کہا کہ خداوند کریم تیرے دین کی امداد پر ہے۔ اخیر پر تیری ہی فتح ہوگی۔ تم دیوانے نہیں ہو۔ بلکہ وہی مردود دیوانے ہیں۔ اور وہی مجہول عقل و علم سے بیگانے ہیں۔ اتنے میں خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی:۔

نٓ۔ والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمۃ ربک بمجنون۔ وان لک لاجراً غیر ممنون۔ وانک لعلٰے خلق عظیم۔ فستبصر ویبصرون۔ بایکم المفتون۔ ان ربک ھو اعلم بمن ضل عن سبیلہ۔ وھو اعلم بالمھتدین فلا تطع المکذبین۔ (پ ۲۹۔ س القلم) (ترجمہ) قلم کی قسم اور (فرشتوں کے لکھنے کی قسم) اپنے مالک کے فضل سے (خدانخواستہ) دیوانہ نہیں ہے (جیسے کافر تجھکو سمجھتے ہیں) اور تجھکو

بے انتہا اجر ملے گا۔ اور تو بے شک بڑے خلق والا ہے۔ اب تو دیکھ لے گا۔ اور کافر بھی دیکھ لینگے۔ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ بے شک تیرا مالک خوب جانتا ہے۔ کون اسکے رستے سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور جو لوگ راہ پائے ہوئے ہیں۔ اُن کو بھی خوب جانتا ہے۔ تو (اے پیغمبر) جھٹلانے والے (کافروں) کا کہنا مت مان۔

پھر آپ نے امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ خداوند جل وعلیٰ کا حکم پہنچا ہے۔ کہ خلقت کو اس کے عذاب سے ڈرا۔ اور اسلام کی طرف دعوت کر۔ مگر وہ میری بات سُننی پسند نہیں کرتے۔ اور اُلٹے لڑتے ہیں۔ میں کیا کروں۔؟ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا سا گوشت بناؤ۔ اور پہلے اس میں سے تھوڑا سا خود کھا کر باقی تقسیم کرو۔ آپ نے اسی طرح ہی کیا۔ اور گوشت لے کر کوہ صفا پر چلے گئے۔ اور جمیع قبائل کو بلا کر ان سب میں وہ گوشت تقسیم کیا۔ مگر تقسیم کرنے کے بعد اتنا ہی گوشت برتن میں موجود تھا۔ جتنا کہ پہلے تھا۔ پھر آپ نے دعوت اسلام کی۔ مگر ابولہب مردود پکار اُٹھا۔ کہ اے یارو ہرگز اس کی بات پر عمل نہ کرنا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کھانے پر جادو کر دیا ہے۔ پھر ابو طالب سے مخاطب ہوا۔ اور کہا کہ دیکھ محمد ہمارے خداؤں کی تضحیک وتوہین کرتا ہے۔ ابو طالب نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے فرزند دلبند تو جس بات پر مامور ہوا ہے۔ اس کی بدل وجان کوشش کر اور خلقت کو اپنے خدا کی طرف بلا مجھے تیری اعانت سے بڑھ کر اور کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ پھر ابولہب سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابولہب جب تک میں زندہ ہوں۔ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت واُلفت وحفاظت کو نہ چھوڑوں گا اور اس کے دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑونگا۔ افسوس ہے کہ عزیزوں کا خون بھی سرد ہو گیا۔ اگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ تو اس کی حفاظت ومحبت کو نہ چھوڑو مگر ابولہب وابوجہل ودیگر بدبختوں نے نہ مانا۔ اور مخالفت پر تُلے رہے۔

ایک دن آپ تبلیغ اسلام میں مشغول تھے کہ ابولہب کا بھی اس طرف سے

گزر ہؤا۔ آپ نے ابولہب کو مخاطب کر کے ایمان لانے کی نسبت کہا۔ تو ابولہب لعین نے بگڑ کر تبّاً لک یعنی ہلاکت ہو تجھ پر۔ کہا۔ آپ دیدہ گریاں وسینہ بریاں گھر کی طرف تشریف لائے۔ تو آپ کی تسکین خاطر کے لئے یہ حکم نازل ہؤا۔ سورہ تبت یدا ابی لھب وتب۔ ما اغنٰی عنہ مالہ وما کسب سیصلٰی ناراً ذات لھب (ترجمہ) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے (یعنی اس کی تدبیر نہ چلنے پائی) اور وہ خود ہلاک ہوگا۔ اس کا مال اور اس کی کمائی کچھ اس کے کام نہ آئی۔ وہ عنقریب شعلہ مارتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ یہ بدبخت معہ اپنی عورت کے آپ کے راستے میں کانٹے ڈالتے تھے۔

جب بتوں کی برائی اور دین خدا کی رہنمائی علانیہ ہونے لگی۔ اور قریش تنگ آگئے تو سب نے ملکر ابوطالب کے پاس شکایت کی کہ اے ابوطالب تجھ پہ مخفی نہیں ہے۔ کہ ہمارے خداؤں کی توہین ہو رہی ہے۔ اور برُے سے برُے الفاظ ان کے حق میں تمہارا برادر زادہ استعمال کر رہا ہے۔ مگر چونکہ تو ہمارا سردار ہے۔ ہم تیری وجہ سے کچھ تعرض نہیں کرتے۔ اس لئے ہم تیرے پاس شکایت لائے ہیں کہ تو اس کو سمجھائے۔ اگر وہ تمہارے کہنے سے باز نہ آئیگا اور ہمارے معبودوں کو اسی طرح برا بھلا کہتا رہے گا۔ تو ہم خود سمجھ لینگے۔ ہم اپنی حجت پوری کرتے ہیں۔ ابوطالب نے اُن کو مشفقانہ جواب دیکر رخصت کیا۔ اور اس واقعہ سے آپ کو مطلقاً خبردار نہیں کیا۔ آپ اُسی دُھن میں لگے رہے۔ اور دین حق کی اشاعت میں سرگرم رہے۔ جب اہالیان مکّہ نے پھر وہی رنگ دیکھا تو مکرر ابوطالب کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اس سے پہلے ہم سمجھا چکے ہیں۔ اور اب پھر سمجھاتے ہیں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سمجھا۔ اگر وہ ہمارا سردار بننا چاہتا ہے تو ہم سردار بنانے کو تیار ہیں۔ اگر وہ دولت جمع کرنا چاہتا ہے۔ تو جس قدر وہ مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ جو کچھ وہ کہے ہم قبول کرتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہمارے معبودوں کو برا مت کہے۔ اور ہمیں باطل پرست اور مشرک

نہ کیے۔ جب آپ گھر میں تشریف لائے۔ تو ابو طالب نے سارا قصہ کہہ سُنایا۔ تو آپ رو پڑے اور فرمایا کہ اے چچا ایسی امید تو نہ تھی۔ اگر اہل مکہ مجھے تمام دنیا کی دولت دے دیں تو بھی میں اپنے ارادہ سے باز نہ آؤں گا۔ آپ کی مرضی ہے اگر آپ ڈرتے ہیں تو بیشک میری حفاظت چھوڑ دیں۔ میں ان کی مخالفت و خصومت سے نہیں ڈرتا۔ یہ کہکر روتے ہوئے چلے گئے۔ جب ابو طالب نے دیکھا کہ آپ غمناک وافسردہ خاطر اور ناامید ہو کر گریہ زاری کرتے ہوئے تشریف لے گئے ہیں۔ تو دیوانہ وار پیچھے اُٹھ کر دوڑا۔ اور بڑی محبت ولطف سے اپنے گھر میں لاکر کہا۔ یا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تمام دنیا میری مخالف ہوتی ہے تو ہو جائے۔ اگر دشمن میرا بند بند جدا کر دیں تو مجھے پروا نہیں۔ میں تمہاری حمایت وطرفداری کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ جاؤ اپنا کام دلجمعی سے کرو۔ اب آپ خنداں خنداں باہر تشریف لائے۔ اور پہلے سے زیادہ کوشش سے اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ جب قریش نے پھر وہی اطوار دیکھے۔ تو ایک نہایت ہی خوبصورت لڑکے کو اُٹھا کر ابو طالب کے پاس لے آئے۔ اور یوں گویا ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے اس لڑکے کو اپنا فرزند بنا لے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہاتھ اُٹھا لے۔ تاکہ ہم اس کو قتل کر کے مخلصی پائیں ابو طالب یہ سُنتے ہی بہت برانگیختہ ہوا۔ اور جوش میں آکر قریش کو باہر نکال دیا اب قریش نے ابو طالب کی مخالفت پر بھی کمر باندھی۔ جب ابو طالب نے زمانہ کا یہ رنگ دیکھا۔ تو اس نے اپنے قریبی بنی ہاشم و بنی عبد المطلب کو بُلایا۔ اور صورۃ واقعہ سے اطلاع دی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ ہمیں تیرا فرمان منظور ہے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کریں گے۔ لیکن ابو لہب نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اور رنجیدہ ہو کر باہر نکل آیا۔

اب وہ زمانہ آگیا کہ آپ کو اپنے پیارے خدائی دین کے عوض طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہونا پڑے۔ چنانچہ جب دیگر قبائل نے بنی ہاشم اور

بنی عبد المطلب کو آپ کی حمایت کے رنگ میں رنگا ہوا پایا۔ تو آپ کو اور آپکے تابعین کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کیں۔ سب سے بڑھ کر ابو جہل بن ہشام۔ ابو لہب بن عبد المطلب۔ عقبہ بن ابی معیط۔ حکم بن ابی العاص اسود بن المطلب۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل۔ ابو قیس و نضیر بن الحارث صائب و عاص بن سعید۔ اسود بن عبد یغوث۔ عاص بن ہشام۔ اُمیّہ بن خلف۔ عدی بن حمرا۔ لعنت اللہ علیہ و علیہم اجمعین۔ آزار دہندگان سید مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔ ان سب میں بڑھ کر بدبخت ازل و شقی روز اوّل نضر بن الحارث تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے بدبخت کورچشم سیاہ دل تھے۔ جنہوں نے کہ آپ کی مخالفت پر کمر باندھی۔ جب آپ راستہ میں چلتے تو کانٹے ڈالے جاتے۔ جس سے پاؤں زخمی ہوتے۔ مکانوں کی چھتوں پر سے کوڑا کرکٹ آپ کے فرق مبارک پر ڈالتے وغیرہ وغیرہ گر واہ رے صبر و ہمت و استقلال! آپ یہ دعا فرماتے کہ یا الٰہی یہ جاہل ہیں ان کو سیدھے رستہ پر لا۔ جب آپ وعظ کرتے۔ تو پتھروں کا مینہ برساتے۔ آپ کا بدن مبارک لہولہان ہو جاتا۔ آپ کے تابعین کو باندھ کر عین نصف النہار کیوقت دھوپ میں گرم ریت پر ڈال دیتے۔ بعض بیرحم ان بیچاروں کے جسم میں زخم کرکے نمک چھڑکتے۔ مگر کیا مجال کہ آپکے تابعین کے دل میں بال بھر بھی فرق آتا۔ اور یہی کہتے کہ بند بند بدن کا توڑ ڈالو۔ مگر اس رسول اُمّی ؐ پر جان قربان ہے۔

ایک دن آپ بازار میں وعظ کرتے جاتے تھے۔ کہ ایہا الناس قولو لا الٰہ الا اللہ تفلحوا لا الٰہ الا اللہ مگر ابو لہب جھولی میں پتھر و سنگریزے ڈالے ہوئے پیچھے سے مارتا جاتا تھا۔ کسی اجنبی شخص نے پوچھا کہ یہ آدمی کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اگلا محمدؐ بن عبد اللہ ہے۔ جو دعوئے نبوت کا کرتا ہے اور پچھلا پتھر مارنے والا اُن کا چچا ابو لہب ہے۔ اور کہتا ہے کہ انہ کذاب

فلا تقصد قو (یہ چھوٹا ہے۔ اس کا اعتبار مت کرو) (معاذ اللہ!) اس کا وعظ مت سُنو۔ اکثر اوقات جب آپ خلقت کو راہ راست پر لانے کے واسطے وعظ کرتے تو لوگ اس قدر شور مچاتے کہ کان پڑی آواز سُنائی نہ دیتی تھی۔ اکثر اوقات پتھر مارتے کہ بدن مبارک سے لہو فوارے کی طرح بہتا۔

جب آپ کو انواع و اقسام کی مصائب سے سامنا ہوا۔ اور کوئی شخص راہ راست پر آتا نظر نہ آیا۔ تو ایک فرشتہ آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔ یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر محمد صلعم چاہیں تو ابھی اہالیان مکہ کو نیست و نابود کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں اس واسطے نہیں آیا ہوں کہ ان کو ہلاک کراؤں۔ شاید ان میں سے کوئی آدمی ایسا پیدا ہو جائے جو حق کی عبادت کرے۔ اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کو فرمایا کہ دیکھو میرے محبوب کو جو باوجود اس قدر تکالیف اور طرح طرح کے مصائب و نوائب پہنچنے کے پھر بھی ان کے حق میں دعائے مغفرت مانگتا ہے۔ تحقیق وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ۔ لوگ آپ کو گالیاں دیتے۔ بیہودہ الفاظ کہتے۔ دیوانہ کہتے۔ خندہ زنی کرتے۔ کاذب سے منسوب کرتے۔

جب آپ کو تبلیغ اسلام کرتے کرتے ایک سال کا عرصہ گذرا۔ اور حج کے دن قریب آئے۔ تو آپ کے دشمنان تباہ کار سیاہ روزگار نے آپسمیں صلاح کی کہ حج کا زمانہ قریب ہے۔ باہر سے لوگ آئیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان معجز بیان میں وہ حلاوت۔ فصاحت و بلاغت ہے کہ ہمارا ابھی ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔ وہ جب محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی شیریں کلام اور خوش بیانی کو سُنینگے۔ تو اپنے دین سے بیدین ہو جائیں گے بہتر ہے کہ کسی تہمت سے اس کو منسوب کیا جائے۔ تاکہ لوگ اس کی بات پر غور نہ کریں۔ کسی بدبخت نے مجہول۔ کسی سیاہ کار نے دیوانہ۔ کسی شیطان نے کاہن کسی مفتری نے کذاب کے الفاظ سے منسوب کیا۔ مگر سب رایوں سے یہ

رائے غالب ہوئی کہ آپ کو ساحر کے لقب سے ملقب کیا جائے۔
جب شقیان ازل سے ساحر کے لقب سے مشہور کیا۔ تو خداوند تعالےٰ نے
ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:۔ وذرنی من خلقت وحیدا
وجعلت لہ مالا ممدودا وبنین شھودا ومھدت لہ تمھیدا ثم یطمع
ان ازید کلا انہ کان لآیاتنا عنیدا ساُرھقہ صعودا۔ انہ فکر وقدر
فقتل کیف قدر، ثم نظر، ثم عبس وبسر ثم ادبر واستکبر فقال
ان ھٰذا الا سحر یؤثر ان ھذا الا قول البشر،

ایک دن کا ذکر ہے کہ خانہ کعبہ میں قریش کا گروہ بیٹھا ہوا تھا۔ اور آپ کے
متعلق ہی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ کیا علاج کیا جائے کہ ناگہاں آپ تشریف لائے
اور آتے ہی فرمایا۔ اے سرداران قریش۔ خدا کے لئے باز آؤ۔ اور بدبخت بتوں
کی عبادت سے ہاتھ اُٹھا کر اُس خداوند قادر وتوانا کی عبادت کرو جس سے
فائدہ پہنچے۔ یہ سُنتے ہی پہلے تو قریش پر لرزہ طاری ہوگیا۔ بعدازاں پھر آپ نے
بتوں کی تضحیک اور خداوند علےٰ کی تعریف شروع کی۔ اور ان کو راہ حق کی
طرف بُلایا۔ عقبہ بن ابی معیط نے جرات کرکے آپ کی گردن مبارک میں
ہاتھ ڈالے۔ یہاں تک کہ آپ کا سانس بھی رُک گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رض
تشریف لائے اور فرمایا کہ:۔ اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم
بالبینٰت من ربکم، (پ ۲۴ س المومن ع ۴) ترجمہ:۔ تم ایک شخص کو (اتنی بات
پر) قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا مالک خدا ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے مالک کی طرف سے
تمہارے پاس نشانیاں بھی لے کر آیا ہے " ہے ہے تم اس مرد خدا کو تکلیف دیتے ہو
جو کہ تمہیں سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔ بس یہ سننا تھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کو بھی پکڑ لیا۔ اور اس قدر زدوکوب کیا کہ جسم سے خون فوارے کی طرح نکل
رہا تھا۔ اتنے میں قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو آکر چھوڑایا۔ اور گھر لے گئے۔
جب قریش نے اپنی کوئی پیش چلتی نہ دیکھی۔ اور اسلام کو دن بدن ترقی پر

دیکھا تو عتبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ جا کر سمجھائے۔ جب عتبہ آپکے پاس پہنچا تو اُس نے کہا۔ یا محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) عبداللہ بہتر تھا یا تم؟ مگر آپ خاموش رہے۔ پھر سوال کیا کہ تم بہتر ہو یا عبدالمطلب؟ مگر پھر بھی خاموشی کو استعمال کیا۔ پھر عتبہ نے کہا کہ اگر تمہارے خیال میں سابقین اچھے تھے۔ تو وہ بُت پرست تھے۔ اور اگر اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہو۔ تو میرے ساتھ بات کرو۔ اگر تمہارے دماغ میں کسی طرح کا قصور ہے۔ تو ہم علاج کرتے ہیں۔ اگر افلاس کا خیال ہے تو جتنا مال چاہے لے۔ اور اہل مکہ میں جس عورت کے ساتھ شادی کرنا چاہے کرا دیتے ہیں۔ اگر سرداری کا خیال ہے تو ہم اپنا بادشاہ بناتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس تو اپنی کلام ختم کر چکا۔ پھر آپ نے پڑھا۔ (س حٰم السجدہ پ ۲۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۚ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ

ترجمہ:۔ شروع ساتھ نام اللہ کے جو بہت مہربان ہے رحم والا۔ یہ بہت رحم والے مہربان (خدا) کی اُتاری ہوئی کتاب ہے جس کی آیتیں جدا جدا ہیں۔ عربی قرآن سمجھدار لوگوں کے لئے جو (ماننے والوں کو) خوشخبری سُناتا ہے۔ اور (کافروں کو) ڈراتا ہے۔ لیکن اکثر لوگوں نے مُنہ موڑ لیا ہے۔ تو وہ (اس قرآن کو دل لگا کر) سُنتے ہی نہیں اور (اے پیغمبر تجھ سے کافر) کہتے ہیں۔ جس بات کی طرف تو ہم کو بلاتا ہے۔ اِس کے ماننے سے تو ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہیں۔ اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے۔ اور ہم میں اور تجھ میں ایک اوٹ ہے۔ تو تو اپنا کام کئے جا (توحید پر قایم رہ) ہم (اپنا) کر رہے ہیں۔ کہہ دے میں اور کچھ نہیں۔ تمہاری طرح ایک آدمی ہوں۔ مجھ پر (خدا کی طرف سے) حکم آتا ہے۔ تمہارا (سبکا) خدا ایک ہی خدا ہے۔ سیدھے اُسی کی طرف مُنہ کئے رہو (اسی کی عبادت کرو) اور اسی سے (اپنے گناہوں کی) معافی چاہو۔ اور مشرکوں کی (ایک دن) خرابی ہونے والی ہے۔ جو زکوٰۃ[1] نہیں دیتے اور آخرت کو بھی وہ نہیں مانتے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو (اجر) ایسا نیک ملیگا جسکی انتہا نہیں (اے پیغمبر) کہہ دے کیا تم اس (خدا) کو نہیں مانتے۔ جس نے دو دن میں زمین بنائی[2]۔ اور تم (اَنوں) کو اس کے برابر والے سمجھتے ہو۔ وہ تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اور اس میں پہاڑ بنائے اور برکت رکھی۔ اور وہاں کے (رہنے والوں کے لئے) خوراک کا بندوبست کیا۔ یہ سب چار دن میں ہوا۔ ٹھیک پوچھنے والوں کے لئے پھر پروردگار آسمان کی طرف چڑھا[3]۔ وہ ایک دن دھواں سا تھا۔ اور آسمان اور زمین سے فرمایا کہ خواہ خوشی سے خواہ زبردستی سے میرا حکم مانو۔ دونوں نے عرض کی ہم خوشی سے تیرا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنائے۔ اور جو کچھ کرنا تھا کیا۔ اور ہم نے نزدیک والے (پہلے) آسمان کو چراغوں سے

---

[1] زکوٰۃ نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو کفر اور شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے۔ [illegible]

[2] [illegible] زمین کی پیدائش [illegible]

[3] [illegible] منقل اور بیرہ ہیں پہاڑ [illegible] خوراک کا بندوبست [illegible] دوسری منزل کو پیدا کیا اور بیہ کو درخت پیدا کوزمین [illegible] سورت پانی وغیرہ وغیرہ۔ تیسرا آسمان [illegible]

سجایا۔ (یعنے ستاروں وغیرہ) اور اس کی حفاظت کی۔ یہ انتظام اس خدا کا ہے۔ جو زبردست ہے علم والا۔ پھر اگر (اللہ تعالےٰ کی اتنی نشانیاں بتاتے پر بھی) وہ (کافر) دھیان نہ کریں تو ان کو کہہ دے۔ کہ تم کو اس کڑاکے (عذاب) سے ڈراتا ہوں۔ جیسا کڑاکہ (عذاب) عاد[ع] اور ثمود پر آیا۔

یہ عبارت پڑھ کر آپ نے پوچھا کیا اس کلام جیسی اور کوئی کلام شیریں وافضل ہے اُس نے کہا نہیں۔ یہ سُن کر عتبہ اپنی قوم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ بہتر ہے کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت وخصومت سے ہٹ جاؤ۔ اور جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دو۔ قریش نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم پر بھی جادو کا اثر چل گیا ہے۔ عتبہ نے کہا کہ جو کچھ کہو۔ کہو۔ میں نے جو کہنا تھا سو کہدیا۔ مگر وہ بدبخت اپنی ہٹ سے باز نہ آئے۔ اور قتل کا ارادہ پختہ طور سے کرلیا۔ اور تکالیف کا درجہ بڑھا دیا۔ اگر آپ نماز پڑھتے ہوتے تو نجاست وغیرہ پھینک جاتے۔ مگر آپ کے مُنہ سے سوائے نیک دُعا کے اور کچھ نہ نکلتا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ جو پہلے بت پرست تھے۔ جب اُس کے مالک امیہ کو بلال کے مسلمان ہونے کی خبر ملی۔ تو اس بدبخت نے حضرت بلال رضؓ کو بہت سی مار پیٹ کے بعد ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا۔ اور اسقدر پتھر مارے کہ جسم کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اُڑ گیا۔ اور اوپر سے نمک سے ملا ہُوا گرم پانی ڈالا۔ تاکہ اسلام سے مُنہ پھیر کر لات وعزیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور کبھی ننگا جسم کرکے کانٹوں سے کھینچتا۔ جو کوئی ایماندار اس کے پاس سے گذرتا۔ روتا ہوا کہتا کہ اے بلال! خبردار دین محمدی سے نہ پھرنا۔ غرضیکہ طرح طرح کی تکالیف دیتے رہے۔ عمر بن عاص سے روایت ہے کہ ایک دن میرا گذر بلال رضؓ پر سے ہوا۔ دیکھا کہ اُمیہ اور اس کے دوسرے غلام اُس کو بُری طرح سے سزا دے رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہو میں بیزار ہوا دین محمدی سے

ع حضرت ہود اور حضرت صالح کے وقت کی اُمتیں ہیں۔ انہوں نے پیغمبروں کے حکم کو نہ مانا۔ ان پر آندھی جیسی آفتیں آئیں اور تباہ ہو گئیں

حضرت بلال رضؓ بڑے جوش میں آکر کہتے میں قربان ہوں دین محمدی پر۔ اور بیزار ہوں دین تمہارے اور دین لات منات سے۔ جب حضرت بلال رضؓ یہ الفاظ کہتے تو اور سختی کرتے یہاں تک کہ بھوک پیاس اور سزا سے کئی کئی دن تک بیہوش رہتے۔ گردن میں رسیاں ڈال کر مکے کی گلیوں میں کھینچتے۔ یہی حال دوسرے اصحابوں کے ساتھ بھی ہوتا رہا۔ طرح طرح کی تکلیفیں دیکھیں۔ مگر اُف تک نہ کی۔ باوجودیکہ ملائکہ تک زاری میں آتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ یا الٰہی تیرے محبوب اور اسکے اصحابوں کا کیا حال ہے

لیکن کب مجال ہے۔ کہ ایسی شدید تکالیف اور سخت ترین آفتوں میں ان کے ماتھوں پر بل بھی پڑتا۔ بلکہ عاشقان خدا و رسول ہر اس ستم کو جو مشرکین انپر ڈھاتے خدا کا پیار سمجھتے۔ ہر اس تکلیف کو جو انکو پہنچتی انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر ٹال دیتے۔ ہر وہ کوڑا جو محبت رسول اللہ میں انکے بدن پر پڑتا۔ پھول سمجھتے۔ اور جلتی تپتی ریت کو سنت خلیلی سمجھ کر گلشن ارم پر ترجیح دیتے۔

ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گذر حضرت بلال رضؓ پر سے ہوا۔ آپ کا دل بہت پیچ و تاب کھایا۔ فوراً امیہ کے پاس جاکر بولے کہ کیوں اس کو عذاب دینا ہے۔ امیہ بگڑ کر بولا کہ اگر رحم آتا ہے تو چھوڑا لے۔ آپ نے فوراً خرید کر آزاد کر دیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگا۔

جب اشرار کفار بدکردار کی سختیاں اور قتل و غارت اصحابان خاتم الرسالت پر حد سے تجاوز کر گئیں تو آپ کے پاس عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاکساران کو ہجرت کی اجازت فرمایئے اس جگہ رہنا مشکل ہی نہیں۔ بلکہ محال ہو گیا ہے۔ آپ نے ہجرت کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا کہ ملک ابے سینیا کی طرف ہجرت کر جاؤ۔ اس حکم کے سنتے ہی کچھ آدمی جن میں سے چند ایک نام درج ہیں۔ ہجرت کر گئے۔ عثمان بن عفان رضؓ معہ اپنی اہلیہ بی بی رقیہ بنت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابو حذیفہ معہ اپنی اہلیہ کے۔ سہلہ بنت سہیل۔ زبیر

بن العوام۔ مصعب بن عمیر۔ عبدالرحمن بن عوف۔ ابوسلمہ بن عبدالسلام مع اپنی اہلیہ۔ عثمان بن مطعون۔ عامر بن ربیعہ مع اپنی عورت کے حاطب بن عمر۔ حارث بن سہیل۔

ان کے جانے سے تھوڑے ہی دنوں بعد سورۃ النجم نازل ہوئی۔ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے (س النجم ع ۱۔ پ ۲۷)

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی۔ وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ ترجمہ: اے مشرکو! بھلا بتلاؤ تو سہی۔ کہ لات اور عزیٰ اور تیسرا مناۃ یہ کس کام کے ہیں۔

مگر مشرکوں کے کان میں اس آیت سے آگے یہ الفاظ پہنچے۔ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ یعنے یہ بت بزرگ ہیں۔ اور خدا تعالےٰ سے سفارش کرینگے۔

مشرک اس آیت سے جو دراصل نازل ہی نہیں ہوئی۔ شادمان ہو گئے۔ اور تمام مخالفت و عداوت کو یک لخت نقش بر آب کر دیا۔ کیونکہ جب آپ نے سجدۃ کے موقعہ پر جو کہ آخیر پر فاسجدوا للہ واعبدو (اے مومنو تم اللہ کی عبادت کرو اور اُسی کو سجدہ کرو) آتا ہے سجدہ کیا۔ تو مشرکین نے سمجھا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے خداؤں کو سجدہ کیا ہے۔ یہ خبر آناً فاناً میں مشتہر ہو گئی۔ مگر جب آپ گھر پہنچے تو خداوند تعالےٰ نے اس مغالطے کو آپ پر ظاہر کر دیا اس سبب سے آپ بہت ہی محزون و ملول ہوئے۔ مگر خداوند تعالےٰ نے آپ کی دلدہی کے واسطے یہ آیت بھیج دی:۔ وَمَا اَرْسَلْنَا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیتہ واللہ علیم حکیم۔ جب مشرکین کو اس امر کا علم ہوا تو انہوں نے اسی وقت مخالفت کی آگ کو جو کہ صلح کے پانی سے سرد ہو گئی تھی۔ از سر نو بھڑکانی شروع کی۔ اور پہلے ہی

لے یہ کوئی آیت ہی نہیں۔ نہ نازل ہوئی۔

درجے تک نہ رہنے دیا۔ بلکہ اس سے کئی گنا بڑھا دی۔

دوسری طرف جب صلح کی خبر مہاجرین ملک حبشہ کو ملی۔ تو انہوں نے کہا کہ اب پردیس میں رہنے سے کیا فائدہ۔ اپنے ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ جب نواحی مکہ میں پہنچے۔ تو ان کو جملہ حالات سے پوری پوری آگاہی ہوئی۔ تو اپنے سفر کی تکلیف برداشت کرنے اور پھر ملک میں وہی حال دیکھ کر کمال پریشان ہوئے۔ اور وہیں سے واپس چلے گئے۔ بلکہ یہ حال دیکھ کر مکہ معظمہ سے اور بھی بہت سے آدمی ہجرت کر گئے۔ جب اہل مکہ نے شہر کو اجاڑ ہوتے دیکھا۔ تو بہت سے تحفے تحائف کے ساتھ اپنے آدمی نجاشی[1] شاہ حبشہ کی طرف روانہ کئے۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ یہ ہمارے فرار شدہ غلام ہیں۔ اس واسطے ان کو واپس کر دیجئے۔ جب قریش کے قاصد دربار نجاشی میں پہنچے۔ تو شاہ نجاشی نے مہاجروں کو اپنے دربار میں بلایا۔ جعفرؓ جو کہ مہاجرین میں سب سے زیادہ عقلمند اور لائق و فائق تھا۔ مہاجرین کی طرف سے قریش کے قاصدوں کے سامنے نجاشی کے سوالات کا جواب دینا رہا۔ جب جعفرؓ نے تمام حالات سُنا دیئے۔ تو نجاشی نے کہا کہ اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم پیغمبر ہے تو چونکہ لوگ اس کو بُرا بھلا کہتے اور تکلیف دیتے اور شہید کر دینے کے واسطے سر توڑ کوشش کر رہے ہیں۔ تو پیغمبر ان کے حق میں دُعا کیوں نہیں مانگتا کہ ان کا ستیاناس ہو جائے۔ جعفرؓ نے جواب میں کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھانے لگے تھے تو اس نے کیوں اُمت کی تباہی کے واسطے دُعا نہ مانگی؟ اس جواب سے نجاشی دم بخود ہو گیا۔ اور قاصدان قریش کو ٹکا سا کورا جواب دیا۔ کہ میں اُن شخصوں کو جو کہ حق پر ہوں اور ان کے بھائی بند اُن کو تکلیف دیں اور وہ میرے پاس پناہ لے آویں۔ تو میں ہرگز ہرگز دشمنوں کے حوالے نہیں کر سکتا۔ مجھے تحفے تحائف کی ضرورت نہیں ہے۔ قاصدان قریش تحفے واپس لے گئے

---

[1] نجاشی شاہ حبشہ کا لقب ہے۔ جیسے امیر کابل۔ سلطان روم۔ [illegible] خاقان چین وغیرہ

جعفر کی گفتگو سننے سے نجاشی نے انجیل منگوائی اور انجیل پڑھے۔ آخرالزمان پیغمبر کی نسبت جو پیشینگوئی درج تھی اس کو پڑھا۔ اور جعفر سے بھی آپ کے اوصاف پوچھے۔ جب انجیل کی عبارت اور جعفر کی تقریر ہوبہو مل گئی۔ تو نجاشی بھی ایمان لے آیا۔ مگر فی الحال اس کا ایمان مخفی رہا۔ کیونکہ اس کو سلطنت کیطرف سے بہت سا خطرہ تھا۔ آخر کار نجاشی نے اپنے چند آدمی آپ کی خدمت میں مکہ روانہ کئے۔ جب وہ آدمی مکہ میں پہنچے۔ تو اول قریش نے ان کو منع کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ ملنا۔ کیونکہ وہ ساحر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر سحر کا اثر ہو جائے۔ اور غریب الوطنی میں تمہیں مصیبت پیش آئے۔ مگر وہ تو آئے ہی اس کام کے واسطے تھے۔ کیوں نہ ملتے۔ قریش کی بات کو نہ سنکر مسمی طابور جو کہ ان عیسائیوں کا سردار تھا۔ معہ اپنے ہمراہیوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بہت سے سوال وجواب کے بعد طابور مسلمان ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو بھی سلک اسلام میں منسلک کرتا ہوا۔ واپس نجاشی کے پاس پہنچا۔ اب نجاشی نے بھی کلمہ حق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا ورد کیا۔ مگر جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پوشیدہ ہی رہا۔ اور ان آدمیوں کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔ اور مہاجرین کی بڑی خاطر تواضع اور عزت کرتا رہا۔ استنے میں قاصدان قریش۔ جفا کیش بھی بے نیل مرام واپس چلے آئے۔ اور تو کچھ پیش نہ گئی۔ بیچارے نجاشی کو ہی لعن طعن کرتے رہے۔

اب آپ کی عمر مبارک کے ۴۵ سال اور نبوت کے پانچ سال گذر گئے۔ اور عمر کا چھیالیسواں اور نبوت کا چھٹا سال شروع ہوا۔ اسی سال میں ایک دن آپ کوہ صفا کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ ایک جگہ قریش کے چند آدمیوں کو ایک بت کی عبادت کرتے دیکھا۔ آپ کے خاطر عاطر میں دیکھکر بڑا رنج ہوا۔ کہ افسوس جہالت اس درجہ بڑھ گئی ہے۔ کہ ضلالت اور ہدایت میں تمیز ہی نہیں کرسکتے۔ آپنے یہ ماجرا دیکھ کر بڑے زور سے فرمایا۔

یامعشر قریش قولو لا الٰہ الا اللہ (ترجمہ: اے گروہ قریش کہو نہیں کوئی معبود سوائے اللہ) جب یہ الفاظ قریش کے گروہ نے سُنے۔ تو ایک شخص ولید نام نے ابوجہل کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ دیکھا یہ ساحر کیا کہہ رہا ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر اپنے بُت کو سر پر اُٹھا لیا۔ اور آپ کی طرف آیا۔ اور کہنے لگا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم کہتے ہو۔ میرا خدا شاہ رگ سے بھی نزدیک ہے۔ یہ دیکھو میرا خدا تو میرے پاس ہے۔ تم اپنا خدا دکھاؤ۔ آپ خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر ٹھیر کر وہ پلید واپس چلا گیا۔ پھر آپ نے اپنے کلمات کو دھرایا۔ تو بے دید پھر بُت کو اُٹھا کر آیا۔ اور اپنے پہلے الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ کی خاموشی دیکھ کر پھر اپنے آدمیوں میں جا ملا۔ اور بُت کو رکھ کر کہنے لگا کہ میں اس ساحر کے دین کی بُرائی اور اس کی مذمت سُننی چاہتا ہوں۔ فوراً بُت کے اندر سے (معاذ اللہ) آپ کی توہین کی آواز نکلی۔ آپ حیران و پریشان تشریف لیگئے اسی رات آپ اپنے رفقا کے ساتھ ایک مکان میں تشریف فرما تھے۔ کہ السلام علیک ورحمۃ اللہ کی آواز آئی۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کون کہہ رہا ہے کہ اتنے میں آپ نے سلام کا جواب دیکر استفسار کیا۔ تو اس نے بتایا کہ میں جن ہوں۔ میرا نام مسیحج ہے۔ میں نے آج کا واقعہ دیکھا ہے۔ کل بُت پرست بدبخت پھر اُسی جگہ عبادت کے واسطے جائیں گے۔ آپ بھی تشریف لے آئیں تو میں بُت کے اندر داخل ہو کر بُت پرستی کی مذمت اور خدا پرستی اور آپ کی تعریف میں کلام کرونگا۔ اس کے بعد وہ جن اجازت لے کر چلا گیا اور جاتے جاتے حسب مرضی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنا نام بھی تبدیل کرتا گیا۔ یعنی آپ نے اس کا نام سُن کر اس نام کو بدل دیا۔ اور عبداللہ نام رکھا۔ یہ ساری باتیں آپ کے اصحاب بھی سُن رہے تھے۔ اس واسطے ان کو رات کا گزارنا مشکل ہو گیا۔ کہ کب دن ہو تو ہم اپنے دین کی تعریف و توصیف سُنیں۔ خدا خدا کر کے دن ہوا۔ اور بُت پرست بدبخت بھی حسب معمول

اسی طرف گئے۔ آپ کے اصحاب اور آپ تو پہلے سے ہی پہنچ چکے تھے اور اُسی طرح اسلام کی طرف بُلانے لگے۔ توکل والا مناظرہ آج بھی پیش آیا حتٰے کہ اس مردود نے پھروہی الفاظ دُھرائے۔ کہ اے میرے خدا میں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اس کے مذہب کی مذمت سننی چاہتا ہوں۔ بس یہ کہنا تھا کہ بُت کے اندر سے دین اسلام کی تعریف اور آپکی مدح میں بڑے زور کی آوازیں نکلنی شروع ہوئیں۔ اب کیا تھا۔ ان مردودوں نے بُت کو اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہنے لگے۔ کہ یہ اس ساحر کی کارستانی ہے۔ اور نافرجام۔ بدانجام آپ کو گالیاں دینے لگے۔ مگر آپ دین اسلام کی طرف بُلاتے رہے۔ آخر کار ابوجہل نے جو کہ درحقیقت جہالت کا باپ تھا۔ ایک اور آدمی کو ساتھ لے کر آپ کو زدو کوب کرنا شروع کیا۔ مگر آپ نے اپنے تابعین کو صبر وتحمّل سے کام لینے کی نسبت فرمایا۔ اسی حالت میں عباسؓ آ گئے۔ اور ہرچند منت سماجت کی۔ مگر وہ مردود مارنے پیٹنے سے باز نہ آئے۔ دوسرے بدذات اشتعال دلاتے رہے۔ اتنے میں ایک بدذات تلوار لے کر جھپٹا۔ مگر اس لعین کا ہاتھ اوپر کا اوپر ہی رہ گیا۔ ہرچند کوشش کی مگر ہاتھ نیچے نہ آسکا۔ جب اس نے یہ ارادہ کیا کہ اب تلوار کو نیام میں کر لیتا ہوں۔ تب ہاتھ نیچے آئے یہ حال دیکھ کر دوسروں نے بھی چھوڑ دیا۔ آپ نہایت اندوہگین خاطر غمگین مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب بی بی خدیجہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ باحال زار آپ کی تلاش میں نکلی۔ اور آپ کو تلاش کر کے گرد وغبار کو آپ کے کپڑوں سے اور خون آپ کے زخموں میں سے صاف کیا۔ بعدہٗ آپ نے بی بی خدیجہ کو واپس گھر میں بھیجدیا۔ اور آپ اسی جگہ خدا کی یاد میں مشغول ہوئے۔

اسی دن آپ کا چچا حمزہؓ جنگل میں شکار گیا ہوا تھا۔ اور جب وہ گھر کی

طرف پلٹا۔ ابھی گھر پہنچا ہی تھا کہ والدہ اور لونڈی نے تمام حالات بے کم و کاست حمزہ کو سُنا دیئے۔ حمزہ نے پوچھا ابولہب کہاں تھا۔ اس کی والدہ نے جواب دیا کہ وہ لعین اشتعال دلا رہا تھا۔ پھر پوچھا کہ حجاز زار مقوم اور حارث کہاں تھے؟ جواب ملا کہ وہ بھی ابولہب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے۔ پھر پوچھا عباس اور ابوطالب کہاں تھے۔ جواب ملا کہ ابوطالب تو یہاں نہ تھا۔ عباس نے ہر چند چھوڑانے کی کوشش کی۔ مگر پیش نہ گئی حمزہ ان الفاظ کے سُننے ہی کمال برہم ہوا۔ اور قسم کھائی کہ جب تک محمد صلعم کے دشمنوں سے انتقام نہ لے لوں گا۔ نہ روٹی کھاؤں گا نہ آرام کروں گا اور نہ ہی ہتھیار بدن سے اُتاروں گا۔ یہ کہا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر شہر میں گشت کر کے جنہوں نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو زدوکوب کیا تھا۔ پتہ لے کر اس گروہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب ان آدمیوں نے حمزہؓ کو اس حالت میں آتے دیکھا۔ تو ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ آتے ہی سوال کیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کس نے مارا ہے۔ ابوجہل بڑی شوخی سے پکار اُٹھا کہ میں نے مارا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ گھوڑے پر سے کود پڑا۔ اور ابوجہل کو اس قدر زدوکوب کیا کہ اوسان خطا ہو گئے۔ بعد ازاں سیدھا مسجد حرام کا راستہ لیا۔ دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہوئے زار زار رو رہے ہیں۔ حمزہ نے کہا السلام علیک یا ابن اخی۔ آپ نے جواب نہ دیا۔ پھر دوسری دفعہ انہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ مگر آپ پھر نہ بولے۔ جب تیسری دفعہ بُلایا تو آپ نے توجہ فرمائی اور زار زار روتے ہوئے بولے۔ وہ بیکس کہ جس کا نہ ماں نہ باپ نہ چچا ہے۔ نہ کوئی اور قریبی رشتہ دار۔ نہ بھائی نہ ہمشیرہ نہ مددگار نہ غمخوار نہ کوئی غمگسار۔ نہ کوئی محب دل نواز نہ کوئی محرم راز نہ کوئی ہمدم نہ کوئی محرم نہ کوئی مونس اپنا پُردرد قصہ کس کو سُنائے۔ کس سے زخموں پر مرہم لگانیکی امید رکھے۔ اپنا دردِ دل اور سوز دروں کس محرم راز کو سُنائے۔ کس کے پاس

فریاد لے جائے۔ کس رشتہ دار سے داد خواہ ہو۔ کون بھائی فریادرس ہو کون غمخوار غمخواری کرے اور کون دلدار جو دلداری کرے۔

کہوں کس سے جا کے میں درد نہانی ❖ بھلا کون سنتا ہے میری زبانی

حمزہؓ نے کہا اے میرے فرزند میں تیری حمایت و نصرت کے لئے آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ اے چچا جان قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جب تک تو مسلمان نہ ہوگا اور کلمۂ توحید کا اقرار نہ کرے گا اگر تو میری تکلیف کے عوض جو کہ تجھے قریش کی جہالت سے پوچی ہے تمام کو قتل بھی کر دے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ حمزہ نے کہا کہ تیری خاطر میں نے دشمنوں کے غرور کو خاک میں ملایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ایمان لے آوے تو مجھے اتنی خوشی ہوگی کہ انتقام سے نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد بموجب کہنے حمزہ کے سورہ طٰہٰ اور سورہ مومن سے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰهٰ۔ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۔ (ترجمہ) شروع ساتھ نام اللہ کے جو بڑا بخشش کرنیوالا مہربان ہے۔

(۱) ہم نے (اے پیغمبر) قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تو تکلیف اٹھائے۔ مگر (ہم نے تو قرآن اس لئے اتارا کہ وہ) ڈرنے والے کے لئے نصیحت ہو (یہ قرآن) اس کا اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اونچے اونچے آسمان کو بنایا۔ (آسمان اور زمین بنانے کے بعد) وہ بڑے رحم والا تخت پر چڑھا۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور جو ان دونوں کے بیچ میں ہے۔ اور جو زمین کے تلے ہے۔ (۲) اگر تو پکار کر بات کرے (تو اس کو تیرے پکارنے کی احتیاج نہیں) وہ تو بھید کو جانتا ہے اور اس سے زیادہ چھپے ہونے کو۔ اسی کے سارے نام ہیں ❖

(س المومن پ ۲۴) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۔ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۔ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۔ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۔ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ **ترجمہ** شروع ساتھ نام اللہ کے جو بخشش کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔ اس کتاب (قرآن) کا اُتار اللہ کی طرف سے ہے۔ جو زبردست ہے علم والا۔ گناہ بخشنے والا۔ اور توبہ قبول کرنے والا۔ سخت سزا دینے والا۔ بڑا فضل کرنے والا۔ اس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ۔ اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ خدا کی آیتوں میں اور کوئی نہیں وہی لوگ جھگڑتے ہیں جو کافر ہیں تو ان کافروں کا ایک شہر سے پڑے پھرنا تجھ کو دھوکہ میں ڈالے۔ ان کافروں سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد اور قوموں نے (بھی اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا ہے اور ہر ایک قوم نے اپنے پیغمبر کو پکڑ لینا (مار ڈالنا) چاہا۔ اور سچے دین کو نیست و نابود کرنے کے لئے جھوٹے جھوٹے جھگڑے نکالے۔ آخر میں نے ان کو دھر پکڑا۔ تو میری سزا کیسی (سخت) ہوئی۔ اور اسی طرح ان کافروں پر بھی تیرے مالک کی بات پوری ہوئی۔ (ان پر بھی عذاب آئے گا) کیونکہ یہ دوزخی ہیں۔ جو (فرشتے) عرش کو اُٹھا رہے ہیں اور جو ذرشتے

عرش کے گرد ہیں۔ وہ اپنے مالک کی پاکی تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لئے بخشش مانگتے ہیں۔ (کہتے ہیں) مالک ہمارے تیرے رحم اور تیرے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ توجو لوگ توبہ کرتے ہیں۔ اور تیری راہ پر (سچے دین پر) چلتے ہیں۔ اُن کو بخش دے۔ اور دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ مالک ہمارے اور (ایسا کر) کہ انکو اور ان کے باپ دادوں اور بی بیوں اور ان کی اولاد میں سے جو نیک ہوں۔ ان کو ہمیشہ رہنے کے باغوں لے جا (جن کے دینے) کا تو نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ بے شک تو ہی زبردست ہے حکمت والا۔ اور (قیامت کے دن) ان کو (تمام) بُرائیوں سے بچا دے۔ اور جس کو تو نے اس دن بُرائیوں سے بچا لیا۔ اُس پر تو نے بڑا رحم کیا۔ اور یہی تو بڑی کامیابی ہے ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے دل پر کافی اثر ہوا۔ اور دولت اسلام سے بہرہ ور ہو گئے۔ جس وقت آپ مسجد حرام میں نا فرجام کفار کی سختی سے بادل زار بیٹھے ہوئے تھے۔ تو خداوند تعالےٰ نے چار فرشتے آپ کے پاس بھیجے۔ فرشتوں نے آکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم چاروں پانی۔ ہوا۔ آفتاب۔ اور پہاڑ پر موکل ہیں۔ خداوند تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر محمد صلعم اہل مکہ کی تباہی کے واسطے حکم دیں تو دریا کا پانی اُلٹا کر یا اندھیری چلا کر یا آفتاب کو تیز کر کے یا پہاڑوں کو اُلٹا کر نیست و نابود کر دو۔ جب فرشتوں نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جہالت سے مجھے تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ میں ان کے واسطے کسی طرح کا عذاب نہیں مانگتا۔

پلا دے ہم کو بھی اب ساقیا مے گل گوں
کہ آج دیر سے بیٹھے ہیں ہم تیرے در پر

جب کفار بد کردار نے دیکھا۔ کہ حضرت حمزہ رض سلک اسلام میں منسلک ہو گیا ہے۔ تو حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ حضرت حمزہ رض ایک نہایت ہی جری اور بہادر شخص تھے۔ اب حضرت حمزہ رض کا یہ معمول ہو گیا۔ کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین اسلام کی اشاعت کرنے کے واسطے باہر تشریف لیجاتے

تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دیوانہ وار گرد اگرد چکر لگاتے اور دشمنوں سے ہر طرح محفوظ و مصؤن رکھتے۔ آپ بھی اپنے فرض کو کمال تن دہی اور محنت سے کرنے لگے۔ القصہ کفار نے یہ حالت دیکھ کر ایک مجلس منعقد کی۔ جسمیں ابوجہل لعین نے بڑی زوردار تقریر کی۔ اور کہا۔ افسوس ہے کہ ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو کہ محمدؐ کو قتل کر ڈالے۔ اور ہمیشہ کے دُکھ سے نجات دلوائے میں انعام مشتہر کرتا ہوں۔ جو کوئی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرکے میرے پاس اس کا سر لائیگا۔ سو اونٹ انعام دوں گا۔ اور اس کے علاوہ اور بھی زر نقد وغیرہ دیا جائیگا۔ یہ انعام سُنتے ہی عمر بن الخطاب کھڑے ہوئے اور ابوجہل کے ساتھ قول و اقرار کیا۔ کہ میں قتل کرتا ہوں۔ بشرطیکہ کعبہ میں جبل کر بت کے آگے وعدہ کرے۔ ابوجہل نے ایسا ہی کیا۔ اور عمر بن خطاب نے بھی قسم کھائی کہ جب تک میں محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل نہ کرلوں گا۔ نہ آرام کروں گا۔ نہ ہتھیار اُتارونگا۔ اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا۔ یہ کہا اور ہتھیار لگا آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گیا تھا۔ کہ ایک مسلمان شخص ملا۔ اور کہا کہ اے عمرو کہاں کا ارادہ ہے۔ عمرو نے کہا۔ کہ قتل محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا۔ اُس شخص نے کہا۔ کہ

ایں خیال است ومحال است وجنوں

یہ سُننا تھا کہ عمرو نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے تو بھی اپنے بزرگوں کے دین سے دگرداں ہوگیا ہے۔ پہلے تیرا ہی قصہ پاک کرتا ہوں۔ اس شخص نے دل میں نیت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی کر کے کہا۔ کہ میں اپنے بزرگوں کے دین پر ہی ہوں۔ عمرو یہ سُن کر آگے چلا تو دیکھا کہ ایک بچھڑا نہایت فصیح زبان سے کہہ رہا ہے۔ یدعوکم الی شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جبکہ عمر بن خطاب نے یہ سانحہ دیکھا۔ تو متعجب ہوکر ابوجہل کے پاس آیا۔ اور کہا کہ جانور بھی اس کی رسالت کی گواہی دے رہے ہیں۔ ابوجہل مردود نے

انکار کیا۔ اور کہا اگر یہ سچ ہے۔ تو اس کو دل میں رکھنا۔ مگر عمر بن خطاب نے جواب دیا کہ قسم ہے لات اور منات کی۔ جو بات دیکھوں گا خواہ وہ بڑی ہو خواہ چھوٹی۔ اس کو ہرگز ہرگز نہ چھپاؤں گا۔ یہ کہا اور پھر آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ ادھر جب مسلمانوں نے اس واقعہ کو سُنا۔ تو اوسان خطا ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ عمر بن خطاب ایک نہایت جری اور بہادر شخص ہے۔ ملک عرب میں اس کے ٹکّے کا کوئی آدمی نہیں۔ خیر۔ عمرو بن خطاب چلتا ہوا ایک آدمی مسمی نعیم سے ملا۔ اُس نے پوچھا کہ اے عمرو کیا ارادے ہیں؟ عمرو نے جواب دیا کہ قتل محمد (صلعم) نعیم نے کہا شاید تلوار ہاشمی کی تجھے خبر نہیں۔ کہ ایسا بُرا ارادہ کیا ہے۔ عمرو نے جواب دیا کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی مسلمان ہو گیا! تیرا فیصلہ کر کے ہی آگے چلوں گا۔ نعیم نے کہا پہلے گھر کی خبر لو۔ بعد میں کسی اور کی خبر لینا۔ نعیم نے کہا کہ تیرا بہنوئی اور ہمشیرہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ عمرو نے ثبوت مانگا۔ تو نعیم نے کہا۔ اگر وہ تمہارے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا گوشت کھالیں تو سمجھ لینا کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔ اگر وہ نہ کھائیں تو سمجھو کہ وہ مسلمان ہو چکے عمرو اس بات کے سُنتے ہی جوش میں آیا۔ اور سیدھا اپنی ہمشیرہ کے گھر کیطرف روانہ ہوا۔ دروازے پر پہنچا۔ تو اندر سے قرآن شریف پڑھنے کی آواز آ رہی تھی کنڈی کھٹکٹائی۔ تو ہمشیرہ اور اس کے خاوند اور تیسرے شخص جو کہ قرآن شریف پڑھا رہے تھے۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ زید[۵۱] نے جھٹ پٹ خباب[۵۲] کو گھر میں چھپا دیا۔ اور دروازہ کھولا۔ عمرو نے پوچھا کہ کیا پڑھ رہے تھے۔ زید نے جواب دیا۔ کہ کچھ نہیں۔ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عمر نے طیش میں آ کر جھٹ پٹ ایک بکرا ذبح کیا۔ اور کباب تیار کئے۔ جب اپنی ہمشیرہ اور زید کو کھانے کے واسطے کہا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ بس اب کیا تھا۔ عمرو نے اپنی ہمشیرہ (فاطمہ) اور بہنوئی (زید) کو مارنا شروع کیا۔ آخر جب عمرو کی

[۵۱] بہنوئی کا نام ہے۔ [۵۲] اس اصحاب کا نام ہے جو قرآن پڑھا رہا تھا۔

سختی حد سے تجاوز کر گئی۔ تو ہمشیرہ نے جواب دیا کہ اے عمرؓ جو ہم پہلے پڑھ رہے تھے۔ ایک دفعہ سُن تو لے۔ بعد میں اگر پسند آوے تو بہتر۔ اگر نہ آوے تو ہمیں بے شک قتل کر دینا۔ آخر عمرؓ نے اس بات کو تسلیم کیا۔ اور پڑھنے کا حکم دیا۔ مگر ہمشیرہ نے جواب دیا کہ پہلے غسل کر کے آؤ۔ بعد ازاں تمہیں سُنایا جائے گا۔ عمرؓ نے جھٹ پٹ غسل کیا۔ تو اُنہوں نے خباب کو نکالا۔ اور خباب نے سورہ طٰہٰ کو پڑھنا شروع کیا۔ اور عمرؓ ہمہ تن گوش سُن سُن کر آنسوؤں کے موتیوں سے ہار پروتا رہا۔ اور اپنے کئے پر پریشان ہوتا رہا۔ جب خباب نے پڑھنا بند کیا۔ تو مکرر پڑھنے کیواسطے درخواست کی۔ اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔ جب خباب دوسری دفعہ اسکو ختم کر چکا۔ تو ہمشیرہ اور بہنوئی کی زخموں کی مرہم پٹی کر کے کہا کہ مجھ کو فوراً محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ عمرؓ نے تلوار گلے میں حمائل کی۔ اور ادھر زید نے شکر الٰہی ادا کیا۔ اور عمرؓ کی ہمراہ جس مکان پر آپ فروکش تھے۔ لے گیا۔ جب دروازے پر پہنچا تو آنسو اُسی طرح ابر باراں کی ہمسری کا دم بھر رہے تھے۔ مگر مکان کے اندر جو مسلمان تھے سب ڈر گئے۔ اور پھر ہوش سنبھال تلوار کو درست کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے۔ کہ مبادا لڑائی کی غرض سے آیا ہو۔ کیونکہ وہ پہلے سارا معاملہ سُن چکے تھے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی اُلٹ تھا۔ جو دوسروں کا شکار کرتا تھا۔ آج خود شکار بنا بیٹھا ہے۔ جو دوسروں پر رحم نہ کرتا تھا۔ آج اُسے خود دوسرے کے رحم کی حاجت ہے۔ جو دوسروں کے رونے کو اپنی ہنسی خیال کرتا تھا۔ آج اُس کا رونا دوسروں (مسلمانوں) کی ہنسی بنا ہوا ہے۔ جو پہلے کسی کا گناہ معاف نہ کرتا تھا۔ آج اُسے خود گناہ معاف کرانے کی ضرورت ہے۔ اتنے میں آپ بھی دروازے پر آ کھڑے ہوئے اور دروازہ کھولتے ہی فرمایا کہ اے عمرؓ لڑائی کی نیت ہے یا صلح کی۔ سبحان اللہ اب تو وہ عمرؓ وہ عمر رہا ہی نہیں۔ جو چند گھنٹے پہلے تھا۔ نظر چار ہوتے ہی پاؤں میں

گر پڑا۔ اور روتے ہوئے صدق دل سے کہا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ

ادھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار زار رو رہے تھے۔ ادھر مسلمان خدا سے دعا مانگ رہے تھے۔ حتیٰ کہ جب دیگر مسلمانوں نے عمرؓ کی زبان سے یہ الفاظ سُنے تو مظلوم اور متفکر پھول جو قریش کی سختی کی خزاں سے کملائے ہوئے تھے۔ بہار کے پھولوں کی طرح یک لخت آپے سے باہر ہو گئے۔ اور ہلال جیسے چہرے بدر کی صورت میں ہو گئے۔ مسلمانوں کی خوشی کی انتہا نہ ہو سکتی تھی۔ کیونکہ عرب کا ایک نہایت مشہور اور جلیل القدر شخص زمرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زبان حال سے پکار رہے تھے

نظم

نہاں ہیں ایزد کے راز تجھ میں عیاں ہے تجھ سے خدا کی قدرت
تیری جھلک میں ضیائے ادلی نے اپنا جلوہ دکھا دیا ہے
رسول حق ہے تو اور زیبا ہے تجھ کو دعویٰ پیغمبری کا
ازل کا پیغام بے کم و کاست تو نے سب کو سُنا دیا ہے
مجال چون و چرا نہیں ہے کہ کی ہے تو نے تمام حجت
نتیجہ ہر فعل نیک و بد کا پکار کر یوں جتا دیا ہے
ہیں بس مبارک جنھوں نے پیغام تیرا لکھا ہے لوح دل پر
شقی و نا اہل ہیں جنھوں نے اُسے سُنا اور بھلا دیا ہے
دکھا دے مجھ کو راہ ہدایت سکھا دے مجھ کو وہ گُر کہ تم کو
بتھا کے گویا کہ روبرو اپنے خدا نے تجھ کو سکھا دیا ہے

بعد ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آج تک کس قدر مسلمان شہر مکہ میں موجود ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ معہ تمہارے چالیس ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب نماز کا وقت آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے عرض کی یا رسول اللہ میں تو اس طرح چھپ کر نماز نہ پڑھوں گا۔ غضب ہے کہ خدائے برحق کی عبادت تو چھپ چھپ کر کی جائے۔ اور بدبخت بتوں کی پوجا کھلے بازاروں میں کی جائے۔ مجھے قسم ہے خدائے برحق کی میں پوشیدہ نماز نہیں پڑھنا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے آگے روانہ ہوئے۔ اور آپ بھی برابر چلنے لگے۔ باقی مسلمان پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب قریش نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس حال میں آتے دیکھا تو انھوں نے سمجھا شاید عمرؓ تمام مسلمانوں کو گرفتار کرکے لا رہا ہے۔ کمال خوشیاں کرنے لگے۔ اور بعض بدبخت دل چلے طعن کرنے لگے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک پہنچے۔ اور ان کے طعن کی آواز سنی۔ تو تلوار علم کرکے اُس گروہ پر حملہ کیا۔ اور فرمایا کہ آج سے سمجھ لو کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ یہ کہا اور اس گروہ کے سردار کو گرفتار کرلیا۔ جس کو آپ نے حضرت عمرؓ کے پنجے سے چھڑایا۔ اور فرمایا کہ اب جانے دو۔ اسی دن سے آپ کا لقب فاروقؓ مشہور ہوگیا۔ یعنی سچ اور جھوٹ میں فرق ڈالنے والا۔ اب قریش کے گھروں میں ماتم پڑ گیا۔ اور خدا کے فضل سے مسلمانوں کو یہ پہلا دن نصیب ہوا کہ علانیہ اس کی عبادت کی جائے۔ آپ نے معہ اپنے ساتھیوں کے کعبہ کو صاف کیا۔ اور بتوں کی طرف قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل[۱] کان زھوقا۔ کہکر انگلی مبارک سے اشارہ کرتے تھے۔ تو بُت زمین پر آ پڑتا۔ اور فنا ہو جاتا۔ اسی طرح سے تمام بتوں کو گرا کر باہر پھینک دیا۔ اور نماز ظہر باجماعت خانہ کعبہ میں ادا کی۔ اس دن سے بعد دین اسلام کا ہونہار پودا جلدی جلدی ترقی کرنے لگا۔ اور زمانے نے ایک نیا سین پیدا کر دیا۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک کے ۴۷ سال گذر گئے۔ نبوت کا آٹھواں اور عمر کا اڑتالیسواں سال شروع ہوا۔

[۱] کہدے سچا دین آگیا اور جھوٹا دین مٹ گیا۔ کیونکہ جھوٹ تو ایک دن ضرور مٹنے والا ہے۔

اب بتوں کی توہین و تضحیک پوری پوری طرح شروع ہوئی۔ تو جملہ قبائل قریش کے سردار جمع ہو کر ابو طالب کے پاس آئے۔ اور بڑے جوش میں کہا کہ اے ابو طالب اب آخری بات ہے۔ دو باتوں میں سے کوئی بھی ایک منظور کر لے۔ اول تو یہ ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ہاتھ اُٹھا لے اور اگر یہ منظور نہیں تو ہمیں چھوڑ دے۔ یہ کہا اور چلے گئے۔ اور جاتے ہوئے کہہ گئے کہ کل تک مہلت ہے۔ اچھی طرح سے سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ اب ابو طالب نے آپ کو بُلایا۔ اور قریش کا پیغام سُنا دیا۔ آپ نے فرمایا:-

ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

میں اپنے کام سے باز نہ آؤں گا۔ خواہ دنیا کا تختہ کیوں نہ پلٹ جائے میری حفاظت خدا کرے گا جس کے حکم سے میں یہ کام کر رہا ہوں۔ یہ بات سننے سے ابو طالب پر کافی سے بڑھ کر اثر ہوا۔ اور اُس نے بھی کہا اچھا تمہاری مرضی میں آخر دم تک تمہارے ساتھ ہوں۔ بعد ازیں بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بُلا کر از سر نو عہد کیا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح بھی ہو سکے حفاظت کی جائے۔ سوائے ابو جہل و ابو لہب کے سب نے عہد کو تازہ کیا۔ دوسرے دن ابو طالب نے قریش کو ان کے سوال کا جواب دے دیا۔

اب زمانہ نے اپنے ہاتھ دکھانے شروع کئے۔ جملہ اہالیان مکہ نے ایک مجلس منعقد کر کے یہ فیصلہ کیا۔ کہ تمام شہر بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سے قطعی طور پر اپنا تعلق چھوڑ دیں۔ پھر ایک عہد نامہ تحریر کیا گیا جس میں یہ شرطیں قرار پائیں:-

(۱) کوئی شخص بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ کسی قسم کی گفتگو نہ کرے۔

(۲) کسی قسم کا کوئی لین دین نہ کیا جائے۔

(۳) ایک حد مقرر کی جائے۔ کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اس حد سے باہر بالکل نہ نکلنے پائیں۔

(۴) جو کوئی ان شرطوں کی خلاف ورزی کرے گا۔ اس کو سخت سے سخت عذاب دیا جائے گا۔

(۵) یہ شرائط اسی وقت منسوخ ہو سکتی ہیں۔ جب کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیں۔ یا اس کو خود قتل کر دیں۔

اس کے بعد جبکہ عہد نامہ مکمل ہو گیا۔ تو اس کو خانہ کعبہ میں رکھا گیا۔ اور ان بد ذاتوں نے اس کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی قاصد بھیجد یئے۔ کہ باہر کے لوگ بھی ان کے ساتھ کوئی علاقہ نہ رکھیں۔ دس ماہ تک بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب معہ مسلمانوں کے محصور رہے۔ رات کو چوری چوری باہر نکلتے۔ اور جس طرح سے ہو سکتا۔ گذارہ کرتے۔ اگر کوئی مسلمان یا بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کا کوئی آدمی اس حد سے باہر نکلتا تو شامت آجاتی۔ مگر انھوں نے بھی ان سے کسی قسم کی فریاد وغیرہ نہ کی۔ اور تن بہ تقدیر شاکر رہے۔ اور اسی ضد پر اڑے رہے کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز دشمنوں کے حوالے نہ کرینگے۔ ابو طالب رات کے وقت آپ کے مکان کے گرد جہاں کہ آپ استراحت فرماتے تلوار ننگی کر کے چکر لگاتا رہتا۔ کبھی ایک مکان سے اُٹھا کر دوسرے مکان میں لیجاتا مبادا کہ دشمن رات کے وقت کوئی حملہ نہ کر دیں۔ دن کے وقت کچھ عرصہ آرام کرتا۔ اور اتنا عرصہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح مکان کے گرد چکر لگاتے رہنے کی واسطے حکم دیتا۔

ایک دن بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہ کا برادرزادہ کچھ خوراک لیکر بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کی طرف جا رہا تھا۔ کہ ابو جہل لعین دیکھ کر اس کو بہت سی لعن طعن کرنے لگا۔ اسی حالت میں حضرت حمزہ بھی اسی طرف تشریف لے آئے اور اپنی حد کے کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت حمزہ کو دیکھ کر اُس نے ابو جہل کی خوب مرمت کرنی شروع کی۔ اور مار مار کر ادھ مُوا کر دیا جس سے ابو جہل کی کمال خفت ہوئی۔ اور لات و منات کے نام کا واسطہ ڈال کر مخلصی

حاصل کی۔

جب قریش نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو اتنا عرصہ محصور رہنے کے بعد بھی مسلمانوں کی حمایت کے رنگ میں رنگین دیکھا۔ تو چھکے چھوٹ گئے قریش کے دل میں یہ خیال تھا کہ ڈر کر صلح کر لیں گے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔ اب بڑے بڑے چند آدمیوں کے دل میں اس امر کا خوف پیدا ہوا۔ کہ ایسا نہ ہو کہ تنگ آمد بجنگ آمد کے قول پر بنی ہاشم عمل پیرا ہوں۔ چنانچہ اسی خوف کو دل میں جگہ دے کر ارادہ کیا۔ کہ کسی طرح عہدنامہ کو پارہ پارہ کر دیں۔ اور بنی ہاشم وغیرہ کو مخلصی دلائیں تاکہ اس امر سے ہاشمی اور عبدالمطلبی کے دلوں کی رنجش ہمارے ساتھ آشتی سے بدل جائے۔ چنانچہ جب اس امر کی اطلاع ابوجہل کو ملی۔ تو اس نے منع کیا اور ظاہراً تو وہ خاموش ہو گئے۔ مگر دل سے اس امر کے متمنی رہے۔ کہ موقعہ پر عہدنامہ کا فیصلہ کر دیں۔ آخر انہوں نے موقعہ پایا اور رات ہی رات میں اصل عہدنامہ کو پارا پارا کر کے حوالہ آتش کر دیا۔ اور اس کی جگہ کورا کاغذ جس میں صرف سبحانک اللھم کا لفظ لکھا تھا اسی طرح ملفوف کر کے رکھ دیا۔ اور اس خیال میں رہے کہ کچھ عرصہ بعد قریش کو اس عہدنامہ کے کھولنے کی نسبت کہیں گے۔ اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو مخلصی دلائیں گے اسی رات خداوند کریم نے اپنے فضل عمیم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی کارستانی سے مطلع کیا۔ اور آپ نے اپنے چچا ابوطالب سے بیان کیا صبح ہونے پر ابوطالب قریش کے پاس آیا۔ ابوجہل اور دیگر مفسدہ پردازوں نے سمجھا کہ اب مطلب حل ہوا۔ یہ صلح کے واسطے آ رہا ہوگا۔ اور صلح اس صورت میں ہوگی جبکہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں گے۔ جب ابوطالب نے جا کر عہدنامہ مانگا۔ تو ابوجہل دوڑ کر اُٹھا لایا۔ اور اسی طرح ملفوف ابوطالب کے ہاتھ میں دیا۔ ابوطالب نے

پوچھا کہ اس عہدنامہ میں کیا لکھا ہوا ہے۔ کفار بدکردار نے شرائط سے مطلع کیا۔ تو ابوطالب بولا۔ اگر اس میں یہ شرائط نہ ہوں۔ تو پھر کیا۔ قریش نے کہا کہ ہم اپنے دعوی سے دست برداری کرینگے۔ پھر ابوطالب سے سوال کیا کہ اگر وہ شرائط نکل آویں تو پھر کیا ہوگا۔ ابوطالب نے کہا۔ اگر خدا کے نام کے سوا اور کوئی لفظ بھی اس میں لکھا ہوا نکلا۔ تو میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کردوں گا۔ قریش کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اور وہ اپنے دل میں قتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب دیکھ رہے تھے مگر خدائی کاموں کی کیا خبر تھی۔ فوراً کھولنے کے واسطے ابوطالب کو کہا۔ جب ابوطالب نے کھولا تو سوائے سبحانک اللھم کے اور کوئی لفظ بھی نہ نکلا۔ اب تو ہر ایک کے منہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ اور تعرض کی مجال نہ رہ گئی۔ اس کے بعد وہ شخص جنہوں نے اصل عہدنامہ کو آگ کے سپرد کیا تھا۔ ایمان لے آئے۔ جبکہ ابوطالب سے یہ سُنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس امر کی اطلاع دی ہے۔ کہ عہدنامہ میں سوائے سبحانک اللھم کے اور کچھ بھی درج نہیں کیا گیا۔ اور اصل عہدنامہ کو جلا دیا گیا ہے۔ اسی عرصہ میں آپ کی عمر کا اڑتالیسواں سال ختم ہوا۔ اور نبوت کا نواں اور عمر مبارک کا اونچاسواں سال شروع ہوا۔

پھینکے ہے منجنیق چرخ تاک کے سنگ تفرقہ
بیٹھے کہیں ہو ویں جو ہم کلام دو۔

اب زمانہ نے ایک اور پلٹا کھایا۔ اور واقعات کو اور بھی پیچ در پیچ کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علاوہ ایذادہی قریش جفا کیش کے اپنے دو ہمدموں کی جدائی کا صدمہ اُٹھانا پڑا۔ یعنی جب عہدنامہ فسخ ہونے کو تقریباً چار یا پانچ ماہ گذر گئے۔ تو ابوطالب بیمار ہو گیا۔ اور اسی بیماری میں جان بحق ہونے کے قریب پہنچ گیا۔ قریش ابوطالب کی عیادت کے واسطے

آتے جاتے رہے۔ جب آخری دن تھا۔ تو بہت سے قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ اوپر سے آپ بھی تشریف لے آئے۔ اور قریش سے کہا کہ تھوڑے عرصہ کیواسطے ہٹ جاؤ۔ میں نے دو باتیں اپنے چچا سے آخری وقت میں کرنی ہیں۔ مگر انہوں نے نہ مانا۔ اور بیٹھے رہے۔ آپ۔ ابوطالب کے سرھانے کی طرف کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے چچا اب تو آخری وقت میں منہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہکر مجھے تسلی اور تشفی دلائیں تاکہ کل قیامت کے دن اسی کی بدولت سفارش کرسکوں۔ جس طرح تمام عمر آپ نے مجھ پر احسان کئے۔ اور میری خاطر مختلف قسم کی تکلیفیں برداشت کیں۔ اور ہر طرح میری خاطرداری مدنظر رہی۔ اسی طرح اب بھی میری آخری عرض پر غور فرماویں۔ مگر ابوطالب نے کہا کہ تم سچ کہتے ہو۔ قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر کر ابوطالب نے اسلام قبول کیا۔ اسی اثنا میں قریش کے چند آدمیوں نے ابوطالب سے کہا۔ کہ اب تمہارے آخری دم نظر آتے ہیں۔ بہتر ہے کہ ہمارے اور محمد (صلعم) کے درمیان صلح کراتے جاؤ۔ ابوطالب نے کہا ہے بہتر ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ اے چچا جان میں ان سے اور کچھ نہیں کہتا۔ صرف ایک بات کہتا ہوں۔ اگر مان لیں تو بہتر ہوگا۔ ابوجہل بول اٹھا کہ ہم پانصد کہنے کو تیار ہیں۔ کہو۔ آپ نے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ بس اب کیا تھا طیش میں آگئے۔ اور ہاتھوں کی پشتوں کو کاٹنے لگے۔ ابولہب بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) اگر تم ہمارے چھ ہزار خداؤں میں سے ایک کا نام بھی لے آتے تو کیا ہرج تھا۔ ہم تو تیری طرف جھکنے کو تیار ہیں۔ مگر افسوس تم صلح نہیں ہونے دیتے۔ اسی اثنا میں ابوطالب کا آخری دم ہوتا نظر آیا۔ تو پھر آپ نے کلمہ شریف کو پڑھا۔ اور فرمایا کہ ایک دفعہ کہہ دو

مگر اب زبان چلنے سے رُک گئی۔ حضرت حمزہؓ نے ابو طالب کے منہ کے پاس اپنا کان کر کے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جو کچھ آپ فرماتے ہیں۔ ابو طالب وہ الفاظ کہہ رہا ہے۔ مگر بباعث نقاہت کے کہہ نہیں سکتا۔ آپ فرط خوشی سے اُچھل پڑے۔ اور دُعائے مغفرت طلب کی۔ اتنے میں ابو طالب نے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کی۔ جس سے آپ کو بہت سا صدمہ پہنچا۔

اس کے چند یوم بعد بی بی خدیجہ[۱] رضی اللہ عنہ نے بھی وفات پائی۔ جس سے آپ کے شکستہ دل پر بڑا بھاری صدمہ پہنچا۔ اور حزن و ملال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

ایک وقت آپ بازار میں کھڑے وعظ کر رہے تھے۔ اور خلق خدا کو خدا کی طرف بلاتے تھے کہ کسی مردود نے ایک ٹوکری میں نجاست ڈال کر چوری سے آپ کے فرق مبارک پر ڈال دی۔ آپ کی زبان سے سوائے نیک دعا کے کچھ نہ نکلا۔ آپ کی دختر نیک اختر اس واقعہ کو دیکھ رہی تھی۔ اور ایک طرف ابو لہب مردود بھی کھڑا ہوا اس واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ دل بھر آیا۔ اور گرد و غبار جھاڑنے میں مصروف ہوا۔ اور قریش کو مطلع کر دیا کہ کوئی شخص محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تنگ کرنے نہ پائے۔ قریش نے حیرانگی سے ابو لہب سے پوچھا۔ کیا تو بھی اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہے۔ ابو لہب نے کہا نہیں میں اپنے آباؤ اجداد کے دین پر قائم ہوں۔ اس سے آپ کے دل پر ایک اور صدمہ پہنچا۔ کیونکہ آپ نے سمجھا تھا کہ اب اس کا دل بھی پگھلا۔ مگر افسوس کہ رنگ پھیکا ہی رہا۔ یہ سنتے ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص بُت پرستی نہ چھوڑے گا۔ وہ جہنم میں ہی ابدالآباد تک رہے گا۔ اس سخن کے سنتے ہی ابو لہب طیش میں آ گیا۔ اور کہہ دیا کہ اللہ کوئی کمائی نہ لا لا تو مجھے آج سے دشمن سمجھو

---

[۱] ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ آپ کے نسب نامہ سے بہت دور جا کر ملتا ہے۔

کیسا الٹا زمانہ ہے کہ میں تو حفاظت کرنے کے لیئے قوم میں بدنام ہو رہا ہوں اور تو مجھے جہنمی اور مشرک بتاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں۔ میرا خدا خود نگہبان ہے۔

اب سوائے خدا کے کوئی چارہ گر نہ رہا۔ اور قریش نے میدان صاف پایا۔ اور انواع و اقسام کی مصائب کی رفتار پہلے سے بھی تیز کر دی۔ انجام کار جب کفار کی سنگدلی اور بیرحمی حد سے تجاوز کر گئی۔ تو آپ زید بن حارثہ کو ہمراہ لے کر بنی بکر اور بنی قحطان کے قبائل کو دعوت اسلام کرتے ہوئے طائف میں پہنچے۔ مگر افسوس قریش نے وہاں بھی اپنے آدمی بھیجکر (معاذ اللہ) ساحر اور کذاب کے الفاظ سے مشہور کر دیا۔ اور ان قبائل میں سے بھی کوئی راہ راست پر نہ آیا۔ اور الٹا اس قدر تشدد کیا کہ مکہ کے تشدد سے بھی گوئے سبقت لے گئے۔ پتھروں سے آپ کے جسم کو زخمی کیا۔ لڑکوں بالوں کو آپکے پیچھے لگا کر دیوانہ بنایا۔ غرضیکہ کوئی دقیقہ ایذادہی اور بدنامی کا فروگذاشت نہیں کیا۔ زید بن حارثہ سے جہاں تک ہو سکتا۔ آپ کی حفاظت و حمایت کرتا۔ ادھر مکہ کے مسلمانوں کو آپ کی عدم موجودگی میں مصیبت کا سامنا پڑا۔ اور جانوں کے لالے پڑ گئے۔ آخر آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ راستے میں ایک جنگل میں شام کو قیام کیا۔ اور بارگاہ آلہی میں عرض کی کہ یا الہ العالمین یا ارحم الراحمین تو دانا و بینا ہے۔ کہ تیرے بندوں نے تیرا پیغام پہنچانے پر انواع و اقسام کے مظالم توڑے اور مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے۔ تو ہی ان کے دلوں کے قفل کو کھول۔ تو ہی مستجاب الدعوات ہے۔ تو ہی حل المشکلات ہے۔ میں ان کے واسطے تجھ سے ہدایت طلب کرتا ہوں۔ اسی اثنا میں ایک شخص مسمی عداس جو کہ طائف کا رہنے والا تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور آپسے جملہ حالات حسب و نسب اور نام و مقام کی نسبت استفسار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ محمد بن عبد اللہ میرا نام ہے۔

عداس آپ کی خوش کلامی پر عاشق ہو گیا۔ آپ نے اس کو اسلام کی طرف رغبت دلائی۔ تو بدل و جان فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر زمرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

جب آپ کے اصحابوں کو جو کہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ یہ خبر ملی کہ آپ واپس مکہ میں تشریف لانے والے ہیں۔ تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ ابھی قریش کا نائرہ غضب اُسی مقام پر موجود ہے۔ فی الحال ارادہ کو ترک کر دیں۔ قریش کو بھی اس امر کی اطلاع ملی۔ تو انہوں نے تمام مکہ میں مشتہر کر دیا کہ کوئی شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شہر میں داخل نہ ہونے دے۔ ادھر یہ اشتہار پھر رہا ہے۔ ادھر آپ مختلف قبائل عرب میں گشت لگا رہے ہیں۔ مگر کوئی راہ راست پر آتا نظر نہیں آتا۔ کیونکہ قریش کے اشتہار ہر خاص و تمام جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ اسی قیل و قال میں بطن نخلہ میں ایک دن آپ شام کی نماز میں مصروف تھے۔ زید بن حارثہ بھی ہمراہ تھا۔ کہ کسی طرف سے دس بارہ جن اس جگہ آ گئے۔ جو کہ کسی تلاش میں پھر رہے تھے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو جنوں نے آپ سے مقام حسب و نسب وغیرہ کے متعلق سوال کئے۔ آپ نے سب کا جواب دینے کے بعد اُن کو بھی اسلام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا۔ تو جنوں نے کہا۔ اگر آپ ہمارے ایک سوال کا جواب دے دیں تو ہم بصدق دل مسلمان ہو جائیں گے۔ آپ نے سوال پوچھا۔ تو جنوں نے عرض کیا کہ پہلے ہم جہاں چاہتے تھے عالم بالا میں سیر کرتے مگر تقریباً پچاس سال کا عرصہ ہوا۔ جب آسمانوں پر پہنچتے ہیں۔ تو دروازہ بند ملتا ہے۔ اور ایک قسم کا آگ کا شعلہ ہماری طرف حملہ کرتا ہے۔ جس سے ڈر کر ہم واپس زمین پر آ جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بیشک ٹھیک ہے۔ مجھ سے پہلے آسمان کے دروازے کھلے تھے۔ اور عالم بالا کے اخبار جنوں وغیرہ پر ظاہر ہو جاتے تھے۔ مگر اب وہ اخبار ملنے بند ہو گئے ہیں۔ کیونکہ خاتم الرسالت

دنیا میں پیدا ہو گیا ہے۔ اور تم بھی اسی تلاش میں نکلے ہو۔ کہ سبب معلوم کریں۔ اس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اور واپس جا کر اور جنوں کو بھی اسلام میں داخل کیا۔ (دوسرے جنوں کے گروہ کے آنیکا ذکر اگلی عبارت میں آویگا)

چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے (پ ۲۹ - س الجن) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ۔ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا۔ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ترجمہ۔

شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہدے مجھ (خدا کی طرف سے) وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے (قرآن مجھ سے) سنا[1] پھر (وہ اپنے لوگوں کے پاس لوٹ گئے اور) کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا جو سچا رستہ بتلاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لائے۔ اور ہم ہرگز کسی کو اس کا شریک نہ بنائینگے اور ہمارے مالک کی شان بلند ہے۔ وہ نہ جورو رکھتا ہے نہ اولاد۔ اور ہم میں سے کوئی بیوقوف تھا۔ جو اللہ تعالےٰ پر جھوٹ لگاتا تھا۔ اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ آدمی اور جن بھلا اللہ تعالےٰ پر کیوں جھوٹ باندھنے لگے۔ اور (ہوا یہ کہ) بعضے آدم زاد لوگ بعضے جن لوگوں کی پناہ لیتے تھے۔ اس سے ان کا دماغ اور چڑھ گیا۔ اور آدمی بھی جیسے تم سمجھتے تھے یہ سمجھنے

[1] یہ وہی جن تھے جو کہ تلاش میں نکلے تھے کہ آسمان پر جانا کیوں بند ہو گیا۔ [2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے جن مشرک بھی تھے [3] ابلیس سے مراد ہے۔ [4] مگر انہوں نے جھوٹ بولا ظاہر ہے کہ وہ جھوٹے تھے یعنی ابلیس اور اسکے ہمراہی۔ [5] عرب کے بعض مشرکوں کا قاعدہ تھا کہ جب سفر کی حالت کسی خوفناک مقام پر اترتے تو پکار کر کہتے کہ ہم اس مقام کے سردار کی پناہ میں آتے ہیں سردار سے مراد جن کی لیتے تھے پہلے یہی دستور [illegible] پناہ لینے شروع کی [illegible] اسلام کے زمانہ میں خدا کی پناہ لینے لگے۔ [6] وہ جن کہنے لگے کہ ہم آدمیوں کے بھی سردار ہو گئے۔

لگے۔ کہ اللہ تعالےٰ (مرنے کے بعد) کسی کو (جلاکر) نہیں اُٹھائے گا۔ اور ہم نے آسمان کو (جاکر) ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ زبردست پہروں اور (آگ کے) شعلوں سے بھرا ہُوا ہے[۱]۔ اور پہلے تو یہ تھا کہ (فرشتوں کی باتیں) سُننے کیواسطے ہم آسمان میں کئی جگہوں پر بیٹھا کرتے تھے۔ اب تو جو کوئی سُننے جائے۔ ایک شعلہ اپنے واسطے تیار پائے۔"

المقصہ بموجب اپنے اصحابوں کے کہنے کے کچھ عرصہ حوالی مکہ میں پھرتے رہے۔ ہر چند کوئی موقعہ شہر میں داخل ہونے کا ڈھونڈتے مگر نہ ملتا۔ آخر آپ کے گرد و نواح مکہ میں آجانے کی خبر گرم ہوئی۔ تو مشرک ہتھیار پہن کر آپ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ جب آپ کے اصحابوں نے یہ حال دیکھا تو خدا سے دُعا مانگنے لگے قریش سارا سارا دن باہر آپ کو ڈھونڈتے۔ اور آپ ملنے تو بے نیل مرام واپس شہر میں آتے۔ آخر خداوند کریم نے ایک شخص مسمی مطعم کے دل میں رحم ڈالا۔ اس نے اپنے شتر کو تیار کر کے قریش سے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امان میں[۲] لیتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کون مجھے روکتا ہے۔ یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ایک شخص کو صرف اس وجہ سے جلاوطن کیا جائے کہ وہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ یہ کہا۔ اور جنگل میں سے تلاش کر کے آپ کو شہر میں لے آیا۔ ابھی آپ کو ایک دو دن ہی شہر میں آئے ہوئے گذرے تھے۔ کہ قریش مطعم کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ تو آپ مطعم کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ بہتر ہے مجھے اپنی امان سے نکالدو۔ کیونکہ میری وجہ سے تمہیں ہوروطعن نہ ہونا پڑے۔ آخر کار جب مطعم نے سُنا تو اول اصرار کیا۔ آخر مجبور ہو کر اعلان کر دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم میری امان سے نکل گیا ہے۔

---

[۱] فرشتے کثرت سے پہرا دے رہے ہیں آگ کے شعلے ہم پر مارنے کے لئے بجد تیار ہو رہے ہیں۔ غرض وہاں نیا انتظام ہوا ہے۔ اور چوری کی بہر کیا بند و بست ہو گیا ہے۔ جیسا کہ پہلے نہ تھا اسکی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوگی

[۲] عرب میں قاعدہ تھا کہ جو شخص کسی کی حفاظت میں ہوتا۔ اسکو کچھ نہ کہتے۔ مگر محافظ پر سختی کرتے۔

اس کے تھوڑا عرصہ بعد وہ جن جو کہ بطن نخلہ میں مشرف با سلام ہوئے پشت
وہ اپنے تمام جنوں کو ہمراہ لے کر مکہ میں آئے۔ اور مشرف باسلام
ہوئے۔ چنانچہ اس واقعہ کا تذکرہ خداوند کریم نے اسی سورۃ الجن میں کیا ہے
(پ ۲۹ س الجن۔ رکوع پہلے کی آخری آیت) وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ
يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ ترجمہ :۔ اور جس وقت اللہ تعالےٰ کا بندہ (محمد صلعم)
اس کی عبادت میں کھڑا تھا۔ تو جنات (چاروں طرف سے گھیر کر) اس سے مٹنے ہی کو تھے۔

اس دفعہ بارہ ہزار جن آپ کی خدمت میں آئے تھے۔ آپ اس وقت نماز
پڑھ رہے تھے کہ ایک جن آدمی کی صورت میں آیا۔ مگر جب آپ اس کے
بلانے پر نہ بولے تو اس نے دوسروں کو اطلاع دی۔ اور سارے آکر آپ کو
بلانے کے خواہشمند ہوئے۔ اور چاہتے تھے کہ آپ کا شانہ مبارک ہلا کر آپکو
بلایا جائے کہ اتنے میں آپ نماز سے فارغ ہو گئے۔ اور اُن کے ساتھ جہاں
وہ فروکش تھے۔ (حجوں قبرستان مکہ میں اترے تھے) گئے۔ ایک شخص کو اپنے
ہمراہ لے گئے تھے۔ اور ایک لکیر کھینچکر اس کے اندر اپنے اصحاب کو بٹھلایا۔
اور کہا کہ اس لکیر سے باہر نہ ہونا۔ ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ آخر کار آپ ان سب
کو اسلام کی تعلیم دے کر واپس چلے آئے۔

اس عرصے میں حج کا وقت آیا تو جس طرح قریش پہلے کہتے آتے تھے کہ یہ
کذاب ہے۔ مفتری ہے۔ ساحر ہے۔ اسی طرح اب کے بھی مکار اپنے بدکرداری سے نہ
چوکے۔ اسی حج میں ایک شخص مسمی طفیل دوسی نے جو کہ اپنے قبیلے کا سردار
تھا۔ دل میں سوچا کہ کیوں یہ منع کرتے ہیں۔ ضرور اس میں کوئی راز ہوگا۔ پس
اس نے کانوں سے روئی نکالی۔ (ہر آدمی کان میں روئی دیکر آپ کے پاس سے
گذرتا تھا کہ کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں کلامی سُن کر اپنے دین سے
بے دین نہ ہو جائیں) اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت شام
کی نماز پڑھا رہے تھے۔ تو طفیل چپ چاپ آکر بیٹھ گیا جب آپ نماز سے

لگے۔ کہا گئے۔ تو طفیل کے مُنہ سے کوئی بات ہی نہ نکلتی تھی۔ کیونکہ وہ قرآن شریف کو سُن کر مبہوت و ششدر ہو گیا تھا۔ آخر آپ کے پیچھے پیچھے روانہ ہُوا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے۔ تو طفیل نے بھی اجازت مانگی۔ آپ باہر تشریف لائے اور اس سے پوچھا۔ تو طفیل نے جو کچھ قریش سے سُنا تھا۔ عرض کیا۔ آپنے فرمایا کہ یہ لوگ جہالت اور بُت پرستی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ خداوند کریم نے مجھے ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے پیغمبر کر کے بھیجا ہے۔ مگر یہ لوگ کفر و شرک کو نہیں چھوڑتے۔ اور مخالفت میں بہت بڑھ گئے ہیں اب میں تجھے اسلام کی طرف بُلاتا ہوں۔ طفیل نے اُسی وقت اسلام قبول کیا۔ اور گھر جا کر اپنے ماں باپ زن و فرزند اور قبیلے کے دوسرے لوگوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا جن میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا اور بعض بدبختوں نے انکار کیا۔ اس طرح اسلام باہر پھیلنا شروع ہوا۔

اگلے سال جبکہ نبوّت کا دسواں سال شروع ہوُا۔ آپنے ۱۰ ماہ شوال کو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دختر نیک اختر تھی۔ شادی کی۔ اور اس کے تھوڑے دنوں بعد سودہ خاتون سے جو کہ چند روز ہوئے مسلمان ہوئی تھی نکاح کیا۔

قریش نے دیکھا کہ دین اسلام اب باہر بھی پھیلنے لگ گیا ہے۔ تو انکے دلوں میں بڑا بھاری خطرہ پڑ گیا۔ تو ہشام۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ امیہ۔ ابوسفیان۔ عتبہ اور صفوان وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے سر برآوردہ جمع ہوئے۔ اور صلاح مشورہ کر کے آپ کو بلایا۔ اور کہا کہ ہم پھر تجھے کہتے ہیں۔ اگر کسی قسم کا خلل دماغ ہے۔ تو کسی حاذق حکیم کو بُلا کر علاج کرواتے ہیں۔ اگر مال و دولت یا شادی کی حرص ہے تو ہم پورا کرنے کو تیار ہیں۔ مگر ہمارے خداؤں کی توہین چھوڑ دو۔ آپنے فرمایا نہ مجھے مال و دولت کا طمع ہے۔ نہ سرداری کی حرص۔ نہ کوئی خلل دماغ ہے۔ اگر کوئی مطلب ہے تو یہی کہ میری رسالت کا اقرار کرو۔ اور بتوں کو پوجنا چھوڑ دو۔ اتنے میں ایک

شریر بولا۔ اور کہا ہم تیری رسالت کا تب اقرار کرتے ہیں۔ اگر ہمارے پشت در پشت کے فوت شدہ آدمی قبروں سے اُٹھ کر تیری رسالت کا اقرار کریں یا یہ نزدیک کے پہاڑ اکھڑ کر دور چلے جائیں یا نزدیک آجائیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں ان کاموں کیواسطے نہیں آیا ہوں۔ کہ قبروں سے مُردے زندہ کروں یا پہاڑ اُکھیڑوں۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے (پ ۱۳ س رعد ع ۴)

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۗ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۔ ترجمہ :۔ اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس سے پہاڑ سرک جاتے یا زمین پھٹ جاتی (یا اس کی مسافت طے ہو جاتی) یا مُردے بات کرنے لگتے (کہدے اے پیغمبر) یہ سب اختیار اللہ کا ہے ۔

دوسرا لعین بیدین بولا کہ یہ بھی کوئی پیغمبر ہے جو کہ ہماری طرح کھانا پیتا ہے بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اگر خدا نے ایسا ہی پیغمبر بھیجنا تھا جو کہ ہماری طرح کھاتا پیتا۔ تو اس کے پاس ایک فرشتہ چاہیئے تھا۔ جو ہمیں کہتا کہ یہ سچا پیغمبر ہے، مان لو۔ عزیب یہ ہے۔ خدا کو چاہیئے تھا کہ اس کو کوئی خزانہ دے دیتا۔ خداوند تعالےٰ نے اُسی وقت آیت نازل فرمائی (پ ۱۸ س الفرقان ع ۱) وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۙ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۔ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَاۗءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۔

ترجمہ :۔ اور کہتے ہیں یہ کیسا پیغمبر ہے۔ کھانا وہ کھاتا ہے اور بازاروں میں وہ پڑا پھرتا ہے بھلا اس پر ایک فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ڈراتا رہتا یا ایک خزانہ اس پر کیوں نہیں ڈالدیا گیا۔ یا ایک باغ تو اس کا ہوتا جس سے وہ

کھاتا رہتا۔ اور یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایسے شخص کے تابعدار بن گئے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ (اے پیغمبر) دیکھ وہ تیرے حق میں کیا کیا باتیں بناتے ہیں۔ تو وہ گمراہ ہو گئے۔ اب راہ پر نہیں آسکتے۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔ اگر وہ خدا چاہے تو (باغ۔ محل یا خزانہ) کی کیا حقیقت ہے۔ وہ تجھ کو اس سے بڑھ کر عنایت فرمائے۔ ایسے ایسے باغ دے جن کے تلے نہریں پڑی بہ رہی ہوں۔ اور کئی محل تیرے لئے بنائے ۔

حدیث میں ہے کہ خداوند تعالےٰ نے آپ سے دریافت کیا کہ اگر وہ دولتمند ہونا چاہتا ہے۔ تو میں حسب منشا دولت دیتا ہوں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔

ایک مُردار بدکردار اس سے بھی بڑھ گیا۔ اور کہا کہ انسان بھی کبھی پیغمبر ہو سکتے ہیں۔ کوئی فرشتہ یا جن پیغمبر ہونا چاہیئے۔ تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا۔

(پ ۱۵ س بنی اسرائیل۔ ع ۱۱ شروع) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔

ترجمہ :۔ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی (یعنی قرآن) تو اُن کو ایمان لانے سے اس بات نے روکا۔ کہ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا (اے پیغمبر ان کا شبہ دور کرنے کے لئے) کہدے۔ اگر زمین میں فرشتے بستے ہوتے تو بے شک ہم (ان کی ہدایت کیلئے) آسمان سے ایک فرشتہ کو پیغمبر بنا کر اُن پر اُتارتے ۔

بیوقوف اس قدر نہ سمجھ سکے کہ

کند ہمجنس با ہم جنس پرواز ۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔

القصہ انہوں نے کہدیا کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ! ہم تیری رسالت پر یقین نہیں کر سکتے۔ بس آج سے سمجھ لے کہ جو کچھ بھی بُرا بھلا تمہارے حق میں ہم سے ہو سکے گا۔ درگذر نہ کرینگے۔ اور اگر موقعہ مل گیا تو تمہارے قتل سے بھی نہ چوکینگے۔

آپ واپس چلے آئے اور اپنے کام میں مشغول رہے۔ اور قریش بھی اپنی

طرف سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ابوجہل نے پھر ایک دفعہ آپ کے قتل کے واسطے انعام مشتہر کیا۔ جب کسی کی جرأت نہ ہوسکی کہ علانیہ یا خفیہ کسی طرح سے بھی قتل کرسکے۔ تو اس لعین نے ایک اور کھیل کھیلی۔ یعنے جس راستے سے آپ نصف رات کے وقت اُٹھ کر مسجد میں تشریف لے جاتے تھے۔ اُس راستے پر ایک کنوآں کھدوایا۔ اور پتلی پتلی لکڑیاں (جو کہ انسان کا بوجھ نہ سہار سکیں) دے کر معمولی مٹی ڈال دی۔ کہ زمین ہی معلوم ہو اور کنوئیں کے اردگرد اتنی دور کہ جس فاصلے سے کسی کے کنوئیں میں گرنے کی آواز سُنی جاسکے۔ بٹھا دے کر آدمیوں کو سمجھلا دیا اور کہا جو کوئی گرے اس پر پتھروں کی بوچھاڑ کرو۔ اور خواہ وہ کتنی ہی گریہ زاری اور منت عاجزی کیوں نہ کرے ایک نہ سننی اور پتھروں کی بوچھاڑ کو ہرگز بند نہ کرنا۔ حاصل کلام جب آپ حسب معمول نصف رات کے وقت اُٹھے۔ اور مسجد کا راستہ لیا جس وقت آپ عین اُس مقام پر پہنچے کہ اگلا قدم اُٹھائیں تو دھم سے کوئیں میں گریں۔ خداوند کریم نے جھٹ جبرائیل علیہ السلام کو بھیجدیا اور مطلع کردیا۔ اور اُٹھا کر کوئیں سے پار کردیا۔ اب حکمت ربانی بموجب مثل چاہ کندہ را چاہ درپیش۔ نصف رات کے ہی وقت ابوجہل کو جاگ آئی۔ اور اُٹھ کر اسی راستہ پر چلا جس پر کنوآں کھدوایا تھا۔ مگر ابوجہل کو یاد نہ رہا۔ کہ میں نے فلاں کارروائی کی ہوئی ہے۔ حتیٰ کہ ٹہلتا ٹہلتا چپکے سے جھٹ کوئیں میں گر پڑا۔ اب کیا تھا حسب الحکم پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ ہرچند ابوجہل پُکارا۔ چیخا چلایا۔ مگر کسی نے ایک نہ سُنی۔ اور مار مار کر ادھ مؤا کردیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو دیکھا ابوجہل لعین ہی ادھ مؤا سسک رہا ہے۔ اب تو افسوس پیدا ہوا۔ اور نکالنے کی کوشش شروع ہوئی۔ ہرچند لمبے سے لمبے رسّے اور دو دو تین تین رسے باندھ کر ڈالے گئے۔ مگر کنوئیں کی تہ تک نہ پہنچتا تھا۔ آخر کار ابوجہل بولا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو بلاؤ وہی مجھے نکالیگا۔ جب آپ تشریف لائے تو ابوجہل نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

میں تجھ پر اور تیرے خدا پر ایمان لے آیا ہوں۔ مگر اب مجھے مصیبت سے نجات دلوایئے۔ آپ نے اپنا دست مبارک کوئیں میں ڈالا۔ اور ابوجہل کو اوپر ہاتھ اٹھانیکے واسطے کہا۔ جب ابوجہل نے کھڑے ہو کر ہاتھ اوپر کیا۔ تو آپ نے پکڑ کر باہر نکال لیا۔ جب ابوجہل باہر نکلا تو درد واکراہ کی حالت میں (جو پتھروں کی چوٹوں سے ہوگئی تھی) کہنے لگا۔ ہر چند لمبے لمبے رسے ڈالے گئے۔ مگر مجھ تک نہ پہنچتے تھے۔ تعجب ہے کہ آپ نے مجھے ہاتھ لمبا کرکے باہر نکال لیا۔ میں یقین نہیں کرسکتا۔ اور کہتا ہوں مَاهٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ (یہ جادو ہے ظاہر)

آپ اس سخن کے سنتے ہی دعائے خیر دیتے ہوئے تشریف لے گئے۔ اس واقعہ سے قریش کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے۔ اور اسلام نہایت سرعت سے ترقی کرنے لگا۔ اب قریش کو ہاتھ اٹھانے کا تو حوصلہ نہ رہا۔ مگر ہنسی مخول پر اُتر آئے۔ خداوندکریم نے ان کے حق میں مختلف اوقات میں آیتیں، سورتیں نازل فرمائیں۔ اسی طرح بفضل خدا آپ کا سن شریف پورے پچاس سال کا ہوگیا۔ چنانچہ ۵۱ سال کا واقعہ ہے۔ قریش کے چند آدمی مثلاً عاص بن وائل۔ ولید بن مغیرہ وغیرہ ایک بُت کو اٹھا کر آپ کے پاس آئے۔ اور کہا۔ آؤ۔ محمد (صلعم) ہم تم صلح کرلیں۔ تم ہمارے خدا کی عبادت کرو اور ہم تمہارے خدا کی عبادت کرتے ہیں یعنی ایک سال تم ہمارے خدا کی عبادت کرو۔ ایک سال ہم تمہارے خدا کی عبادت کیا کرینگے۔ اسی طرح سے ردّوبدل کر کام کرنے سے ہمارے۔ اور تمہارے درمیان لڑائی اور خصومت نہ رہے گی۔ اُسی وقت یہ حکم نازل ہوا۔

(پ۳۰۔ س الکافرون) قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۗ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ۔ ترجمہ (اے پیغمبر کافروں سے کہدے۔ کافرو میں ان (بتوں) کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو۔ اور نہ میں جس (خدا) کو پوجتا ہوں اس کو تم پوجتے ہو۔ اور نہ میں آئندہ ان بتوں کو پوجوں گا۔ جن کو تم نے پوجا۔ اور نہ تم

اس خدا کو پوجو گے۔ جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تم کو تمہارا دین مبارک ہو مجھ کو میرا دین۔ اگرچہ آپ کے حج میں بھی بفضل خدا خاصی کامیابی ہوئی باوجودیکہ قریش جفا کیش آپ کو اپنی طرف سے بدنام کرتے۔ لوگوں کو آپ کی کلام سننے سے منع کرتے رہے مگر اسی سال میں مدینہ منورہ کے چھ آدمی مشرف باسلام ہوئے۔

گیارھواں سال نبوّت

اب وہ مبارک وقت آیا۔ کہ طالب و مطلوب ایک جگہ بیٹھ کر راز و نیاز کی گفتگو کریں۔ یعنی معراج ہوا۔ آپ نے ہفت افلاک چھوڑ جملہ کائنات کی سیر کی۔ شعر

رہے ہفتم فلک تک جا کے اکثر انبیا لیکن ٭ گذر کر عرش و کرسی سے محمد مصطفےٰ ٹھیرے

اس سے پہلے کہ معراج میں عالم بالا کا احوال تحریر کیا جائے۔ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لکھا جائے کہ معراج کیوں ہوا تھا؟

جب خداوند تعالےٰ نے جملہ ارض و سما کو پیدا کیا۔ تو آسمان اور زمین کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا۔ آسمان اپنی بلندی اور چاند۔ سورج۔ ستاروں۔ عرش کرسی۔ ملائکہ وغیرہ کے ہونے سے اپنے آپ کو بڑا بتاتا تھا۔ زمین اپنی خاکساری عاجزی سے انسانوں کے رہنے کی جگہ اور مختلف قسم کے پھل پھولوں اور اجناس کا ذکر جو کہ انسانوں کو فائدہ دے کر بڑی بننا چاہتی تھی۔ اس جھگڑے میں آخر آسمان جیت گیا۔ اور زمین بچاری خاموش ہوگئی۔ آخر کار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ تو زمین فرط خوشی سے پکار اُٹھی کہ اے آسمان اب بتا۔ تو کہتا تھا کہ بھشت۔ رضوان۔ آفتاب و مہتاب اور جمیع ملائکہ آسمان میں رہتے ہیں۔ اس واسطے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مگر سید انس و جان باعث کون و مکان جس کی خاطر یہ سب چیزیں معرض وجود میں آئیں۔ مجھ میں ہے یا تجھ میں۔ آسمان یہ سنتے ہی سجدہ میں گیا۔ اور زار زار رو کر خدا سے التجا کی۔ کہ یا الٰہی اپنے محبوب کے قدم مبارک سے ایک دفعہ تو

سے مشرف و ممتاز کر۔ آخر یہ دُعا قبول ہوئی۔ اور آپ کو عرش پر بُلایا گیا۔ تاکہ آسمان بھی آپ کے نور سے منوّر ہو۔

دُعا کے منظور ہوتے ہی دست قدرت نے آسمانوں میں آرائش کی۔ اور جبرائیل علیہ السلام کو بُراق لے کر آپ کے در دولت پر حاضر ہونے کا حکم دیا۔ حضرت جبرائیل امین بہشت میں گئے۔ تو جملہ بُراق نہایت آن بان سے کہنے لگے کہ مجھے لے چلو۔ مجھے لے چلو۔ میں چلتا ہوں۔ ہر کوئی اپنے ہی آپ کو تیز رفتار جتلا کر بڑا بنتا تھا۔ جبرائیل نے دیکھا۔ کہ ایک بُراق نہایت لاغر و نحیف چپ چاپ کھڑا ہے اور آنسو بہا رہا ہے۔ جبرائیل ؑ نے اس سے صورت حال پوچھی۔ تو اس نے کہا کہ جب سے میں نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم گرامی سُنا ہے۔ اس کے دیدار کے شوق میں آنسو بہا رہا ہوں۔ چرنا چگنا مدت سے چھوڑا ہوا ہے۔ یہ سُنتے ہی جبرائیل علیہ السلام نے اُسی بُراق کو انتخاب کیا۔ بُراق فوراً فرط شوق سے ایسا موٹا تازہ و تیز رفتار ہو گیا کہ کوئی اس کا ثانی نہ رہا۔ جبرائیل امین فوراً براق لے کر آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ اس وقت آپ خواب ناز میں تھے۔ جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاؤں کے تلووں کو مل کر کہتے تھے:۔

نظم

اے میرے رشک قمر اے ماہِ تاباں جاگو
جان و دل آپ پہ دونوں کیئے قرباں جاگو

اے شہِ کون و مکاں فخرِ رسولاں جاگو
خاتم جملہ نبی سیّد و سلطاں جاگو

مہبطِ روح امیں سرور ذیشاں جاگو
ناسخ جملہ ملل مالکِ قرآں جاگو

شافعِ روز جزا احمدؐ ذی شاں جاگو
حامیٔ دین متین سایۂ رحماں جاگو

شب معراج ہے یہ اے میرے سلطاں جاگو
رہبرِ راہ خدا ناسخ ادیاں جاگو

دھوم ہے عرش سے تا فرش تیری آمد کی
لایا در پر ہے بُراق کیا دریاں جاگو

منتظر آ گیا ہے خالق اکبر شاہا
جاگو اے فخر زماں رحمت یزداں جاگو

لے پہلے ستارے تھوڑے تھے پھر زیادہ کر دیئے۔

جاگو محبوبِ خدا نرگسی آنکھیں کھولو	آپ کے دید کا مشتاق ہے یزداں جاگو
دیتے جبرائیل امیں تھے یہ صدائیں پیہم	سرورِ کون و مکاں مہرِ درخشاں جاگو
اُٹھ پیغام خدا میرے پیغمبر سُن لو	جاگو جاگو میرے مولا میرے سلطاں جاگو
عرش پہ آپ کو خالق نے بلا بھیجا ہے	جاگو اے سرورِ عالم شہ ذیشاں جاگو
اب توقف نہ کرو ساقیٔ کوثر اُٹھو	اے میرے امتِ مذنب کے نگہباں جاگو
اے امیں لب پہ تھا جبرئیل کے معراج کی شب	جاگو مطلوب خدا شاہد سبحاں جاگو

جب آپ خواب ناز سے بیدار ہوئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے سربستہ راز کو آشکار کیا۔ اور کہا کہ درِ دولت پر براق حاضر ہے۔ اور خداوند تعالےٰ کے علاوہ جملہ ملائکہ آپ کے دیدار فرحت آثار کے منتظر کھڑے ہیں۔ آپ نے وضو کیا۔ اور گھر سے نکلے۔ جب آپ نے بُراق کو دیکھا تو رو پڑے۔ حکم خداوندی اسی وقت پہنچا۔ کہ اے محبوب یہ وقت شادمانی اور کامرانی کا ہے گریہ کا کیا باعث ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے الٰہ العالمین آج تو نے میرے واسطے بُراق بھیجا ہے۔ مگر کل کو میری عاصی۔ عاجز و ناتواں امت اس بال سے باریک اور تلوار سے تیز تر پل صراط پر سے جو کہ دوزخ پر کھینچا ہوگا۔ کس طرح گذرے گی۔ یہ فرمایا۔ اور فوراً سجدے میں چلے گئے۔ اُسی وقت حکم عالی پہنچا۔ اے میرے محبوب جس طرح آج آپ کے در دولت پر بُراق بھیجا ہے۔ اسی طرح جب تیری امت قبروں سے نکلیگی۔ تو قبروں پر ایک ایک بُراق بھیجوں گا۔ آپ اس امر کے سُنتے ہی شاداں ہو کر بُراق پر سوار ہوئے۔ بُراق نے فوراً خدا سے التجا کی۔ شعر

براق شاہ نے معراج میں یہ کی دُعا حق سے — عطا کرو وہ قدم آواز چلنے میں کچھ فرق نہ ہے

اس کے بعد آپ معہ جبرائیل علیہ السلام کے بیت المقدس کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں الانتہا ملائکہ نے آپ کا استقبال کرتے ہوئے مبارک دی پھر دو رکعت نماز پڑھ کر آسمان کی طرف روانہ ہوئے راستے

میں جو کوئی ملتا۔ مبارک باد عرض کرتا ہوا ہمرکاب ہوتا۔ اور ساکنان عرش وجد میں آکر پڑھتے تھے۔ **نظم**

شب معراج میں آتی تھی فلک سے یہ ندا — دیکھو آتا ہے زمیں سے عجب اک نور خدا
شعلۂ نور ہے ایسا کہ نہ دیکھا نہ سُنا — جس نے دیکھا وہیں طور نمط ہو کے جلا
حُسن معنی میں وہ ایسا ہے کہ حاشا کلّا — حُسن یوسف بھی حیا سے نہیں دیکھے ہے ذرا
در و دیوار سے پڑھتے ہیں یہ ہو ہو کے فدا — جس طرف دیکھو اُدھر سے یہی آتی ہے صدا

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

عرش پہ دھوم ہوئی آتا ہے وہ شاہنشاہ — جسکے خدام ملائک ہیں زہے شوکت وجاہ
دیکھو حُسنِ خداداد پہ کرنا نہ نگاہ — ورنہ جل جاؤگے جسطرح جلتی ہے گیاہ
کیونکہ یہ نور ہے جس کو کہیں نورِ خدا — مقتبس جس کا ہر ایک نبی تھے شام وپگاہ
لبِ جان بخش پہ پڑتے ہی نگاہ کی ناگاہ — ہو کے بے تاب یہ عیسےٰ نے کہا کھینچ کے آہ

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

حوریں بھی رقص [illegible] تھیں اے شاہِ امم — دید تیری نہیں دیدِ خدا سے کچھ کم
وہی جلوہ ہے وہی نور [illegible] ہی فیض اتم — ہے منور ترے نور سے سارا عالم
آپ تشریف جو لایا کریں یاں [illegible] — فرش آنکھوں کا بچھایا کریں ہم سب باہم
اس پہ بٹھلایا کریں آپ کو اور چومیں قدم — روبرو آپ کے پڑھیں با شوقِ اتم

مرحبا سیّد مکی مدنی العربی
دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

کہیں آدم کہیں [illegible] کہیں تھے اسرائیل — مئے وحدت کی لگاتے تھے کہیں خضر سبیل
کہیں کرتی تھیں تو موسیٰ کو حوریں تجیل — کہیں پڑھتے تھے کھڑے صل علیٰ اسمٰعیل
کہیں یوسف کہیں [illegible] کہیں عزرائیل — کہیں مشتاق کھڑے دید کے روتے تھے خلیل

وجد میں آکے لگے کہنے وہاں جبرائیل　پھونکد و صور میں اس بیت کو اے اسرافیل

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آپ سے ہو کے جدا جب وہ چلے بہر وصال　نور وحدت سے صدا آئی کہ آ بیمرے جمال
انبیا سُن کے یہ کہنے لگے اے ظل جلال　عقدہ یہ ہم پہ کھلا جز تیرے سب وہم و خیال
فخر سری دانا سے تو مشرف بکمال　غور کر دیکھا نہیں تیرا کوئی مثل و مثال
عاجزا غیر سے کر اسمیں تو بحث و جدال　روز و شب دل سے پڑھا کر اسے بے قیل و قال

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل وجان باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

آپ ہفت آسمان کی سیر کرتے ہوئے اور جملہ انبیا علیہم السلام اور ملائکہ سے تعارف کرکے سدرۃ المنتہی[۱] پر پہنچے اس جگہ دو رکعت نماز ادا کی جب آگے چلنے کیواسطے تیار ہوئے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میری طاقت نہیں کہ آگے ایک قدم بھی دھر سکوں

اگر یک سر موئے برتر پرم　✦　فروغ تجلی بسوزد پرم

یہ کہنا تھا کہ میکائیل علیہ السلام آگئے۔ اور آپ کو ہمراہ لے کر ہزاروں پردوں سے گذر گئے۔ لکھا ہے کہ ہر پردے کے درمیان پانچ سو سالہ راہ تھی۔ اور ہر ہر پردہ پانچ سو سالہ راہ کی موٹائی میں تھا۔ انجام کار میکائیل علیہ السلام نے بھی ساتھ چھوڑا۔ تو اسرافیل علیہ السلام آپکے ہمرکاب ہوئے۔ اور میکائیل کی طرح بہت سا فاصلہ طے کر لینے کے بعد اسرافیل نے بھی آگے قدم رکھنے سے اپنی عاجزی بیان کی۔ اب آپ تن تنہا رہ گئے۔ کچھ فاصلہ براق نے طے کیا تھا کہ براق نے بھی ساتھ چھوڑا۔ ابھی براق کا جانا ہی تھا کہ رفرف[۲] آموجود ہوئی۔ کئی ہزار ظلماتی و نورانی پردوں اور دریاؤں سے گذار کر عرض کی

---

[۱] جبرائیل علیہ السلام کا مقام　✦　[۲] ہوا کا تختہ　✦

یا حضرت آگے دم مارنے کی تاب نہیں ہے۔ اب پیدل روانہ ہوئے اور پردہ ہیبت اور جبروت گذر گئے۔ بعدازیں ایک کرسی ملی۔ اس پر آپ بیٹھ گئے تو یکایک کسی آواز کے پیدا ہونے سے آپ بیہوش ہو گئے۔ ابھی کرسی پر سے گرنے کو ہی تھے۔ کہ ایک پانی کا قطرہ آپ کے دہن مبارک میں آکر گرا۔ فوراً ہوش آگئی۔ اور تمام علم اس قطرے کے گرنے سے پیش نظر ہو گئے پھر اٹھ کر آپ روانہ ہوئے۔ جب عرش اعظم کے پاس پہنچے تو آواز آئی۔ **شعر**

پہنچا محبوب تو مشاطۂ رحمت نے کہا — خلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا

ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی — اپنے بندوں کو کیا تیرے حوالے آجا

رنگ وحدت سے ہیاں غنچۂ خلوت ہے یہاں — اے گل گلشن لولاک لماِلّا آجا

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ آپ نے فوراً جواب دیا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔ جب یہ جواب سلام انبیاء علیہم السلام اور ملائکہ کے کان میں پہنچا تو یکبار بول اُٹھے اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ (شعر)

عظمتِ بارگہ احمد مرسل کو دیکھ — انبیاء خوف سے اللہ غنی کہتے ہیں

پھر ندا آئی کہ یا محمد اُخرجت جبرائیل من تیشار وانت یدخل امتک فی سرنا۔ ترجمہ:۔ اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم تو جبرائیل م کو اپنے بھید میں شامل نہیں کرتے اور آپ اپنی امت کو شامل کر رہے ہیں۔

پھر ندا آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم نے ہمارے سلام سے اپنی امت کو بھی حصہ دیا ہے۔ تو ہم بھی ایک رحمت نازل کرتے ہیں۔ یعنی ہر سال میں ایک آج کی رات کو تمام راتوں سے افضل کرتے ہیں۔ (لیلۃ القدر)

سلہ قدرتی طور پر علم ہو گیا۔ اسی کو علم لدنی کہتے ہیں۔

چنانچہ خداوند کریم فرماتا ہے :-

لیلۃ القدر خیر من الف شھر[۱]۔ ترجمہ :- شب قدر اچھی ہے ہزار مہینوں سے اور تیری خاطر تیری امت پر سلام کہتے ہیں۔ سلام ہی ہے حتیٰ مطلع الفجر

بعدازیں راز و نیاز کی گفتگو شروع ہوئی جس کی نسبت خداوند تعالےٰ نے فاوحی الی عبدہ ما اوحی فرما کر ان باتوں پر پردہ ڈالا۔ اور ان باتوں کو ظاہر نہ کیا۔ کیونکہ دو دوستوں کے درمیان راز ضرور ہوتا ہے۔ جیسے کہ کسی فارسی شاعر نے کہا ہے :-

درمیان عاشق و معشوق رمزیست گرا ماً کاتبیں را زو خبر نیست

یعنی عاشق و معشوق کے درمیان ایسا راز ہوتا ہے کہ کراماً کاتبین[۲] کو بھی اس راز سے واقفیت نہیں ہوتی۔ آپ کے درجے اور رتبے کی نسبت خدا نے یہی فرما کر قاب قوسین او ادنیٰ پردا ہی ڈالا ہے۔ اور مشاہدہ وسفر نامہ کی نسبت اذ یغشی السدرۃ ما یغشی فرما کر رازداری کا ثبوت دیا ہے۔

بعدازیں خداوند کریم نے فرمایا کہ اے میرے محبوب تو میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ الٰہی تو دانا و بینا ہے۔ تو سب کچھ جانتا ہے پھر مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر خداوند کریم نے فرمایا کہ اچھا ہماری طرف سے اپنی امت کے واسطے پچاس نمازوں ایک دن میں اور چھ ماہ روزے ایک سال میں کا تحفہ لے جاؤ۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور پھر واپسی کے وقت پہلے بہشت میں پہنچے۔ حوروں۔ اور غلمانوں نے معہ رضوان کے آپ کا استقبال کیا۔

حوریں جنت سے نکل پڑتی ہیں العدے خوشی ○ جبکہ رضواں یہ سناتے ہیں کہ وہ آتے ہیں۔

---

[۱] پارہ تیسواں سورۃ والقدر ○ [۲] آدمیوں کے اعمال لکھنے والے فرشتے۔ دن کے وقت اور فرشتے ہوتے ہیں جو عصر کے وقت سے چلے جاتے ہیں اور رات کے فرشتے آ جاتے ہیں صبح اور عصر کا وقت اسی لئے مقبول ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے اوقات کے ○

بہشت کا سیر کر کے دوزخ کی طرف تشریف لائے اور دوزخ میں ماں ہی اپنے ماں باپ کو دیکھا۔ جب یہ سانحہ ہوش ربا دیکھا تو رو پڑے۔ اسی وقت حکم الٰہی نازل ہوا۔ کہ اے حبیب یا امت کو لے اور ماں باپ کو چھوڑ۔ یا ماں باپ کو لے اور امت کو چھوڑ۔ آپ نے کچھ تامل کر کے فرمایا کہ میں امت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

پھر آپ نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تو راستے میں حضرت موسےٰ علیہ السلام ملے انہوں نے پوچھا کہ کتنی عبادت فرض ہوئی ہے۔ آپ نے بتایا۔ تو موسےٰ علیہ السلام نے واپس بھیجا کہ یہ عبادت بہت ہے۔ آپ نے پھر جا کر عرض کی تو نصف عبادت منسوخ ہو گئی اور ۲۵ نمازیں اور ۳ ماہ روزے منظور ہوئے۔ جب پھر موسےٰ علیہ السلام سے آ کر کہے تو موسےٰ علیہ السلام نے مکرر واپس کیا تو ۱۲ نمازیں اور ۴۰ روزے مقرر ہوئے۔ جب دوسری دفعہ آ کر موسےٰ علیہ السلام سے حال بتلایا تو موسےٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی یا رسول اللہ ابھی عبادت بہت ہے۔ آپ تیسری دفعہ دربار الٰہی میں حاضر ہوئے۔ تو پانچ نمازیں اور ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے۔ باقی منسوخ ہو گئے۔ جب موسےٰ علیہ السلام نے یہ عبادت سُنی۔ تو پھر واپس جانے کی نسبت عرض کی۔ مگر آپ نے فرمایا۔ اب مجھے بار بار جاتے شرم آتی ہے میں نہیں جاتا۔ تو خداوند تعالےٰ نے حکم بھیجا۔ کہ قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی جو شخص پانچ نمازیں روزانہ اور ایک ماہ روزے سالانہ ادا کرے گا۔ اس کو پچاس نماز روزانہ اور چھ ماہ سالانہ روزوں کا ثواب عطا کرونگا۔ یہ حکم سنتے ہی آپ واپس تشریف لے آئے۔ جس وقت آپ اپنے مکان میں تشریف لائے تو ابھی بستر گرم تھا۔ اور وہ وضو کا پانی جو کہ جاتے وقت کیا تھا ابھی زمین پر حرکت کر رہا تھا۔ رات اتنی ہی تھی جتنی چھوڑ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے تھے۔ سبحان اللہ

ناظرین کو یاد رکھنا چاہیئے کہ پچاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا رسول ؐ کی
استدعا پر بار بار گھٹ گھٹا کر موجودہ مقدار پر آ رہنے کی روایت جو اوپر لکھی گئی ہے
بالکل غلط ہے کیونکہ نماز اور روزے تو معراج سے پہلے ہی فرض ہو چکے تھے چونکہ یہ روایت
دیہاتی جہلا میں چند ایک بے بنیاد پنجابی قصوں کی وجہ بکثرت مروی ہے۔ اس لئے
اس ساری روایت کو بیان کرنے کے بعد اس کی تردید کو مناسب سمجھا گیا۔ شاید
کوئی اعتراض کرے کہ پہلے نمازوں کی تعداد مقرر نہ تھی۔ تو اس کے جواب میں سورہ طٰہٰ
کی یہ آیت کافی ہے۔ جو ابتدائے اسلام میں نازل ہو چکی تھی۔ جس میں پانچوں
نمازوں کا ذکر ہے:۔ وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔ ومن
آنائ اليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضیٰ ٭ ترجمہ:۔ اور سورج نکلنے سے پہلے اپنے مالک کی تعریف
کیساتھ پاکی بیان کر (صبح کی نماز پڑھ) اور سورج ڈوبنے سے پہلے (عصر کی نماز) اور رات کے وقتوں میں بھی اللہ
تعالیٰ کی پاکی بیان کر (مغرب۔ عشا) اور دن کے کناروں میں بھی (ظہر) اس لیئے کہ تو آخرت میں
اس کا ثواب پا کر خوش ہو ٭

جب معراج کی خبر مکہ معظمہ میں گرم ہوئی۔ تو آپ کے تابعین نے سر تسلیم خم
کیا۔ مگر منکرین نے اس واقعہ کو غلط مانا۔ اور مخالفت کے اعتراض کرنے لگے
چنانچہ خداوند تعالےٰ اپنی کلام پاک میں فرماتا ہے (پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۱۰)
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰى اَكْثَرُ النَّاسِ
اِلَّا كُفُوْرًا۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا
اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا
اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ وَلَنْ
نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ
رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ٭ ترجمہ:۔ اور ہم نے تو اس قرآن میں
ہر ایک مطلب مثال کی طرح لوگوں کے (سمجھانے کے لئے) پھیر پھیر کر بیان کیا ہے
اس پر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ اور کہتے کیا ہیں۔ ہم تو کبھی تیری بات

ماننے والے نہیں۔ جب تک تو ہمارے لیے ایک چشمہ پانی کا زمین سے نہ بہائے۔ یا تیرا ایک باغ (لگ جائے) کھجور اور انگور کا۔ اور اس کے بیچ میں تو پانی بھرپور نہریں بہا دے یا جیسا تو کہا کرتا ہے، ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے۔[۱] یا اللہ تعالےٰ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لاکھڑا کر (یعنی ہم خود آنکھ سے دیکھیں)، یا تیرا ایک گھر ہو سونے (طلائی) کا یا تو آسمان میں چڑھ جائے۔ اور صرف چڑھ جانے سے ہم ماننے والے نہیں۔ جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اُتار لا دے جس کو ہم خود پڑھ لیں۔ (اے پیغمبر ان کے جواب میں) کہدے۔ سبحان اللہ میں ہوں کیا۔ ایک بندہ ہوں (اللہ تعالےٰ کا) پیغام پہنچانیوالا +

جب اُن کے ایسے سوالات کا جواب خود اللہ تعالےٰ نے دیا تو پھر دوسری طرز پر اُتر آئے۔ یعنی آپ کا امتحان لیا گیا۔ آپ کبھی شہر دمشق میں تو گئے ہی نہ تھے سوائے اس سفر کے اس واسطے انہوں نے بیت المقدس[۲] کے نشانیاں پوچھیں جو آپ نے ٹھیک ٹھیک بتائیں۔ کیونکہ آپ بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھ کر عالم بالا میں تشریف لے گئے تھے۔ پھر منکرین نے کہا کہ ہمارے قافلے اسی طرف تجارت کی غرض سے گئے ہوئے ہیں۔ اُن کا کچھ حال بتاؤ۔ آپ نے راستے میں چلتے ہوئے قافلے کا جو حال دیکھا تھا بتا دیا۔ جب قافلے والے شہر مکہ میں پہنچے تو ان سے وہ حال جو کہ آپ نے بتایا تھا۔ پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ تو کفار اشرار جھٹ بول اُٹھے ما ھٰذا الا سحرٌ مبین (یہ جادو ہے ظاہر)۔ مگر جب قافلے والوں کو اصل حالات سے آگاہی ہوئی۔ تو انہوں نے اسی وقت دین اسلام اختیار کیا۔

معراج عالم بیداری میں بموجب بعض اقوال ۱۷ ماہ ربیع الاول اور یا ۲۷ ماہ رجب کو ہوا۔ مگر ٹھیک ماہ رمضان میں معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ جب آپ نے خداوند کریم کے سلام کے جواب میں اپنی امت عاصی کو بھی شریک کیا۔ تو خداوند تعالےٰ نے فرمایا کہ اگر آپ نے اپنی امت کو بھی شریک کیا ہے۔ تو ہم اپنی رحمت سے آج

[۱] آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کو زمین اور آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے [۲] بیت المقدس شہر دمشق میں ہے

کی رات ان کے لئے مخصوص کرتے ہیں یہ رات ہزار مہینوں سے اچھی ہوگی۔ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ معراج ماہ رمضان میں لیلۃ القدر کی رات کو ہوا۔ اس وقت آپ کا سن شریف پچاس برس سے زیادہ تھا۔ باقی گیارھواں سال اسی حیث بحث میں گذر گیا۔

بارہویں سال نبوت میں جبکہ آپ کی عمر کا باونواں برس شروع ہوا۔ سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں کہ اس سال حج کے موقعہ پر مدینہ منورہ کے چند آدمی اور آئے اور مشرف باسلام ہو کر یہ خواہش کی کہ یا تو جناب خود ہمارے شہر میں تشریف لے چلیں یا ہمارے ساتھ فی الحال کوئی آدمی بھیجدیں۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو ان کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجدیا۔ چنانچہ مدینہ سکینہ میں اسلام کی خاطر خواہ ترقی ہوئی۔ گو اول اول اہل مدینہ نے کچھ انحراف کیا۔ مگر جب انہوں نے قرآن مجید کو بغور سنا۔ تو دل نرم ہوگئے۔ اور داخل اسلام ہونے لگے۔

اب زمانے نے ایک اور پلٹا کھا کر گذشتہ افسانے کا خاتمہ کر دیا۔ اس وقت آپ کی نبوت کا تیرھواں سال شروع ہے۔ حج کے دن ہیں۔ گردونواح سے زائران نہایت شوق کے ساتھ لبیک لبیک کہتے ہوئے قدم بڑھاتے چلے آرہے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس موقعہ کو غنیمت جان کر حاجیوں کے درمیان اشاعت اسلام کر رہے ہیں۔ آپ کے دیگر صحابہ کبار بھی کفار خونخوار کے مقابلہ میں آپ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ادھر قریش جفا کیش بھی آپ کو مختلف بہتانوں سے منسوب کر کے اپنی جاہلیت کا پورا پورا ثبوت دے رہے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور چپکے چپکے کچھ عرض کی۔ آپ سنتے ہی اس آدمی کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اہالیان مدینہ منورہ کا ایک گروہ آپ کے انتظار میں جاں بلب ہو رہا ہے اور زبان حال سے پکار رہا ہے۔ ؎

لائیے تشریف مریضوں کو تسلی ہو جائے جان و دل سے ہیں طلبگار رسول عربی

جب آپ اُس گروہ کے پاس پہنچے تو سر وفد تعظیم کیواسطے کھڑے ہو گئے۔ اور بصد ادب التجا کی کہ اسلام ہم پر عرضہ کریں۔ اتفاق سے دوسری طرف دشمنوں کو بھی پتہ چل گیا۔ اور ایک اچھا خاصہ گروہ مسلّح ہو کر دریافت حال کے لئے آیا۔ جب اہالیان مدینہ نے اس منظر کو دیکھا تو بباعث غیر مسلح ہونے کے خوف زدہ ہو گئے۔ اور روانہ ہو گئے۔ جاتے ہوئے کہہ گئے کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل رات کو فلاں مقام پر حاضر ہو جائیں گے۔ آپ تشریف لے آویں۔ اس وقت دشمن تیز رفتاری سے آ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے گروہ کی طرف روانہ ہوئے اور اسی طرح اسلام کے متعلق دعوت کرنے لگے۔ قریش کے دلوں کو یہ بات ناگوار تو ہوئی۔ مگر حافظ حقیقی نے ان کے دلوں پر اس قدر رُعب ڈال دیا کہ بلاچون وچرا چپکے سے چلے گئے۔

جب رات کا وقت ہوا تو اہالیان مدینہ کے آدمی ایک ایک کر کے مقام معہود پر پہنچ گئے۔ اور آپ بھی اپنے چچا عباس (عباس ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ مگر خیر خواہ ضرور تھا) کو ہمراہ لے کر پہنچے۔ بعد از مشرف با سلام ہونے کے انہوں نی خواہش ظاہر کی کہ براہ مہربانی آپ مدینہ میں تشریف لے چلیں۔ تو ہر طرح سے آپ کی حفاظت وحمایت کی جائے گی۔ اور ہماری بھی عزت ہو گی۔ آپ نے فرمایا کہ میری حفاظت خداوند کریم ہر جگہ کرتا ہے۔ تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے اگر خدا نے حکم دیا کہ ہجرت کر جاؤ۔ تو ضرور مدینہ میں آ جاؤں گا۔ بعد ازیں آپ نے ان میں چند آدمیوں کو افسر مقرر کر دیا۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ کفار کے جاسوسوں نے اس امر کی اطلاع قریش کو دی۔ تو مسلح ہو کر اس قافلہ کے پیچھے روانہ ہوئے۔ کہ ان کو قرار واقعی سزا دیں۔ جب مقابلہ ہوا تو اہل مدینہ بباعث نہ ہونے ہتھیاروں کے فرار ہو گئے۔ اور ان کے بڑے سردار سعد بن عبادہ کو گرفتار کر لائے۔ مکہ میں آ کر اُس پر بڑا تشدد کر رہے تھے کہ اتنے میں حارث بن امیہ نے آ کر چھوڑا دیا۔ کیونکہ سعد کا حارث کے ساتھ بہت سا تجارتی تعلق تھا۔ جب سعد بن عبادہ رہا ہو کر مدینہ کی جانب

روانہ ہوا۔ تو راستے میں اہل مدینہ جو مسلح ہو کر قریش مکہ سے جنگ کی خاطر آرہے تھے
ملاقات ہوئی۔ سعد بن عبادہ ان کو واپس لے گیا۔

اس واقعہ سے قریش اور بھی بہت سا تشدد کرنے لگے۔ تو بموجب حکم الٰہی آپ
نے اپنے صحابہ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ چنانچہ ایک ایک دو دو ہو کر مدینہ کی طرف
چل دیئے۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا سامان لیس کیا
تو تیار ہو کر کعبہ میں آئے۔ اور قریش کو پکار کر کہا کہ تم اور شخصوں کے ساتھ ہجرت
کرنے سے الجھ رہے تھے۔ جو شخص اپنی عورت کو بیوہ اور اپنی اولاد کو یتیم کرنا چاہتا
ہے۔ وہ میرے مقابلے پر آئے۔ مگر یہ بات سُن کر کسی کو حوصلہ نہ پڑا۔ اور وہ
بخود ہو کر گھروں میں جا دبکے۔ یہ حال دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ عازم مدینہ
ہوئے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہجرت کے پندرہ روز بعد آپ نے بھی ہجرت
کی۔ مکہ میں سوائے حضرت ابو بکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا اور کوئی بھی نہ
رہ گیا۔

انصار نے مہاجرین کو اچھے اچھے مکانوں میں اُتارا۔ دل کھول کر خاطر تواضع
کی۔ اور جو کوئی مہاجر مدینہ میں پہنچتا۔ اُسی سے دریافت کرتے کہ آنحضرت صلعم
کب تشریف لاوینگے۔ انتظار ہی میں تمام تمام دن چھتوں پر چڑھ چڑھ کر راہ دیکھتے
بلکہ رات کو بھی اکثر اوقات راہ دیکھتے۔

جب قریش نے مکر رشہر کو اُجاڑ ہوتے دیکھا تو انگلیاں کاٹنے لگے اور اپنی پہلی
ناکامی کا خیال کر کے نہایت ہی طیش میں تھے۔ آخر کار سب دار الامارت میں جمع
ہوئے۔ اور قسم کھائی کہ آج ہی جو فیصلہ کرنا ہو کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ محمد صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم بھی ہجرت کر جائے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہجرت کر کے چلا گیا تو
غضب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس کی زبان میں وہ فصاحت و بلاغت ہے۔ کہ

۵۱ جو لوگ ملک حبشہ میں ہجرت کر گئے تھے۔ اور نجاشی نے ان کو واپس بھیجنے سے انکار
کر دیا تھا جب کہ قریش نے اپنی آدمی نجاشی کے پاس بھیجے تھے۔ وہ حسرت ان کے دل میں تھی۔

کچھ بیان نہیں ہو سکتا۔ اسی اثنا میں شیطان لعین ایک نہایت ضعیف العمر شخص کی صورت میں بطور ناصح کے مجلس میں آیا۔ اور کہا کہ میں نجد کے علاقے کا رہنے والا ہوں میں نے اس جگہ کے تمام حالات سنے ہیں۔ درحقیقت تمہیں اس امر کا انتظام ضروری کرنا چاہیئے۔ جب قریش نے اس لعین کو اپنا شفیق و رفیق پایا۔ تو بڑی خاطر تواضع سے پیش آئے۔ اور اپنے مشورہ میں شریک کر لیا۔ ہشام بن عمرو اُٹھا۔ اور کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر کے ایک مکان میں ڈال دیں تو بھوکا پیاسہ جان بحق ہو گا۔ شیطان مردود جو کہ ایک نجس وجود بے سود میں بطور ناصح کے آیا تھا۔ کہا کہ یہ تجویز ناقص ہے۔ اغلب ہے کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اور دیگر مسلمان بر سر پیکار ہو جائیں۔ اور اس کو نکال لیویں۔ بعد ازیں ابو جہل علیہ لعنۃ اُٹھا اور کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ ہر ایک قبیلے کا ایک ایک جوان شمشیر آبدار ہاتھ میں لیکر رات کو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے مکان کو گھیر لیں۔ اور سب مل کر یک لخت اپنا اپنا وار کریں۔ اس طریقے سے یہ فائدہ ہو گا کہ اصل قاتل معلوم نہ ہو سکے گا۔ اور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب سارے قبائل سے عہدہ برا نہیں ہو سکتے اور ہم ہمیشہ کے واسطے مخلصی حاصل کرینگے۔ اور بے کھٹکے اپنے معبودوں کی عبادت کریں گے۔ اس تجویز کے سنتے ہی بدذات بداوقات لعین خوشی سے کود پڑے۔ اور واہیات مزخرافات بکنے لگے۔ اور تجویز کو جہاں تک ہو سکا سراہا۔ آخر یہی رائے منظور ہوئی۔ اور وہ جوان منتخب کر کے جو کہ رات کو آپ کے مکان کا محاصرہ کرینگے مجلس کو برخاست کیا۔ اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوئے۔ خداوند تعالےٰ نے فوراً اپنے محبوب کو کفار خونخوار کے بد منصوبے سے ذیل کا حکم بھیجکر مطلع کیا۔ اور جو جو لعین اس جلسے میں شامل ہوئے تھے۔ اور جس جس قسم کی صلاحیں ہوئی تھیں معہ نتیجہ کے بتلا دیا۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے اپنی کلام پاک میں۔ (پ ۹۔ س الانفال ع ۴۔ آیت ۲) وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ ۝

ترجمہ :- اور (اے پیغمبر) جب کافر داؤ کرنے لگے کہ تجھ کو قید کریں یا قتل کریں۔ یا خارج البلد کریں۔ اور اپنا داؤ کر رہے تھے۔ تو اللہ (اپنا) داؤ کر رہا تھا۔ اور اللہ سب داؤں کرنے والوں میں بہتر داؤ کرنے والا ہے ؂

نظم

توہین و تضحیک بتاں سے جبکہ سب اہل قریش
بن گئے خوں کے پیاسے تھا منغض انکا عیش
ہوگئے بیت الحرم میں جمع سارے جیش جیش
اور لگے کرنے صلاح یوں ملکے ہائے اہل طیش

پتھروں سے روز و شب خوں میں نہلاتے ہیں جسے
پردۂ دنیا سے کردیں نیست و نابود اُسے

تھا مُصر کوئی جلا وطنی پہ ظالم بر ملا۔
مشورۂ قتل محمدؐ کا کسی نے تھا دیا
کوئی کہتا تھا کہ دو حبس دوامی کی سزا
آخرش بولا ابو جہل لعین بے حیا

فرد واحد نے محمدؐ پر اُٹھایا ہاتھ اگر۔
آل ہاشم کمر باندھے بالیقیں قصاص پر

ہے یہی بہتر کرو تم عمل اس پر دوستو
تیغیں کھینچو اور در احمدؐ کو جا کر گھیر لو۔
وہ لڑے یا نہ لڑے لیکن جب آئے روبرو
دفعتہً تم مل کے سب سینے میں خنجر گھونپ دو

اس طرح سے ہو گے تم مقصد میں اپنے شادکام
آل ہاشم کو بھی ہوگا لینا مشکل انتقام

سُن کے اس تدبیر کو کرنے لگے سب واہ وا
داد عقل بو جہل ہر بے حیا دینے لگا۔
جھوم کر فرط خوشی سے کہہ رہے تھے برملا
سب سے بہتر ہے یہی تدبیر قتل مصطفےٰ

فرد واحد پر نہیں الزام آتا اس طرح۔
آل ہاشم کس سے لیگی انتقام اور کس طرح

دشمنوں کا ہوچکا جب یہ ارادہ استوار
اور در اقدس پہ آئے لیکے خنجر آبدار
تاکہ جب بہر تہجد گھر سے نکلیں نامدار
خرخشہ سارا مٹا دیں کرکے حملہ ایکبار

ناگہاں جبریل لائے حکم رب ذو الجلال
ہدیہ صلوٰۃ دے کر یوں وہ بولے باکمال
یا محمدؐ مصطفےٰ محبوب رب ذو المنن
امر خالق ہے کہ چھوڑیں آپ اب مکہ وطن
جائیے سوئے مدینہ زود ترا ے جان من
منتظر ہیں دید کے مشتاق واں سب مرد و زن
یا حبیب کبریا صدیقؓ کو ہمراہ لو۔
اور بستر پہ علی اللہ حوالے چھوڑ دو۔ (مؤلف)

باب چہارم

ہجرت

اس حکم بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلعم بہتر ہے کہ ہم بھی مدینہ کی طرف چلیں۔ آپ نے فرمایا حکم کا منتظر ہوں۔ جس وقت حکم پہنچ گیا چل پڑیں [illegible] سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زادِ راہ کا انتظام کیا۔ اور دو اونٹوں کا انتظام کرلیا۔ ابھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس انتظام سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ سردار بدکردار مثلاً امیہ۔ ابوجہل۔ ابولہب۔ نضر۔ عتبہ وغیرہم سب تلواریں علم کرکے آپ کے دروازے پر آموجود ہوئے۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام ہجرت کا حکم لے کر آ گئے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا۔

اور یہ بھی عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سوتے چھوڑ جانا۔ اور مدینہ کی طرف رجوع کرنا۔ جب کچھ رات گئی۔ تو آپ نے اپنی جگہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹایا۔ اور دعائے خیر مانگی۔ اور فرمایا کہ خدا تمہیں دشمنان سے

تمہیں نجات دے گا۔ جب آپ دروازہ سے نکلے تو سورہ یٰسٓ سے
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یٰسٓ ۔ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ
عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ
فَھُمْ غٰفِلُوْنَ ۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ اِنَّا جَعَلْنَا
فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۔ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ
اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۔

ترجمہ:۔ شروع ساتھ نام اللہ کے جو کہ بہت مہربان رحم والا۔ حکمت والے قرآن کی قسم بے شک تو پیغمبروں میں سے ایک (پیغمبر) ہے سیدھے رستے پر۔ یہ قرآن زبردست رحم والے کا اتارا ہوا ہے۔ اس لئے کہ تو ان لوگوں کو ڈرائے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے۔ اور وہ غافل ہیں۔ ان پر اللہ تعالےٰ کا فرمانا پورا ہو چکا ہے۔ تو وہ ایمان نہ لائینگے اور ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈالدیئے ہیں۔ وہ ٹھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے ہیں) تو وہ اپنا سر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے سامنے آڑ کر دی ہے۔ اور ان کے پیچھے آڑ کر دی ہے۔ اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا ہے۔ تو وہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔

فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ تک پڑھی۔ اور ایک مٹھی مٹی کی اٹھا کر ان آدمیوں کی طرف پھینک دی۔ جو کہ دروازے کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مٹی کا ڈالنا تھا کہ نظریں بند ہو گئیں اور دکھائی کچھ نہ دیا۔ آپ صاف نکل گئے۔ اور سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے گھر پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو پہلے ہی تیار بیٹھے تھے۔ فوراً روانہ ہونے کے واسطے ایک اونٹ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں اس اونٹ پر تب سوار ہوں گا۔ اگر قیمت لے لو تو۔ ہر چند ابوبکر صدیق رضؓ نے انکار کیا۔ مگر آپ اصرار کرتے رہے۔ آخر کار آٹھ ہزار درہم[1] حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے حوالے کیا۔ اور اونٹ پر سوار ہو گئے۔ اور مدینہ کی راہ لی۔ صبح ہونے کے وقت آپ ایک غار المعروف ثور کے کنارے پہنچے۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غار کے اندر جا کر

[1] خداوند کریم نے حضرت ابوبکر رضؓ کا احسان کا بدلہ اُتروا دیا۔ جو کہ انہوں نے آپکی پہلی شادی کے وقت کیا تھا۔ لیکن شیعوں کی یہ روایت غلط ہے۔ بلکہ ایسا کوئی واقعہ ہی نہیں ہوا۔ (مؤلف)

غار کو اچھی طرح سے صاف کیا۔ اور تمام سوراخوں میں اپنا کپڑا پھاڑ پھاڑ کر دے دیا ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ اس کے واسطے کپڑا نہ ملا۔ اونٹ تو جدھر کے تھے اُدھر کو روانہ کر دیئے۔ اور تیسرے دن کو غار پر پھر آجانے کیواسطے کہدیا۔ جب غار کے اندر داخل ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس خالی سوراخ پر اپنی ایڑی دبا کر دیدی۔ اُسی وقت بحکم خدا ایک مکڑی نے آکر غار کے مُنہ پر جالا تن دیا اور ایک طرف کبوتروں نے انڈے دے دیئے۔

اب دوسری طرف کی سُنیئے! کفار مردار شمشیر ابدار ہاتھ میں لئے ہوئے آپ کے آستان عالی کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جب آپ کو اتنی دیر گھر سے نکلے ہوئے ہوگئی کہ قریش کی زد سے باہر نکل گئے ہوں گے۔ تو ایک شخص اندر سے نکلا۔ اور دروازے پر آدمیوں کا ہجوم دیکھ کر دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں جمع ہو۔ اُن کمینوں نے اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔ تو وہ آدمی بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں ہیں ہی نہیں۔ وہ تو مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ یہ سن کر قریش بد اندیش نے دروازوں کی آڑوں میں سے جھانکنا شروع کیا۔ تو کہنے لگے وہ دیکھو اپنی چارپائی پر سو رہا ہے۔ یہ کہکر وہ آدمی اندر داخل ہوئے اور اُس آدمی نے (جو کہ درحقیقت جبرائیل علیہ السلام تھا) حضرت علی کرم اللہ وجہ کو جگا دیا۔ کہ ایسا نہ ہو بے خبری میں تلوار کا وار کر دیں۔ جب قریش نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اور پوچھا کہ محمد صلعم کہاں ہے۔ حضرت امیر المومنین نے جواب دیا کہ میں تمہارا کوئی نوکر تھا۔ کہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ کیا تم نے مجھے اس کی نگہبانی پر مقرر کیا تھا۔ کہ اب ان کو نہ پا کر دریافت کر رہے ہو۔ مجھے کیا خبر ہے کہ وہ کہاں ہیں۔ یہ سُن کر کفار اشرار ندامت اُٹھا کر واپس چلے گئے۔

صبح اُٹھ کر ابو جہل لعین نے انعام مشتہر کیا۔ کہ جو شخص محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پکڑ لا ئیگا۔ یا اُس کو قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لائیگا۔ وہ سو اونٹ سُرخ بالوں کے علاوہ اور بہت سا زر نقد پائیگا۔ یہ خبر دور نزدیک ہر جگہ پہنچ گئی اندر

آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضؓ سے بھی دریافت کیا کہ تمہارے باپ کہاں ہیں۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ ہر چہار اطراف میں بڑے بڑے تیز رفتار اونٹ و گھوڑے دوڑا چکے۔ مگر بفضل خدا سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراغ نہ مل سکا۔ آخر ایک شخص پاؤں کے نشان دیکھتا ہوا اُس غار کے مُنہ پر پہنچا جس میں آپ تشریف فرما تھے۔ کہنے لگا کہ تمہارا مطلوب اس غار سے آگے نہیں گیا۔ کفار نے ابو کیذ[۵۱]ر کو مکڑی کا پُرانا جالا تنا ہوا اور کوڑا کرکٹ بوسیدہ اور کبوتر کے انڈے دیکھ کر بہت سی لعنت ملامت کی۔ اور کہا کہ تو ہمارے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ دیکھتا نہیں کہ تیرے باپ کے وقت سے بھی پہلے کا جالا تنا ہوا ہے۔ اگر کوئی آدمی اس غار میں ہوتا تو جالا کیوں سلامت رہتا۔ ایک حضرت ایسے نکلے کہ اسی غصے میں آکر ابو کیذر کا سر بھٹے کی طرح اُڑا دیا۔ اور ناامید ہو کر غار سے پلٹ آئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ (پ ۱۰ س التوبہ ع ۶) اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ ترجمہ:۔ اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو (تو اللہ کو کچھ پرواہ نہیں) اللہ تعالےٰ اس کی مدد کر چکا ہے۔ جب کہ مکے کے کافروں نے اسے نکال دیا۔ صرف دو دوم (محمد صلعم اور ابوبکر رضؓ) جب دونوں غار میں (چھپے ہوئے) تھے۔ جب پیغمبر اپنے ساتھی (ابوبکرؓ) سے کہہ رہا تھا غم مت کھا۔ بے شک اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے + (نوٹ:۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ بعض منافق جہاد کیواسطے ساتھ شریک ہونے سے کتراتے تھے)

آپ کے رفیق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرزند عبداللہ غار میں روزانہ رات کے وقت مکہ کے جملہ حالات سے آگاہی دے جاتا۔

غار میں تین دن رات رہے۔ اسی اثنا میں اُس سوراخ سے جس پر حضرت ابوبکرؓ نے ایڑی دی ہوئی تھی۔ ایک سانپ نکلا۔ ہر چند سانپ نکلنے کا رستہ ڈھونڈتا۔ مگر

۵۱ سراغ رساں کا نام ہے۔ جو کہ نشان دیکھتا ہوا غار پر پہنچا تھا۔

پاؤں نہ ہٹایا۔ آخر کار سانپ نے کاٹ دیا۔ اُس وقت آپ غار میں سو رہے تھے زخم کے لگتے ہی ہرچند امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے درد و تکلیف کو ضبط کرنا چاہا۔ مگر زہر کے کافی طور پر اثر کر جانے سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور آنسو جاری ہو گئے۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو ابوبکر کو روتے دیکھکر باعث پوچھا۔ تو ابوبکر رضؓ نے سارا ماجرا سنا دیا۔ آپ نے فوراً زخم پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو فوراً درد جاتا رہا اور شفا کلی حاصل ہو گئی

حاصل کلام تیسرے دن جبکہ عبد اللہ اور عامر بن فہیرہ دو اونٹ لے کر کہ جن کا انتظام پہلے سے کیا ہوا تھا۔ آ گئے۔ تو ایک پر آپ معہ اپنے رفیق صدیق رضؓ کے اور دوسرے پر عبد اللہ اور عامر سوار ہو کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے دن چڑھتے تک دشمنوں کی زد سے پورے طور پر محفوظ ہو گئے۔ چلتے چلتے راستے میں ایک شخص مسمی سراقہ آپ کے سامنے آیا۔ اور حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ابھی تیر کمان سے نکلنے ہی کو تھا کہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا۔ اور کمان چھوٹ گئی۔ اور خود بھی زانو تک زمین میں دھس گیا سراقہ نے نہایت عاجز ہو کر آپ سے التجا کی کہ آپ ہی کی بد دعا کا اثر ہے۔ میرے حال پر رحم فرمائیے میں پھر کبھی ایسے منحوس ارادے کو دل میں جگہ نہ دونگا۔ آپ نے خدا سے دعا کی تو زمین کے پنجے سے چھوٹ گیا۔ اور سلام کر کے چلتے بنا۔ جو کوئی راستے میں ملتا۔ اور آپ کی نسبت استفسار کرتا تو سراقہ کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف گئے ہی نہیں۔ یہ شخص بعد از جنگ حنین کے مسلمان ہوا۔

سراقہ کے واقعہ کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ایک جھونپڑی پر پہنچے۔ جو کہ عین مکہ اور مدینہ کے راہ پر تھی۔ اس جگہ سے مسافروں کی سہولت کا سامان بخوبی قیمتاً ملسکتا تھا۔ ایک بڑھیا عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس سے دودھ طلب کیا۔ تو اس نے کہا کہ ایک تو آج کل بباعث بارش نہ ہونے کے پہلے ہی مشکل ہو رہی ہے۔ دوسرے جو بکریاں دودھ دینے والی ہیں۔ ان کو میرا لڑکا ابو معبد چرانے کے واسطے باہر لے گیا ہوا ہے

صرف ایک بکری اس جگہ موجود ہے۔ جو کہ دودھ اس قدر بھی نہیں دے سکتی کہ ایک بچے کا ہی گزارہ ہو سکے۔ وہ بھی اس وجہ سے اس جگہ ہے کہ ریوڑ کے کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ آنحضرت صلعم نے بسم اللہ پڑھ کر اسی کو دوہنا شروع کیا۔ بہ طفیل دست مبارک محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس افراط سے دودھ دیا کہ علاوہ ان چاروں آدمیوں کے سیر ہو کر پی لینے کے بہت سا دودھ بچ رہا۔ آپ آرام لینے کے بعد معہ اپنے ہمراہیوں کے چلے گئے۔ شام کے وقت جب ابومعید گھر میں آیا تو اپنی والدہ سے حیران ہو کر پوچھا۔ کہ اس قدر دودھ کہاں سے آگیا ابومعید کی والدہ نے سارا واقعہ من وعن سنا دیا۔ بس یہ سُننا تھا کہ ابومعید بھی بڑی تیزی کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور راستے میں ہی آپ سے شرف ملاقات حاصل کر کے مشرف با سلام ہوا۔ اور خوشی خوشی گھر کی طرف واپس آیا۔

چونکہ شقی ازل ابوجہل مردود کے انعام کا اشتہار تمام عرب کے ملک میں مشہور ہو گیا تھا۔ اس واسطے کئی لالچی اِدھر اُدھر تلاش کر رہے تھے۔ کہ جس طرح ہو سکے انعام حاصل کریں۔ کیونکہ قریش مکہ خانہ کعبہ کے متولی ہونے کے باعث تمام عرب میں ممتاز اور اشرف سمجھے جاتے تھے۔ اس واسطے جمیع قبائل قریش مکہ کی خوشنودی اور ان کے احکام کی تعمیل کو فرض اولےٰ سمجھتے تھے۔

انہی لالچیوں میں سے ایک شخص مسمی بریدہ بن خصیب جو کہ قبیلہ بنی سلیم کا حاکم تھا۔ ستر آدمیوں کے ساتھ اپنے علاقے میں گشت لگا رہا تھا۔ کہ جہاں کہیں محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ملے۔ فوراً گرفتار کر کے انعام حاصل کر دں۔ حاصل کلام بریدہ معہ اپنے ہمراہیوں کے آپ سے دوچار ہوا۔ اول ہی اول آپ نے بریدہ سے مختلف قسم کے سوال کئے۔ جب بریدہ جواب دے چکا تو بریدہ نے سوال کرنے شروع کئے۔ جن کا جواب آپ نے باحسن وجوہ دیا۔ جب آپ نے سوالات کے جوابات سے فرصت پائی تو جھٹ بریدہ کو اسلام کی طرف بلایا۔ بریدہ فی الفور ہتھیار پھینک معافی کا طلبگار ہوا۔ اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوا۔ اور

اور بعد ازاں آپ کو اپنے قبیلے میں لایا۔ اور جملہ لوگوں کو مشرف باسلام کرایا۔ ابھی آپ قبیلہ بنی سلیم میں ہی فروکش تھے کہ ایک شخص مسمی ابو لیلیٰ مدینہ سے آیا۔ ابو لیلیٰ کی آتے ہی آپ نے سوال کیا۔ کہ تو ابو لیلیٰ ہے۔ اور تبع کی چٹھی تیرے پاس ہے[۵] ابو لیلیٰ نے حیران ہو کر جواب دیا من انت فالت اعرف وجهك اثر السحر۔ یعنی تو کون ہے کہ اثر سحر تو تیرے چہرے سے ظاہر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انت محمد بن عبد اللہ ہات الکتاب۔ تبع کی چٹھی جو تمہارے پاس ہے۔ لاؤ۔ وہ چٹھی میری ہی طرف لکھی گئی ہے یہ میں ہی وہ پیغمبر آخر الزمان ہوں۔ ابو لیلیٰ فرط خوشی سے جامہ میں پھولا نہ سمایا۔ اور آداب بجا لا کر چٹھی آپ کے پیش کی اور کہا مرحبا یا اخ الصالح

بعد اس کے ابو لیلیٰ آپ کے مدینہ میں تشریف لانے کی خوشخبری لے کر گیا۔ اور اہل مدینہ منورہ کو کہا:۔

مازاغ کا کجوا نین بھرے والشمس کا بٹنہ مکھ پہ ملے
ہے میم کا گھونگھٹ سہرہ تلے وہ رکاب سنوار آوت ہے
یٰسٓ کی چمک ہے دانتوں میں طٰہٰ کا کرشمہ ہے آنکھوں میں
والفجر کا جلوہ گالوں پہ وہ عرش کا تارا آوت ہے

بعدہٗ بریدہ بن خضیب بھی آپ کے ہمراہ عازم مدینہ ہوا۔

ادھر یثرب والوں نے جب آپ کی آمد آمد سنی۔ تو نہایت شادان و فرحاں صبح کے وقت رستے پر بیٹھ جاتے۔ اور کچھ رات گئے واپس گھروں کو جاتے۔ رات کو بھی نرگس کی طرح انتظار میں رہتے۔ غرضیکہ اہل یثرب کا حال جو آپ کی مفارقت اور آمد آمد کی انتظاری میں تھا۔ قابل شرح نہیں ہے۔

آشفتہ را گواہ نباشد بعاشقی ✤ رنگ رخش زرد بہ بیں مدانکہ ہست

اسی حال میں ایک دن کوئی یہودی کسی کام کی غرض سے کوٹھے پر چڑھا۔ اور مکہ مکرمہ کی طرف جو موںھ کیا تو دیکھتے ہی پکار اٹھا۔ اے اہل مدینہ وہ شہنشاہ عالیجاہ۔

ع۵ بنا مرقومہ تبع کی پیش کا ذکر ہو چکا ہے جو کہ ابو ایوب انصاری کو ابطن بعد بطن جو شامول حکیم سے ساتویں پشت پر ملی اور اس نے اپنے فرزند [illegible] دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کی۔

وہ سردار نامدار وہ محبوب مرغوب و مطلوب و خوش اسلوب وہ سید کون و مکان ناسخ ادیان وہ شمع ہدایت وہ خاتم الرسالت جس کے انتظار میں ہم نے چشم نرگس کو بھی گرد کر دیا ہے۔ آ پہنچا۔ وہ تشنہ لباں کا آرام جان آ پہنچا۔ یہ خبر آناً فاناً میں سارے شہر میں پھیل گئی۔ کہ رسول اکرم محبوب ارحم ہمارے شہر کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف و ممتاز کرنے والا ہے۔ کیا چھوٹے کیا بڑے کیا مرد کیا عورتیں۔ کیا بچے کیا بوڑھے سب عالم شوق میں آپ کے استقبال کی خاطر یہ شعر پڑھتے ہو
آنا تیرا مبارک اے جاہ و شان والے ✦ خوشیاں منا رہے ہیں سارے جہان والے
بے تحاشا دوڑے اور کئی فرط خوشی سے یہ گانے لگے۔

نظم

جوش شوق نغمہ بہجت ہے دل میں اسقدر — رشک تار ساز ہے ہر اک نفس کا تار آج
بیگماں جوش مسرت سے ہے گویا ہو گیا — غنچہ تصویر بھی جوں غنچہ منقار آج
یک بیک ظلمت کو بس کا نور جس نے کر دیا — ہم میں ہے روشن ہوئی وہ شمع پر انوار آج
بے گماں ہر اک مکاں ہے منزل عشرت بنا — منظر فرحت فزا ہے ہر در و دیوار آج
شادمانی کے ترانے اُڑ رہے ہیں ہر طرف — شادیانے بج رہے ہیں کوچہ و بازار آج
ذوق نغمہ سنجی میں ہیں محو مرغان چمن — جھومتے ہیں وجد میں نخل اور اشجار آج
آسمان قرباں ہوا ہے زمیں پر گھوم گھوم — ہے خرام ناز میں خود گردش ادوار آج

الغرض آپ بروز دو شنبہ بارھویں ربیع الاول کو مدینہ منورہ میں تشریف آور ہوئے۔ ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ منبع خیر و برکت۔ چشمہ فضل و حشمت یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے ہی مکان پر نزول فرمائیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میرا شتر مامور ہے۔ جہاں دو زانو ہو گا۔ وہاں ہی نزول ہو گا۔ آخر کار آپ کا شتر حضرت ایوب[۵] انصاری رضؓ کے محلے میں انہی کے گھر کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

---

[۵] اہل مدینہ نے اپنی اپنی مقدرت کے موافق اپنے اپنے مکانوں کی آرایش کی تھی مگر ایوب انصاریؓ نے اس خیال سے کہ میں غریب ہوں میرے مکان پر کب حضرت نزول فرمائینگے کوئی آرایش نہ کی۔ خداوند کریم کو عاجزی تواضع پسند ہوا اسکو بہ برکت تواضع کے شرف ملا

زمین چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

سبحان اللہ زمانہ بھی کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔ اور کیا کیا منظر پیدا کرتا ہے۔ کبھی دن ہے کبھی رات۔ کبھی صبح کبھی شام۔ کبھی اندھیرا کبھی اُجالا۔ کبھی باد خزاں کا دور دورہ ہے۔ تو بہار کی سلطنت آجاتی ہے اور خزاں کا ظالم بادشاہ اپنا بوریہ بستر باندھ نہایت حسرت و یاس سے چلا جاتا ہے۔ جیسی حسرت اور مایوسی خزاں کے بادشاہ نے چمن میں آکر کی تھی۔ ویسا ہی نتیجہ اُٹھایا۔ اور خود حسرت کا شکار ہو کر چلدیا۔ اور بہار نے تمام عالم کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ رنگا رنگ کے پھول کھلے ہیں۔ پھلوں کی کثرت ہے۔ ہر ایک شجر غرضیکہ ساری زمین جوبن پر نظر آتی ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم سحری پژمردہ دلوں سے مسیحائی کرتی ہے۔ جب گرمی آکر زور ڈالتی ہے۔ اور چیزوں کو بھسم کر دیتی ہے۔ تو برسات جان میں جان ڈالتی ہے۔ غرضیکہ یہی چکر لگا رہتا ہے۔

اگر پہلے قریش کی تکلیف دہی سے تمام اصحاب جاں بلب تھے۔ تو اب وہ وقت آگیا کہ اسلام اظہرمن الشمس ہو۔ اور ہر ایک حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہونے کی خواہش کرے۔

اب آپ کی نبوت کا چودہواں سال شروع ہوا ہے۔ اسی سال سے ہی مسلمانوں کے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔ کچھ دن سفر کی کلفت کے باعث سوائے اپنے مواعظ حسنہ سے لوگوں کو مستفید کرنے کے اور کچھ نہ کر سکے۔ بعدازاں آپ نے مسجد اور مکان تعمیر کرنے کا حکم دیا جس میں آپ بھی کافی امداد دیتے رہے۔ جس جگہ مکان اور مسجد تعمیر کی گئی۔ وہ سہیل اور سہیل دو یتیموں کی جگہ تھی جس کو ان کی مرضی سے خرید کر درست کیا گیا۔ گو اول اول ان یتیموں نے قیمت لینے سے انکار کیا۔ مگر آپ کے اصرار سے ان کو قیمت لینی پڑی۔ جب مکان اور مسجد باحسن وجوہ تیار ہو گئے تو آپ نے اپنے قبائل کو اور دیگر مسلمان مستورات کو مدینہ میں بلوا لیا۔ اب نونہال اسلام دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ اہل مدینہ آپ کے اور اسلام کے غلام بیدام بن گئے۔ لیکن فرقہ یہود نے اسلام کو اختیار نہ کیا۔ مگر انہوں نے

اہل اسلام سے ایک عہدنامہ کیا کہ ہم اپنے ہی دین پر رہینگے۔ اور ہمیں اہل اسلام سے کسی قسم کی عداوت نہ ہوگی۔ بلکہ اسی طرح دوستانہ تعلقات رہینگے۔ اور ایک دوسرے کے ہر حال میں ممدو معاون رہیں گے۔

اسی سال میں فارس کا ایک شخص بنام سلمان[۱] جو کہ عرصہ سے آپ کا عاشق ہو کر قبائل عرب کی غلامی کر رہا تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور بصدق دل مسلمان ہوا۔

جب ۲ سنہ ہجری شروع ہوا۔ تو بعض یہود بے سود کہنے لگے کہ مسلمان ہمارے مذہب کی تو مخالفت کرتے ہیں۔ مگر ہمارے ہی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ آپ نے دعا مانگی کہ یا الٰہی بہتر ہو کہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کو قبلہ قرار دیا جائے۔ آپکی دعا نے شرف اجابت حاصل کیا۔ آپ ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دوران نماز میں حکم خداوندی آگیا۔ (پ ۲۔ س البقرہ ع ۱۴) قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاۗءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَكُمْ شَطْرَهٗ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۔ ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) ہم تیرا منہ بار بار آسمان کی طرف کرنا دیکھ رہے ہیں۔ جو قبلہ تو پسند کرتا ہے۔ وہی ہم تجھ کو دیں گے۔ اب اپنا منہ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیرلو۔ اور (مسلمانوں) تم جہاں کہیں ہو (نماز میں) اُسی طرف اپنا منہ کیا کرو۔ بے شک اہل کتاب (یہود وغیرہ) جانتے ہیں کہ کعبہ کی طرف قبلہ ہونا حق[۵۲] ہے۔ انکے مالک کی طرف سے۔ اور اللہ ان کے کاموں کی طرف سے بے خبر نہیں ہے۔

آپ نے حکم کے پہنچتے ہی کعبہ کی طرف کو رُخ کر لیا۔ اور مسلمانوں نے بھی آپ کی پیروی کی

---

[۱] ابھی آپ پیدا نہ ہوئے تھے کہ ایک دن سلمان نے کسی عیسائی سے پیغمبر آخرالزمان کے اوصاف سنے تھے اسی دن سب کام کاج چھوڑ عرب میں آگیا۔ جب آپ مدینہ میں ہجرت کر کے آئے تو سلمان کو پتہ لگا۔ کہ وہ پیغمبر جسکی تلاش میں سرگرداں وحیراں پھر رہا تھا۔ مدینہ میں آگیا ہے۔ فوراً حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوا۔

[۵۲] اہل کتاب یعنی وہ لوگ جو تورات یا انجیل یا زبور کے پابند ہیں۔ انکی کتابوں میں درج ہے کہ نبی آخرالزمان عرب میں پیدا ہوگا۔ اور ملت ابراہیم کو از سر نو زندہ کرے گا۔ اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنائے گا۔

اس حال کے دیکھتے ہی یہود چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ سچ ہے ؎

ہر کس بخیال خویش خبطے دارد

پھر حکم آلہی نازل ہوا۔ (دوسرا سپارہ کی پہلی آیت) سَیَقُوۡلُ السُّفَہَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىہُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِہِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡہَا ؕ قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَ الۡمَغۡرِبُ ؕ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔ ترجمہ:۔ اب قریب ہے کہ بیوقوف لوگ کہیں گے مسلمانوں کا جو قبلہ پہلے تھا! اس سے پھر جانے کی کیا وجہ ہوئی۔ (اے پیغمبر) کہدے پورب اور پچھم دونوں اللہ ہی کے ہیں جس کو وہ چاہتا ہے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔

تبدّل قبلہ کے متعلق ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ قریش بیت المقدس کی عظمت کے قائل نہ تھے۔

نیز چونکہ کعبہ میں قریش نے بُت رکھے ہوئے تھے۔ اس لئے جب تک آپ مکہ میں رہے خدا نے بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ تاکہ کفار یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان بھی ہمارے ہی بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اس لئے بغرض تمیز بیت المقدس کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھی جاتی تھی۔

مدینہ میں چونکہ یہود و نصاریٰ آباد تھے۔ جو بیت المقدس کی عظمت کے قائل تھے اور مسلمانوں پر بیت المقدس کی طرف مُنہ کرنے سے اُنہوں نے طعنہ دیا۔ کہ مسلمان ہمارے ادیان کو تو منسوخ سمجھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمارے ہی قبلہ کی طرف موُنھ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کو یہود و نصاریٰ کا یہ طعنہ ناگوار گذرا۔ اور چونکہ آپ ملت خلیلی کو لے کر دنیا میں آئے تھے۔ اس لئے آپ نے بارگاہ آلہی میں بیت الحرام کو قبلہ قرار دیئے جانے کی دعا کی۔ جو مقبول ہوئی۔ اور بیت الحرام کو ہمیشہ کے لئے بسبب اس کی عظمت اور دنیا میں پہلا معبد ہونے کے لحاظ سے۔ نیز سنت ابراہیمی کو از سر نو زندہ کرنے کے واسطے قبلہ قرار دیا گیا۔

اسی سال میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شادی خانہ آبادی آنحضرت صلعم کی دختر نیک اختر خاتون جنت سیدۃ النساء بی بی فاطمہ رضؓ سے ہوئی۔ ابھی آپ نے

مہم شادی سے فراغت حاصل ہی کی تھی کہ حکم خداوندی آگیا۔ (پ ۱۷ س الحج ع ۶)
اُذن للذین یقتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر۔
ترجمہ:۔ اب جن (مسلمانوں سے کافر) لڑتے ہیں۔ ان کو بھی لڑنے کی اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے۔ اور بے شک اللہ تعالےٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔
اس حکم کے آتے ہی آپ نے عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ کو ساٹھ آدمیوں کی سرکردگی میں باہر اشاعت اسلام کے واسطے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ اوّل تین دفعہ اسلام قبول کرنے کی نسبت کہو۔ اگر اسلام قبول نہ کریں تو پھر جزیہ کی نسبت کہنا اگر یہ بھی نہ مانیں۔ تو جنگ کا پیغام دو۔ اگر وہ لڑنے کے لئے تیار ہوں تو لڑائی کرو خداوند تعالےٰ ہماری مدد پر ہے۔ اس اسلامی لشکر میں انصار و مہاجر دونو شامل تھے پہلے پہل ان کا مقابلہ قریش مکہ کے ایک قافلے کے ساتھ ہوا۔ جو کہ بعزم تجارت شام کی طرف جا رہا تھا۔ عبیدۃ بن الحارث رضؓ نے اپنا ایک آدمی قافلے میں بھیجا۔ اور دین اسلام قبول کرنے کی نسبت کہا۔ مگر انہوں نے فوراً قاصد کو گرفتار کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ انجام کار ان کو بھی ہتھیار اُٹھانے پڑے۔ جب مسلمانوں کی شمشیر آبدار نیام سے نکلی تو قریش مکہ نے ہزیمت کو غنیمت جان کر فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اور مکہ میں ہی جا کر دم لیا۔ عبیدۃ بن الحارث رضؓ مظفر و منصور اشاعت اسلام کرتا ہوا مدینہ میں آیا

غزوہ[۱] بدر

قریش مکہ کا ایک قافلہ بسر کردگی ابو سفیان بعزم تجارت شام کی طرف گیا ہوا تھا۔ ادھر آپ بھی معہ اپنے اصحابوں کے اشاعت اسلام کے واسطے گشت لگا رہے تھے۔ کہ کوئی شخص بنام ضمضم قافلے میں پہنچا۔ اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] غزوہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس شامل رہے اور سریہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں آپ کے اصحاب شامل ہوں خود نہ شامل ہوئے ہوں۔

تمہارے قافلے کو تاخت و تاراج کرنے کی غرض سے راستے میں تیار بیٹھا ہے۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی ضمضم کو ہی ایک چٹھی دیکر ابوجہل کی طرف روانہ کیا۔ اور ابوجہل مردود یہ سنتے ہی لشکر تیار کرکے عازم جنگ ہوا۔ وہ تو چاہتا ہی یہی تھا۔ باوجودیکہ بعض قریش نے منع بھی کیا۔ مگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آیا۔ انہی دنوں میں عاتکہ بنت عبدالمطلب کو ایک خواب آیا۔ جو کہ ابوجہل کی شکست اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح پر دال تھا۔ جس وقت ابوجہل نے یہ سُنا تو تمسخرانہ کہنے لگا۔ شائد بنی عبدالمطلب سارے ہی پیغمبر ہو گئے ہیں۔ ابھی لشکر تھوڑی ہی دور مکہ سے نکلا تھا کہ دو شخص معہ اپنے قبیلوں کے عاتکہ بنت عبدالمطلب کے خواب سے خوف زدہ ہوکر واپس ہو جانا چاہتے تھے کہ ابوجہل کو خبر ملی۔ تو آتے ہی کہا۔ اے عتبہ اور اے شیبہ کیا تم خود نامردی کرکے اپنے قبائل کو بھی نامرد مشہور کرنا چاہتے ہو۔ حاصل کلام ہر طرح سمجھا بجھا کر ان کے اس ارادے کو جنگ کے ارادے سے پلٹ دیا۔ ادھر آپ کو بھی اس امر کا پتہ چلا۔ تو فوراً اُسی جگہ سے اُنہی اصحابوں کے ساتھ جن میں کچھ بے ہتھیار اور کچھ مسلح تھے۔ اور سب کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ ابوجہل کی طرف روانہ ہوئے۔ جس رات کہ دونو لشکر مقابل ہونے والے تھے۔ اس دن قافلہ بدر کے مقام پر تھا۔ ابوجہل کے ہمراہیوں نے پہلے آکر تمام پانی وغیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور آپ کے اصحابوں کو خشک ریگستان اور بڑی خراب جگہ پر مقام کرنا پڑا۔ جس سے اکثر بدظن ہو گئے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنی کلام میں فرماتا ہے:۔ (پ ۹ س الانفال ع ۱) اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من ملائکۃ مردفین۔ ما جعله اللہ الا بشریٰ ولتطمئن به قلوبکم۔ وما النصر الا من عند اللہ۔ ان اللہ عزیز حکیم۔ اذ یغشیکم النعاس امنة منه وینزل علیکم من السماء ماء لیطهرکم به ویذهب عنکم رجز الشیطان ولیربط علیٰ قلوبکم ویثبت به الاقدام۔ ترجمہ:۔ جب تم اپنے مالک سے فریاد کرتے تھے۔ اس نے تمہاری فریاد سن لی۔ (اور فرمایا) کہ میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں سے مدد کرونگا۔ اُن کے پیچھے اور

فرشتے ہوں گے۔ اور یہ فرشتوں کی مدد جو اللہ نے بھیجی۔ تو صرف تمہارے خوش کرنے کیلئے اور تمہارے دلوں کو اطمینان دینے کے لئے۔ ورنہ (درحقیقت) اللہ کے سوا اور کوئی مدد نہیں دے سکتا۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ خدا نے بے ڈر بنانے کے لئے تم پر قید ڈال دی۔ اور آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ تم کو پاک کرنے کے لئے۔ شیطان کا وسوسہ دور کرنے کے لئے۔ اور تمہارے دلوں پر (صبر اور یقین) کی گرہ باندھنے کے لئے اور تمہارے پاؤں جمانے کے لئے۔

انجام کار قافلہ تو رات ہی رات میں چوری چوری چلدیا۔ جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اب ہمارا مال اسباب زد سے باہر ہے۔ تو قافلے کے مسلح آدمی لے کر اپنی فوج میں آشریک ہوا۔ اور غیر مسلح مال اسباب لیکر مکہ کی طرف چلے گئے۔

صبح کے وقت جب بعض قریش نے دیکھا کہ قافلہ صحیح وسلامت نکل گیا۔ تو بنی عدی اور بنی کعب باوجود ابوجہل مردود کے بہت سا سمجھانے کے واپس چلے گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارا مقصود تھا کہ قافلہ صحیح وسلامت نکل آئے۔ سو وہ پورا ہوگیا۔ ہرچند انہوں نے باقی لشکر کو بھی واپس ہونے کی ترغیب دی۔ مگر ابوجہل کے منتر کے سامنے پیش نہ چلی۔

قصہ کوتاہ دونو لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ مسلمان دشمن کی کثرت دیکھ کر سہم گئے بعض کمزور دل مسلمانوں نے کہہ دیا کہ ہم نہیں لڑتے۔ جب ان آدمیوں نے یہ الفاظ کہکر ہمت ہار دی۔ تو بعض وفادار مہاجر اور انصار اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ یارسول اللہ ہم وہ نہیں ہیں کہ موسےٰ کی فوج کی طرح کہدیں فاذھب انت وربك فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ اے موسےٰ تو لڑیا تیرا خدا لڑے بلکہ ہم ان کے برخلاف یہ کہتے ہیں۔ اذھب انت وربك فقاتلا انا معکم مقاتلون انصار اور مہاجر کے یہ الفاظ کہتے ہی کمزوروں کے دل میں توانائی آگئی۔ اور جنگ شروع ہوا۔ سب سے پہلے کفار کی طرف سے عتبہ اور شیبہ اور ولید میدان میں آکر مبارز طلب کرنے لگے۔ اہل اسلام میں سے معاذ۔ معوذ اور عوف بن الحارث

انصاری میدان میں گئے۔ وہ مردود پلیدان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ ہمیں مہاجرین کے ساتھ لڑنے کی خواہش ہے۔ تم پلٹ جاؤ۔ یہ سُن کر تینوں بھائی پلٹ آئے۔ اور آکر آپ کی خدمت میں عرض کی تو آپ نے حمزہؓ۔ علیؓ۔ عبیدہؓ کو بھیجا۔ ان تینوں بہادروں نے ایک ایک کو لے لیا جن میں سے حمزہ اور علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں کو تو ایک ہی وار میں واصل جہنم کیا۔ مگر عبیدہ رضی اللہ عنہ کے زخم کاری لگا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو جھپٹ کر ولید پلید کا بھی ستیاناس [illegible] اس حالت کے ہوتے ہی آتش حرب بہت زور سے مشتعل ہو گئی۔ اور دیکھا کہ اہل اسلام کے پاؤں اکھڑنے والے ہیں۔ تو آپ نے علیحدہ ہو کر سر نیاز خدا کی درگاہ میں جھکایا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام لشکر فرشتگان کا مژدہ لے کر آگئے۔ آپ نے اُٹھ کر لشکر کا دل بڑھایا۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں یوں کرتا ہے۔ (پ ۴ س آل عمران ع ۱۳) اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمد کم ربکم بثلثة الاف من ملائکة منزلین۔ ترجمہ:۔ جب تو مسلمانوں سے کہہ رہا تھا۔ کیا تم کو بس نہیں اللہ تعالےٰ تین ہزار فرشتوں کو تمہاری امداد کیواسطے بھیجدے۔ اور وہ آسمان سے اُتریں۔

اس سے پہلے شیطان لشکر کفار کا دل بڑھا رہا تھا۔ مگر جب اس نے افواج ملائکہ کو دیکھا۔ تو سوائے فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ اسی اثنا میں آپ نے ایک مُٹھی کنکریوں کی [illegible] زور سے ماری کہ جس جس کے وہ کنکری لگی وہیں واصل جہنم ہو گیا۔ یہ دیکھکر مسلمانوں نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ جو بڑے بڑے سردار تھے مثلاً ابوجہل۔ عاصم بن عوف۔ امیہ بن خلف۔ نوفل بن خویلد۔ عقبۃ بن ابی معیط۔ وغیرہ وغیرہ قعر جہنم میں داخل ہوئے۔ اور بھی بہت سے قتل ہوئے۔ اور ستّر کے قریب مثلاً عباس بن عبدالمطلب۔ عقیل بن ابو طالب ابو العاص بن ربیع۔ وہب بن عمیر وہب بن حجبی نضر بن الحارث (یہ سب سے بڑھ کر آپ کا دشمن تھا) ابو عزیز بن عمر سہیل بن عمرو وغیرہ گرفتار ہوئے۔ مسلمان ابھی کسی دشمن کے مارنے کا ارادہ ہی کرتا تھا

کہ فرشتہ جھٹ گردن کے بوجھ کو دشمن کے تن ناپاک سے اتار دیتا۔ آخرکار اہل اسلام کی کامل فتح ہوئی۔ اور کفار نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ چند آدمی زندہ پکڑ گئے بہت سامال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اس کے بعد زید بن حارثہ کو آپ نے فتح کی خوشخبری دے کر مدینہ کی جانب روانہ کیا۔ اور آپ بھی مع اپنی مختصر فوج ظفر موج کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ راستے میں مسلمان اپنی فتح کا فخر کرتے جاتے تھے کہ یکایک حکم خداوندی (پ ۹ میں الانفال ع ۲ کی آخری تین آیتیں) فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً ان اللہ سمیع علیم۔ ذالکم وان اللہ موھن کید الکفرین۔ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح۔ وان تنتھوا فھو خیر لکم وان تعودوا نعد ولن تغنی عنکم فئتکم شیئاً ولو کثرت۔ وان اللہ مع المؤمنین۔

ترجمہ:۔ تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور (اے پیغمبر) تو نے وہ (مٹھی کنکریوں کی) نہیں پھینکی۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے پھینکی۔ اور مسلمانوں پر اپنی طرف سے بڑا بھاری احسان کرے[1]۔ بے شک اللہ سنتا ہے۔ جانتا ہے۔ یہ احسان تو تھا ہی۔ اور (دوسری بات یہ تھی کہ) اللہ تعالےٰ کافروں کے منصوبے کو خراب کرنا چاہتا تھا۔ (منصوبہ یہ کیا تھا کہ مسلمانوں کا زور توڑ دیں گے اور بالکل نیست و نابود کر دینگے) (تمسخرانہ طور پر اے قریش کے کافرو) اگر تم فتح چاہتے تھے۔ تو فتح تمہارے پاس آموجود ہوئی (جب قریش بدکیش مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کرکے چلنے لگے تو کعبہ کے پردوں سے لٹک لٹک کر زاری سے کہتے تھے کہ اے اللہ دو نو فوجوں میں جو فوج تیرے نزدیک سچی اور ہدایت پر ہے اس کو فتح دے۔ اب خداوند کریم تمسخرانہ کہتا ہے کہ اے کافرو فتح تو تمہیں حاصل ہوئی) اور اگر (اب) تم (شرک اور مسلمانوں کی مخالفت سے) باز آؤ گے تو تمہارے واسطے بہتر ہوگا۔ اور اگر تم پھر کرو گے تو ہم بھی مسلمانوں کی مدد کرینگے۔ اور تمہارا گروہ خواہ کتنا ہی کیوں نہ ہو گا۔ تمہارے کچھ کام نہ آئے گا اور اللہ تعالےٰ مسلمانوں کے ساتھ تھا۔

[1] یعنی مسلمانوں کا سامان اور فوج کافروں کے مقابلے میں بے حقیقت تھا۔ مگر فتح دیکر احسان کیا۔

جب فتح کی خبر مدینہ میں پہنچی. تو بعض نے ٹھیک جانا. اور بعض منکرین نے غلط سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم نہیں خیال کر سکتے کہ ایک ہزار سے زیادہ باسامان فوج مسلمانوں کی بے سامان اور وہ بھی تہائی سے بھی کم فوج سے شکست کھاجائے۔ خیر دوسرے دن آپ بھی قیدیوں کو لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو منکرین نے حیران و پریشان ہوکر اور تابعین نے خوشی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر مبارک دی۔

ادھر جب مکہ والوں کو شکست کی خبر ملی۔ تو انہوں نے بھی اول اول غلط جانا مگر جب دوسرے تیسرے دن فرار شدہ چند آدمی جو بچکر نکل آئے تھے۔ تباہ و خستہ حال مکہ میں پہنچے تو آنکھیں کھلیں۔ اور تدارک کے واسطے صلاح و مشورہ کرنے لگے۔ آخر کار ایک شخص عمیر بن وہب اُٹھا۔ (اس کا لڑکا میدان بدر میں گرفتار ہوگیا تھا) اور کہا اگر کوئی شخص میرے اہل و عیال کا متکفل ہو سکے۔ تو میں محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کر سکتا ہوں۔ کیونکہ وہ مدینہ کی گلیوں میں بارہا اکیلا پھرتا نظر آتا ہے صفوان نے کہا کہ میں تیرے اہل و عیال کی حفاظت کرونگا۔ اور تیری عدم موجودگی میں ان کے خرچ کا ذمہ اُٹھاتا ہوں۔ یہ سنتے ہی عمیر قول و قرار کر کے شمشیر آبدار کو اپنے لبادہ میں چھپا کر مدینہ منورہ کی طرف چلا۔ بعد قطع منازل جب عمیر مدینہ میں پہنچا۔ تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھا۔ کہ شرارت آمیز تبسم اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے۔ فی الفور گرفتار کر کے آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے عمیر سے پوچھا کہ کس طرح آئے ہو۔ تو عمیر نے جواب دیا۔ کہ اپنے بیٹے کو چھوڑانے کی غرض سے آیا ہوں۔ اگر چھوڑ دو تو مہربانی ہوگی۔ ہر چند آپ نے اصرار کیا۔ کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر عمیر اپنی زبان سے نہ پھرا۔ آخر کار آپ نے فرمایا کہ صفوان بن امیہ کے ساتھ کعبہ میں کیا عہد کر کے آیا ہے۔ عمیر یہ سنتے ہی نادم ہوا اور معافی چاہی۔ اور جھٹ کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ جو قیدی آپ کے ساتھ جنگ بدر میں قید ہوئے تھے۔ ان میں سے جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا

اُن کو یونہی اور جنہوں نے دین اسلام اختیار نہ کیا۔ ان کو زر فدیہ لے کر رہا کر دیا۔ آپ کا چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ انہی قیدیوں میں تھا۔ اس نے بھی دین اسلام اختیار کیا۔

اسی سال میں آپ کی دختر بی بی رقیہ رضؓ زوجہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جب خداوند کریم نے آپ کو غزوۂ بدر میں مظفر و منصور کیا تو **بنی قینقاع** کے یہود کہنے لگے۔ کہ مسلمان ہمارے ساتھ لڑیں تو پتہ لگے۔ مکّے کے وحشیوں کے ساتھ ہی لڑائی کی ہے جو کہ فنون حرب میں ہمارے سامنے طفل مکتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتے اسی وقت حکم خداوندی نازل ہوا۔ (پ ۳۔ س آل عمران۔ ع ۲) قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جھنم ؕ وبئس المھاد ۝ قد کان لکم اٰیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واخری کافرۃ یرونھم مثلیھم رای العین ؕ

ترجمہ۔ (اے پیغمبر) کافروں سے کہدے۔ اب کوئی دن میں تم بھی مغلوب ہوتے ہو۔ اور (قیامت کے دن) دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے۔ اور وہ بُری جگہ ہے۔ تمہارے سمجھنے کے لئے ایک بڑی نشانی (خدا کی قدرت کی) اِن دو نو فوجوں میں ہو چکی ہے۔ جو (بدر کے دن) بھڑ گئی تھیں۔ ایک فوج تو اللہ کی راہ میں لڑتی تھی۔ اور دوسری منکروں کی تھی۔ وہ آنکھوں سے ان کو اپنے سے (یا ان سے) دُگنا دیکھتے تھے ۔

اس حکم کے سنتے ہی یہودیوں نے سوچا کہ کوئی ایسا طریقہ نکالا جائے۔ کہ ہمارے ساتھ جنگ ہو۔ تو ہم مزا چکھا دیں۔ آخر ان بے حیا یہودوں نے ایک مسلمان عورت کو بے عزّت کیا۔ مسلمانوں نے یہودیوں کے بڑے سردار کو طلب کر کے صورت واقعہ سے اطلاع دی۔ مگر اُس نے کچھ نہ سُنا۔ اور بعض خرافات بکتا ہوا چلا گیا۔ فوراً جبرائیل علیہ السلام وما اناخافن من قوم خیانتہ فانبذ الیھم علی السواء کا حکم لے کر آئے۔ آپ نے فی الفور لشکر کو آراستہ کیا۔ او بنی قینقاع کا محاصرہ کر لیا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کئے پڑے رہے۔ اور دعوت اسلام کرتے رہے گو انہوں

نے اسلام قبول کیا۔ اور نہ ہی جنگ کیواسطے باہر نکلے۔ آخر انہوں نے امان طلب کی۔ اور جزیہ دینا منظور کیا۔ اور ایک عہد نامہ مرتب کرکے مظفر و منصور واپس مدینہ آئے۔

غزوۂ سویق چونکہ میدان بدر سے ابوسفیان معہ اپنے ہمراہیاں کے فرار ہوگیا تھا اور قریش کی شکست اور اپنے فرزند حنظلہ کے قتل کے باعث دل نہایت پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ آخر نہ رہ سکا۔ اور دو سو آدمیوں کی جمعیت لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے انتقام لے۔ جب گردونواح یثرب میں پہنچا۔ تو حوصلہ نہ پڑا۔ کہ کچھ بہادری کے جوہر دکھلائے۔ ناچار ایک کاشتکار معبد بن عمرو ساکن مدینہ کو جو کہ اپنی کھیتی میں کام کر رہا تھا۔ قتل کرا در کھیتی کو اجاڑ فرار کا رستہ اختیار کیا۔ جب یہ خبر آپ کو ملی۔ تو آپ اپنے صحابہ کو ہمراہ لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں گئے۔ مگر ابوسفیان اس خبر کے سنتے ہی تمام مال و اسباب سویق میں چھوڑ مکہ کی طرف بھاگ گیا۔ مال مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

۳ھ اس سال میں آپ کی چوتھی لڑکی بی بی ام کلثوم رض کا نکاح حضرت عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا۔ اور اسی سال آپ نے بی بی حفصہ رض دختر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شادی کی۔

اس کے بعد غزوہ انمار۔ غزوہ قرقرۃ الکدر۔ قتل کعب بن اشرف اور قتل ابو رافع ظہور میں آئے جن کی وجہ غزوہ بنی قینقاع تھی۔ چونکہ یہ واقعات کچھ بڑی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر ہر ایک واقعہ بہ تفصیل لکھا جائے تو کتاب کی ضخامت کے بڑھ جانے کا احتمال ہے۔

غزوۂ اُحد

گذشتہ واقعات کے ختم ہوتے ہی جنگ اُحد وقوع میں آیا۔ جس کی وجہ قریش کے دلوں میں ان کے معبودوں کی توہین اور ہزیمت بدر تھی۔ آتش انتقام بری طرح سے

سُلگ رہی تھی۔ صلاح مشورہ کر کے عمرو بن عاص۔ ہبیرۃ بن ابو وہب۔ عبداللہ بن ربیعہ۔ ابو عزہ شاعر حجمی کو اطراف و اکناف میں فراہمی لشکر کے واسطے روانہ کیا۔ جب لشکر ہر طرح سے آراستہ و پیراستہ ہو گیا۔ تو چلتے وقت صفوان بن امیہ نے کہا کہ اپنی اپنی مستورات کو بھی ہمراہ لے جانا واجب ہے۔ کوئی اس رائے کے مخالف ہوا کوئی مطابق۔ ناچار صلاح یہی قرار پائی کہ عورات کو ہمراہ لیجانا چاہیئے۔ جب قریش کا لشکر مقام ابوا پر پہنچا۔ تو کئی شخصوں نے کہا کہ اسجگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ کی قبر ہے۔ قبر کو اکھاڑ کر اس کی والدہ کی ہڈیاں اپنی عورات کو دے دو۔ اگر ہمیں شکست ہوئی اور مستورات پیچھے رہ گئیں۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی والدہ کی ہڈیاں دیکھ کر مستورات کو رہائی دے دیگا۔ یہ سنتے ہی بنو بکر اور خزاعہ نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس امر کا پتہ مل گیا۔ تو وہ ہمارے تمام مُردوں کی ہڈیاں نکال کر چورا چورا کر دیگا غرض ان کے سمجھانے سے اس بے حیائی کے کام سے درگذر کر گئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ بعد دین اسلام اختیار کرنے کے مکہ میں چلے آئے تھے۔ ایک چٹھی لکھ کر ایک آدمی کے ہاتھ آپ کی خدمت میں روانہ کی جب وہ چٹھی آپ کے پاس پہنچی۔ تو بعد فراغت نماز جمعہ لشکر کو تیاری کا حکم دیا جب لشکر ہر طرح تیار ہو گیا۔ تو آپ نے بھی ہتھیار پہنے۔ (یہ پہلا موقع ہے کہ آپ نے ہتھیار زیب بدن کئے) غرضیکہ نو سو پچاس آدمیوں کی جمعیت سے مورخہ ۷ شوال ۳ھ کو میدان احد میں دشمن کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے ابھی آپ مدینہ سے رخصت ہی ہوئے تھے کہ عبداللہ بن ابی سلول جو کہ اول درجے کا منافق تھا۔ تھوڑی دور ساتھ آ کر واپس لوٹ گیا۔ اس کے لوٹنے کی دیر تھی۔ کہ قبیلہ بنی خزرج اور قبیلہ اوس میں سے چند آدمی پلٹنے لگے۔ مگر پھر خداوند کریم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا۔ اور لشکر کے ساتھ ہی رہے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ اس واقعہ کو قرآن شریف میں بیان کرتا ہے۔ (پ ۴۔ س آل عمران۔ ع ۱۳)

اذ ھمت طائفتٰن منکم ان تفشلا و اللّٰہ ولیھما وعلی اللّٰہ فلیتوکل المؤمنون۔ ولقد نصرکم اللّٰہ ببدر و انتم اذلۃ ج فاتقوا اللّٰہ لعلکم تشکرون۔ ترجمہ:۔ جب تم میں سے دو ٹکڑوں نے ہمت ہار دینا چاہی۔ اور اللہ ان کا مددگار تھا۔ اور مسلمانوں کو چاہیئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اور البتہ اللہ تعالےٰ (ایک سال پہلے) بدر میں تمہاری مدد کر چکا تھا۔ اس وقت تم تھوڑے سے تھے۔ تو اللہ کا شکر گذار بننے کے لئے اُس سے ڈرو۔

حاصل کلام بروز شنبہ مورخہ ۷ شوال ۳ھ کو لڑائی شروع ہوئی۔ آپ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس آدمیوں کی جمعیت سے ایک نزدیک کی غار کے دہانے پر بھیجدیا۔ اور فرمایا کسی حال میں بھی غار کو نہ چھوڑنا۔ ایسا نہ ہو کہ مخالفین پشت پر سے غار کو خالی دیکھ کر حملہ کردیں۔ قریش کی طرف تین ہزار اور مسلمانوں کے کل نوسو پچاس آدمی تھے۔ جن میں سے پچاس آدمی غار پر چلے گئے۔ پہلے پہل ابو عامر عرف فاسق معہ اپنے ہمراہیوں کے میدان میں آیا۔ مگر یاران تیر سے راہ فرار غنیمت سمجھی۔ جب طلحہ بن ابو طلحہ نے بنی ہوازن کو منہزم دیکھا۔ تو جھٹ میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ ادھر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اجازت لے کر گئے۔ اور دشمن کو داخل سجین کیا۔ غرضیکہ اسی طرح ایک ایک آمارہا۔ اور سپرواتہ راہداری لے کر [illegible] ملک عدم ہوتا رہا۔ جب مشرکوں نے یہ حال دیکھا۔ تو یکبارگی حملہ کردیا۔ اس طرف سے اہل اسلام نے بھی اللہ اکبر کے نعروں سے میدان اُحد میں گونج پیدا کردی۔ اور کفار اشرار کے پاؤں سے ثبات لڑاکھڑا دیا۔ اور شکست کو غنیمت جان کر کفار نے بھاگنا شروع کیا جب عبداللہ بن جبیر کے ہمراہیوں نے لشکر کفار کو منہزم دیکھا۔ تو اپنے لشکر کی طرف دوڑے۔ ہر چند عبداللہ نے منع کیا۔ مگر انہوں نے ایک نہ سُنی۔ خالد بن ولید نے جب غار کو خالی دیکھا۔ تو جھٹ پٹ کر پچھلی طرف سے لشکر اسلام پر حملہ کردیا۔ اب کیا تھا بھاگنے والے بھی شیر

ل یہ غار پر کھڑا تھا۔

ٹھہر گئے۔ اور پلٹ کر حملہ کر دیا۔ اور مسلمانوں کو خوف و ہراس نے آدبایا۔ اور فرار کو غنیمت سمجھا۔ ادھر سے شیطان لعین نے الا ان محمدا قد قتل۔ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل ہو گیا ہے۔ کا آوازہ دے دیا۔ اس کے سنتے ہی مسلمانوں کے رہے سہے ہوش بھی اڑ گئے۔ اور بے تحاشا بھاگنا شروع کیا ہر چند آپ نے آوازیں دیں یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم قد وعدنی النصر فانی ابن الضرار۔ مگر کسی نے نہ سنا۔ صرف چند کس آپ کے پاس رہے جنہوں نے پائے ثبات کو نہ چھوڑا۔ ان کے نام یہ ہیں:-

حضرت ابو بکر صدیق۔ عمر بن الخطاب۔ علی ابن ابی طالب۔ عبد الرحمن بن عوف سعد بن ابی وقاص۔ زبیر بن العوام۔ طلحہ بن عبد اللہ۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ خباب بن المنذر۔ ابو دجانہ۔ عاصم بن ثابت۔ حارث بن صحہ۔ سہیل بن حنیف۔ اسید بن الحضیر۔ سعید بن معاذ۔ رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین۔

یہ حال دیکھ کر مشرکوں کے کئی گروہوں نے آپ کی طرف رخ کیا۔ مگر صحابوں کی بے پناہ تلوار کے سامنے یا راہ فرار یا پروانہ دار القرار لیکر چلتے بنے۔ ایک لعین عبد اللہ بن قمیہ نے آپ کی طرف ایک پتھر چلایا جس سے آپ کی جبین مبارک خون آلود ہو گئی۔ دوسرے بدبخت عتبہ بن وقاص نے بھی پتھر مارا جس سے آپ کا زیریں لب مبارک زخمی ہو گیا۔ اور ایک دانت مبارک بھی شہید ہو گیا چنانچہ اس واقعہ کو ایک شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے:-

لے لی امت کے گناہوں کی احد نے قیمت
دے دیا جنگ احد میں دُر دنداں تو نے

جس وقت آپ کے پتھر لگا۔ تو آپ نے زبان مبارک سے فرمایا:- اللھم اھد نا قومی فانھم لا یعلمون۔

وہ دونوں بدبخت ایک اصحاب ابو دجانہ رض کی تلوار سے فوراً واصل جہنم ہوئے آپ زخم لگتے ہی ایک غار میں ہو گئے۔ اور خون پونچھنا شروع کیا۔ فرار شدہ

صحابہ کرام میں سے ایک اصحاب بنام کعب کا گذر اس غار پر سے ہوا۔ اور آپ کو زندہ و سلامت دیکھکر لیکر آپ کو بچا لایا۔ اور دوسروں کو جا کر خوشخبری سنائی۔ پھر ایک ایک کرکے جمع ہو گئے۔ پہاڑ کے دوسری طرف کفار کا لشکر ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اور ابوسفیان بڑے جوش اور خوشی میں پکار رہا تھا کہ ہم نے آج اپنے تمام دشمنوں کو مار لیا ہے۔ اور ہمیشہ کا جھگڑا پاک کیا ہے۔ یہ آواز سنتے ہی عمر بن الخطاب سے نہ رہا گیا۔ اور فوراً بلند آواز سے کفار کو متنبہ کیا۔ کہ جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو۔ وہ بفضل خدا سب زندہ و سلامت ہیں۔ اس جواب کے سنتے ہی کفار کے دلوں پر ہیبت طاری ہو گئی۔ اور ایک دم کے واسطے بھی میدان میں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھ کر مکہ کی طرف چلدیئے۔ اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے۔ آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے اور ایک ہزار کے قریب کفار واصل جہنم ہوئے۔ بعدازاں آپ جملہ صحابہ کو ہمراہ لے کر اور شہداء کو مدفون کرکے عازم مدینہ ہوئے۔ خداوند کریم جنگ احد کے بعد جبکہ مسلمانوں کو شکست ہوئی اس طرح تسلی دیتا ہے:۔ پ ۴ س آل عمران ۱۴۶

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝ هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ۝ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ۝ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ

شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ
كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ
نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ نَبِيٍّ قُتِلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ
فَمَا وَهَنُوا لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَكَانُوا ۗ
وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا فِي أَمْرِنَا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝
فَآتَاهُمُ اللَّهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ
فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهُ مَوْلَاكُمْ ۖ وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ۝ سَنُلْقِي فِي
قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ۖ
وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۚ وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ۝ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ
إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ
مِنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا تُحِبُّونَ ۚ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ
مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۖ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۗ
وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۝ إِذْ تُصْعِدُونَ وَلَا تَلْوُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ
وَالرَّسُولُ يَدْعُوكُمْ فِي أُخْرَاكُمْ فَأَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِكَيْلَا تَحْزَنُوا عَلَىٰ
مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ ۗ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ثُمَّ أَنْزَلَ
عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ
قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ
يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي
أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا
قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ
إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ

وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَلَّوْا مِنْکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ بِبَعْضِ مَا کَسَبُوْا ج وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْھُمْ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝

ترجمہ:۔ تم سے پہلے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں۔ تم زمین کی سیر کرو۔ دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہؤا۔ (عام) لوگوں کے واسطے تو یہ ایک (تاریخی) بیان ہے۔ اور جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں ان کے لئے ایک ہدایت اور نصیحت بھی ہے۔ اور ہمت مت ہارو۔ نہ آزردہ ہو۔ اگر تم ایماندار ہو۔ تو (اخیر میں) تم ہی غالب ہوگے۔ اگر اس لڑائی میں تم زخمی ہوئے ہو۔ تو (بیدل مت ہو) وہ لوگ (کافر) بھی ایسے ہی (جنگ بدر میں) زخمی ہو چکے ہیں۔ یہ (دنیا کے) دن ہیں جن کو ہم الٹ پلٹ کر لوگوں پر لاتے ہیں۔ اور (یہ جو کافروں کو اب کے فتح ہوئی) اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کو (الگ کر کے) دیکھ لے۔ اور چند لوگوں کو تم میں سے شہادت کا درجہ عطا کرے۔ اور اللہ ظالموں کو (کافروں) کو پسند نہیں کرتا۔ اور اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کو پرکھ لے۔ اور کافروں کو ستیاناس کر دے۔ کیا تم یہ سمجھے کہ جنت میں چلدوگے۔ اور ابھی اللہ تعالےٰ نے یہ نہیں دیکھا کہ کون تم میں سے جہاد کرتے ہیں۔ اور نہ یہ دیکھا کہ کون ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور تم تو خود موت آنے سے پیشتر اس کی آرزو کرتے تھے۔ اب تو تم نے آنکھوں سے اس کو دیکھ لیا۔ اور محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تو صرف رسول ہیں۔ اس سے پہلے اور کئی رسول ہو گذرے ہیں۔ کیا اگر وہ مرجائے یا مارا جائے تو تم اُلٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جاؤ گے۔ اور جو کوئی الٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھر جائے گا۔ تو کچھ نہیں بگاڑے گا؟ اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد بدلہ دے گا۔ اور کوئی شخص مر نہیں سکتا۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہو۔ اس نے لکھ رکھا ہے۔ مقرر وقت پر۔ اور جو کوئی دنیا میں (اپنے نیک اعمال کا) بدلہ چاہے۔ تو ہم اس میں سے اس کو دینگے۔ اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے۔ تو اس کو اُسی میں سے دینگے۔ اور اور شکر کرنے والوں کو ہم جلد بدلہ دینگے۔ اور کئی پیغمبروں کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے ہیں۔ اور پھر جو تکلیف ان کو اللہ کی راہ میں پہنچی۔ اس سے وہ ہمت نہیں ہارے۔ نہ سست ہوئے۔ نہ (اپنے دشمن سے) دب گئے۔ اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اور

انہوں نے جب کہا یہی کہا۔ مالک ہمارے۔ ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں بخش دے۔ اور (دشمنوں کے مقابلے میں) ہمارے پاؤں جما دے۔ اور کافروں پر ہم کو فتح دے۔ پھر اللہ نے دنیا میں ان کا فائدہ کیا۔ اور آخرۃ میں اچھا خاصہ ثواب دیا۔ اور اللہ نیکوں سے محبت رکھتا ہے۔ مسلمانو اگر تم کافروں کا کہا مانوگے تو وہ تم کو اُلٹے پاؤں (اسلام سے کفر کی طرف) پھیر دینگے۔ اور تم گھاٹے میں جا پڑوگے[۱]۔ اللہ تمہارا کارساز ہے۔ اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے۔ اب ہم کافروں کے دلوں میں رُعب ڈال دینگے۔ کیونکہ انہوں نے بُتوں کو اللہ کا شریک بنایا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اُتاری۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا بُرا ٹھکانا ہے۔ اور اللہ نے تو اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ جب تم اس کے حکم سے کافروں کو بیدم کر رہے تھے (یعنی کافروں کو قتل کر رہے تھے۔ کیونکہ شروع جنگ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی تھی) جب تم نے بودا پن کیا۔ اور حکم میں جھگڑا نکالا۔ اور نافرمانی کی (غار کو چھوڑ دیا جس پر قایم رہنے کی ہدایت کی تھی) جو چاہتے تھے (یعنی فتح) اس کو دیکھ لینے کے بعد کوئی تو تم میں سے دنیا چاہتا تھا۔ (غار والے آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ کھڑے رہیں اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ لوٹ کا مال حاصل کریں) اور دوسرا آخرت کا طالب تھا پھر خدا نے تم کو آزمانے کے واسطے کافروں کی طرف سے پھیر دیا۔ اور البتہ تم کو معاف کر دیا (ورنہ اس نافرمانی کا عذاب اُترتا) اور اللہ ایمان والوں پر فضل کرتا ہے۔ اس وقت جبکہ تم بھاگے چلے جاتے تھے۔ اور مُڑ کر کسی کو نہیں دیکھتے تھے۔ اور پیغمبر[۲] کھڑا پیچھے تم کو بلا رہا تھا آخر خدا نے تم کو دُہرے غم میں مبتلا کیا۔ (۱) بھاگنے کا (۲) شکست کا (۳) دشمنوں کی فتح کا (۴) نقصان مال (۵) زخم) (اس میں یہ حکمت تھی) کہ جو چیز جاتی رہی ہے اس پر رنج نہ کرو اور نہ اُس پر جو کہ تم کو پیش آئے۔ اور جو تم کرو۔ اللہ کو اس کی خبر ہے۔ پھر غم کے بعد اللہ تعالے نے تم کو اطمینان دیا۔ تم میں سے بعض کو اونگھ آنے لگی۔ اور بعضوں کو جان کی فکر لگ گئی۔ وہ اللہ کی نسبت جھوٹے جاہلوں کے سے خیال کر رہے تھے۔ کہ رہے تھے۔ کہ کیا اب بھی کچھ ہم کو ملنا ہے (اے پیغمبر[۳]) کہدے کام سب اللہ کے اختیار میں ہیں۔ اپنے دلوں میں وہ باتیں چھپاتے

---

[۱] جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو کافر یہود و نصاریٰ وغیرہ کہنے لگے کہ اپنے آباؤ اجداد کے دین میں آجاؤ۔

ہوئے ہیں جن کو تجھ پر ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں۔ اگر ہم کو کچھ ملنے والا ہوتا (جیسے پیغمبرؐ نے وعدہ کیا کہ فتح ہوگی) تو ہم یہاں مارے کیوں جاتے۔ (اے پیغمبر) کہدے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے۔ تو جن کی قسمت میں مارا جانا لکھا تھا۔ وہ اپنے گرنے کی جگہوں میں نکل کر آجاتے اور اس شکست میں ایک حکمت یہ تھی) کہ اللہ جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اس کو (تمہارے دل کی باتوں کو) آزمالے۔ (منافق اور مومن چھانٹ لے) اور تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے۔ اس کو صاف کردے۔ (وسوسوں سے پاک کرے) اور اللہ کو تو دل کی سب باتیں معلوم ہیں جس دن (اُحد کے جنگ کا دن) دونوں فوجیں اُلجھیں۔ اس دن جو تم میں سے بھاگ نکلے ان کو شیطان نے کچھ ان کے کئے کی شامت میں بھڑکا دیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو معاف کردیا۔ بے شک اللہ تحمّل والا بخشنے والا ہے ۔

نوٹ: آگے بھی جنگ اُحد کا ہی ذکر درج ہے ۔

میدان اُحد سے جب قریش مکہ میں پہنچے۔ تو ان کے دل میں ایک گونہ رنج پیدا ہوا کہ افسوس ہم نے باوجود فتح کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ رہنے دیا۔ اس واسطے دوبارہ لاؤ لشکر کے ساتھ صفوان بن امیہ کی سرکردگی میں روانہ ہوئے۔ کہ ادھر یہ خبر آپ کے سمع مبارک میں بھی پہنچے۔ تو آپ بھی روانہ ہوئے۔ کہ راستے میں ہی چل کر اُن کا ناطقہ بند کیا جائے۔ جب یہ خبر قریش کو ملی۔ تو ان کے دلوں میں اس قدر رعب پیدا ہوا کہ واپس ہونے کی ٹھان کر اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ جب یہ خبر آپ کو پہنچی۔ تو آپ بھی واپس چلے آئے۔

۴ھ جب صفوان بن امیہ مع اپنی فوج کے راستے سے پلٹ گیا۔ تو اس نے باقی لوگوں سے صلاح مشورہ کر کے مکہ کے سات آدمیوں کو مدینہ میں آپکی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے بموجب سبق اہل مکہ کے منافقانہ اسلام قبول کیا۔ اور کچھ دنوں مدینہ میں رہ کر جب چلنے کے واسطے تیار ہوئے۔ تو انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کچھ آدمی خاکساران کے ہمراہ بھیجدیں۔ کیونکہ اہل مکہ اب ایمان لانے کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے عاصم بن ثابت کو معہ اور نو

آدمیوں کے مکہ کی طرف روانہ کیا۔ جب مدینہ سے کچھ فاصلہ نکل گئے۔ تو سفیان بموجب اپنے سازباز کے کچھ آدمیوں کی جمعیت لے کر گرد و نواح میں خاک چھانتا پھرتا تھا جھٹ پٹ ان بچاروں پر حملہ کر دیا۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہمارے ساتھ دغا کیا گیا ہے۔ تو انھوں نے بھی تلوار نکالی۔ اور کئی کافروں کو واصل جہنم کر کے خود بھی جام شہادت نوش کیا۔ جب یہ خبر آپ کے گوش مبارک میں پہنچی۔ تو عبداللہ بن انیس کو اس غرض سے بھیجا کہ سفیان کو اس کی ظالمانہ حرکت کا اجر دے۔ عبداللہ کچھ دن تو یونہی پھرتا رہا۔ جب دیکھا کہ سفیان اب زد پر ہے۔ تو جھٹ حملہ کر کے اس کے ناپاک تن سے گردن کے بوجھ کو اُتار کر آپ کی خدمت میں لے کر آیا۔ اور سفیان کا سر پیش کیا۔ اسی سال میں نے آپ نے ابو سلمہ بن اسد کو پچاس آدمیوں کی ہمراہی میں بنی اسد کے سرداروں کے مقابلے پر بھیجا۔ کیونکہ بموجب ان کے پیغام کے جو کہ انہوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں۔ جب یہ مختصر سا لشکر ان کے مقابلے پر پہنچا۔ تو مخالفین نے شکست کھائی۔ اور کچھ گرفتار ہوئے۔ کچھ فرار ہو گئے۔ قیدیوں نے دین اسلام اختیار کیا۔ تو اُن کو رہا کر دیا گیا۔ لشکر مظفر و منصور واپس مدینہ میں پہنچا۔

سریہ بیر معونہ

ابھی ابو سلمہ مدینہ میں پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص بنام ابو براء بن عامر جو کہ اپنے آپکو قبیلہ نجد میں سے بتلاتا تھا۔ آیا۔ اور دین اسلام اختیار کیا۔ بعد میں چلتے وقت بموجب کہنے اس کے منذر بن عمرو کے ماتحت آپ نے ستر آدمیوں کو روانہ کیا۔ کہ قبیلہ نجد میں بھی اشاعت اسلام کرو۔ اور گرد و نواح میں بھی گشت لگا کر کام سر انجام کرو۔ جب یہ لشکر بیر معونہ کے مقام پر پہنچا تو ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جو کہ عاصم بن ثابت کے ساتھ ہوا تھا۔ چاروں طرف سے ہزار ہا کی تعداد میں مخالفین نے آگھیرا۔ انجام کار بہت سے مردودوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد

ایک ایک کرکے جام شہادت نوش کرتے گئے۔ انہوں نے ایک شخص عمرو کو صرف اس واسطے قتل نہ کیا کہ یہ جاکر مدینہ میں حالات سے آگاہی کرے۔ ان واقعات کی وجہ سوائے مخالفت قریش مکہ کے اور کچھ نہ تھی۔ دوسرے جنگ بدر کی مشہوری دور نزدیک تک پہنچ چکی تھی۔ اس واسطے لوگوں کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھتا جاتا تھا۔ کہ اگلے سال جنگ اُحد کی شکست ظاہر ہو گئی اس وجہ سے تمام مخالفین جن کے دل خوف وہراس سے سہمے ہوئے تھے۔ پھر دلیر ہو گئے۔ اور قریش مکہ اس پر اور بھی حاشیہ چڑھا چڑھا کر اہل اسلام کے مخالف بھڑکاتے۔ اور جس طرح بھی بن پڑتا۔ نقصان پہنچانے سے نہ چوکتے۔

غزوہ بنی النضیر

جب عمرو نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ تو آپ نے فی الفور لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ بعد از تیاری لشکر بنی النضیر کی طرف رُخ کیا۔ جب لشکر اسلامیہ بنی النضیر پر پہنچا تو انہوں نے فی الفور منافقانہ اسلام قبول کر لیا۔ اور آپ کو کمال ادب اور احترام سے ایک پاکیزہ مکان میں اُتارا۔ جس وقت آپ مکان کے اندر داخل ہو کر بیٹھ گئے تو حیی بن اخطب یہودی نے کہا۔ اے معشر یہود کیا اس موقعہ سے بہتر موقعہ ملیگا۔ فی الفور محمدؐ کو شہید کر ڈالو۔ ابن معونہ لعین نے اس کام کو سرانجام کرنے کا عہد کیا۔ حق تعالے نے فوراً اپنے حبیب کو ان کے مکر و فریب سے مطلع کیا آپ فی الفور اُٹھ کر چلے آئے۔ اور اپنے صحابہ کو بھی مطلع نہ کیا۔ جب کچھ عرصہ آپکو تشریف لے گئے ہوئے مقتضی ہوا تو کنانہ نام ایک یہودی نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ محمد (صلعم) کہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ کنانہ نے کہا کہ اسکو خداوند تعالے نے تمہارے فریب سے مطلع کر دیا ہے۔ یقین کرو کہ خاتم المرسلین یہی ہے۔ جس کا تذکرہ ہماری کتاب توریت شریف میں درج ہے۔ اب دو کاموں میں سے

ایک کام کرو۔ اوّل تو یہ ہے کہ دین اسلام اختیار کرلو۔ اگر یہ نہیں تو اس ملک سے ہجرت کر جاؤ۔ سب نے کہا ہجرت بہتر ہے۔ ہمارا دل نہیں چاہتا۔ کہ اپنے نبی کی تابعداری کو چھوڑ دیں۔

اتنے میں آپ کے صحابہ کرامؓ کو بھی ان کے فریب کا پتہ چلا۔ اوّل تو انہوں نے کہا بہتر ہے کہ دشمنوں کو اُن کے فریب کا مزہ چکھاتے جائیں۔ مگر اس خیال سے کہ جب آپ چپ چاپ اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ تو ہمیں لڑنا مناسب نہیں۔ تمام لشکر واپس مدینہ میں پہنچا۔ آپ نے مدینہ میں پہنچکر بنی النصیر کی طرف پیغام بھیجا۔ یا دین اسلام اختیار کرو۔ اگر یہ نہیں تو جزیہ دو۔ اگر یہ بھی نہیں تو دس دن کے اندر اندر ہجرت کر جاؤ۔ ورنہ بعد از گذنے میعاد کے جنگ تک نوبت پہنچے گی۔

اس پیغام کے پہنچتے ہی انہوں نے ہجرت پر کمر باندھی۔ ابھی اپنا سامان تیار ہی کر رہے تھے کہ ایک آدمی ابو سلول منافق پہنچا۔ اس نے کہا کہ میں تمہیں دو ہزار آدمیوں کی مدد دیتا ہوں۔ تم ہجرت نہ کرو۔ اور اسلام کے ساتھ لڑائی کرو۔ اسلام اب مغلوب ہو چکا ہے۔ جنگ اُحد میں کافی ضربات پہنچ چکی ہیں۔ اسواسطے اب کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے لڑنے کی جرات نہ کریگا اگر کسی نے محمدؐ کی مدد کی بھی تو مہاجرین کے سوا اور کوئی مدد نہ کرے گا۔ اور مہاجرین کی تعداد سو ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ہے۔ اس بات کے سنتے ہی انہوں نے جواب بھیجا کہ ہم ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں کرتے۔ اگر زور ہے تو جنگ سے منوالو۔ اس پیغام کے پہنچتے ہی آپؐ نے لشکر لیکر بنی النصیر کا محاصرہ کرلیا۔ جس وقت بنی النصیر نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انصار اور مہاجرین کا کافی لشکر دیکھا۔ تو ہاتھ پاؤں پڑ گئے۔ ابو سلول کو کہنے لگے۔ اب ہمیں مدد دو۔ ابو سلول یہ سنتے ہی مدد کے بہانے سے باہر نکل گیا۔ اور واپس نہ آیا۔ رات کو یہودو نے شبخون مارنا چاہا۔ مگر کچھ پیش نہ گئی۔ آخر کار انہوں نے آپ سے معافی

طلب کی۔ اور ہجرت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ خداوند کریم قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

(پ ۲۸ س الحشر۔ ع۱) سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝

ترجمہ:۔ جتنی چیزیں آسمان میں اور جتنی زمین میں۔ اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں اور وہ زبردست حکمت والا وہی خدا ہے۔ جس نے اہل کتاب کے کافروں (بنی النضیر کے یہودیوں) کو پہلے حشر کے وقت ان کے گھروں میں سے نکال باہر کیا۔ [۵۱] (مسلمانو) تم تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ نہیں نکلینگے (کہ بڑے زوردار ہیں) اور وہ بھی سمجھے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالٰے کے (عذاب) سے بچا لیں گے۔ لیکن اللہ تعالٰے کا حکم، ان پر ایسی جگہ سے آن پہنچا۔ جدھر سے ان کو گمان بھی نہ تھا۔ [۵۲] اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک ڈالدی۔ یہ حال ہو گیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اُجاڑنے لگے۔ تو (عقل کی آنکھ والو اس واقعہ سے) عبرت لو۔ نوٹ:۔ اسی سورہ شریف میں اگلا بیان بھی بنی نضیر کے متعلق ہے۔

نیز ابی سلول منافق کا ذکر اسی سورہ کے دوسرے رکوع میں اس طرح پر آیا ہے:۔

---

۵۱ بنی نضیر یہودیوں کی ایک قوم تھی۔ جو مدینہ میں آن کر اس خیال سے آباد ہوئی کہ جب پیغمبر آخرالزمان ظاہر ہونگے تو انکے ساتھ ہو جائینگے۔ گو انکی قسمت میں ایمان نہ تھا انکے باپ دادا تو اسی امید سے آئے تھے۔ مگر انکی اولاد نے جب پیغمبر آخرالزمان ظاہر ہوئے تو مخالفت کی۔ [illegible] کی آخر آپ نے اخراج اور جلاوطنی کا حکم دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ ہم کدھر جائیں۔ آپنے فرمایا کہ محشر کی زمین کی طرف یعنے شام کے ملک میں جاؤ۔ پہلے حشر سے یہ مراد ہے کہ بنی نضیر کا یہ پہلا اخراج تھا جو آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ہوا۔ پھر حضرت عمر فاروق رض نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو وہاں سے بھی نکال دیا۔ یہ انکے لئے دوسرا حشر ہو گیا۔ (علمائے سلف سے منقول ہے کہ حشر تک شام میں ہو گا)

۵۲ کعب بن اشرف ان کا سردار تو پہلے ہی مرچکا تھا۔ اب ان کو یہ امید تھی کہ انصار مدد دینگے۔

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ نَافَقُوۡا یَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِہِمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَکُمۡ وَلَا نُطِیۡعُ فِیۡکُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّکُمۡ ؕ وَاللّٰہُ یَشۡہَدُ اِنَّہُمۡ لَکٰذِبُوۡنَ ۔ لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا یَخۡرُجُوۡنَ مَعَہُمۡ ۚ وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا یَنۡصُرُوۡنَہُمۡ ۚ وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡہُمۡ لَیُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ۟ ثُمَّ لَا یُنۡصَرُوۡنَ ۔ ترجمہ:- اے پیغمبر کیا تو نے منافقوں پر نظر نہیں ڈالی۔ وہ اپنے بھائیوں اہل کتاب کے کافروں سے کہتے ہیں۔ اگر کہیں تم نکالے گئے۔ تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔ اور تمہارے باب میں تو ہم کسی کی بات ماننے والے نہیں۔ اور اگر کوئی تم سے لڑا۔ تو ضرور تمہاری مدد کرینگے۔ اللہ تعالےٰ گواہ ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ اگر اہل کتاب کے یہ کافر نکالے جائینگے۔ تو منافق اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے۔ اور اگر اُن سے لڑائی ہوگی تو منافق ان کی مدد نہیں کرینگے۔ اور جو مدد کی بھی تو کس کام کی) پیٹھ موڑ کر بھاگتے نظر آئینگے۔ پھر کوئی ان کی بھی مدد نہیں کرنے کا۔

القصہ بعض نے تو اسلام قبول کرلیا۔ اور باقی ہجرت کر گئے۔ بہت سا مال مسلمانو کے ہاتھ آیا۔ جس کو آپ نے مہاجرین اور انصار میں تقسیم کیا۔ مگر انصار نے انکار کر دیا۔ کہ ہم اپنے گھروں میں رہنے والے ہیں۔ ہمارے مہاجر بھائیوں کو جنہوں نے گھر بار اور وطن چھوڑا ہے۔ مال دیا جائے۔ آپ اس ہمدردی سے بہت خوش ہوئے۔ اور مال مہاجرین میں تقسیم کیا۔ اب باقی سال امن و آرام سے گذرا کوئی واقعہ قابل تذکرہ نہیں ہوا۔

۵ھ۔ اس سال میں سب سے پہلے غزوہ **ذات الرقاع** وقوع میں آیا جس کی وجہ یہ ہے کہ ایک شخص مدینہ میں بغرض تجارت آیا۔ اور کہنے لگا کہ بنی انمار اور بنی ثعلبہ لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اور عنقریب ہی مدینہ کی جانب کوچ کریں گے۔ آپ نے بموجب "علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد" کچھ لشکر لیکر بنی انمار اور ثعلبہ کا رُخ کیا۔ بعد از قطع منازل جب وہاں پہنچے۔ تو نام و نشان بھی نہ پایا۔ لہذا واپس چلے آئے۔

غزوہ دومۃ الجندل:۔ غزوہ ذات الرقاع کی طرح آپ نے سُنا کہ شاہ دومۃ الجندل جو ایک نصرانی تھا۔ لشکر جمع کر رہا ہے۔ اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ ہے۔ تو آپ بھی تیار ہو گئے۔ مگر وہاں کچھ بھی نہ پایا۔ ناچار ایک ماہ کے سفر کے بعد واپس چلے آئے۔

غزوہ بنی المصطلق

قریش مکہ کے اشتعال دلانے کے باعث بنی المصطلق نے حارث بن ابی ضرار کی سرکردگی میں بہت سا لشکر جملہ اطراف وجوانب سے جمع کیا۔ اور مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب آپ کے سمع ہمایوں میں یہ خبر پہنچی۔ کہ غنیم بڑے لاؤ لشکر کے ساتھ آرہا ہے۔ تو فی الفور مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب ہر دو لشکر سامنے ہوئے تو وہ آدمی جو کہ اہل اسلام کے گذشتہ واقعات سن چکے تھے۔ فی الفور فوچکر ہو گئے اور باقی تقریباً دو ہزار کا لشکر حارث کے پاس رہ گیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رض نے بلند آواز سے پکار کر غنیم کو اسلام کی طرف بُلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا آخر جب کسی شرط پر بھی اُترتے نظر نہ آئے۔ تو مجبوراً جنگ شروع ہوئی جس میں کفار کو کامل شکست ہوئی۔ کل دس آدمی قتل ہوئے۔ بہت سے اسیر کر لئے گئے۔ اسیراں نے دین اسلام اختیار کیا۔ تو اُن کو واپس اپنے مقام پر بھیج دیا۔

غزوہ احزاب یا خندق

بنی النضیر اور بنی المصطلق کے چند آدمی بعد از فرار ہونے کے ابو عامر عرف فاسق کے ہمراہ مکہ میں پہنچے۔ اور اپنا حال قریش کو سُنایا۔ ان واقعات کے سننے سے قریش کے دلوں میں انتقام کی آگ جو کہ پہلے سے سلگ رہی تھی۔ بھڑک اُٹھی۔ اور بھڑکنے لگی

دس ہزار کی جمعیت پہنچا اور خوب مسلّح و تیار ہو کر قطعی طور پر اسلام کا قلع قمع کرنے کے واسطے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مخبر برحق نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے بھی اپنے انصار اور مہاجر کو جمع کیا۔ اور شہر مدینہ کے قریب ہی سُلع پہاڑ پر ڈیرے ڈال دیئے اور حکم دیا کہ گردو نواح میں خندق کھود دی جائے۔ ادھر کچھ آدمی خندق کھودنے میں مشغول ہوئے۔ اور کچھ زن و فرزند اور دیگر مسلمانوں کی حفاظت کا انتظام کرنے لگے۔ دشمن کی بڑے کرّوفر سے آنے کی افواہیں مشہور ہو رہی تھیں۔ حاصل کلام اہل مدینہ نے اپنے تمام زن و فرزند کو محفوظ و مصئون قلعوں میں بند کر دیا۔ اور آپ ادھر خندق میں پہنچ گئے۔ یہ انتظام ابھی ختم ہی ہوا تھا۔ کہ دشمن نے شہر کے نزدیک آکر ڈیرے ڈال دیئے۔ جب انہوں نے جملہ انتظام کو دیکھا۔ تو ہوش اُڑ گئے۔ آخرکار تجویزیں کرتے کرتے یہ تجویز قرار پائی کہ کسی نہ کسی طرح شہر کے دروازوں کو کھلوایا جائے۔ اور ہماری فوج شہر میں داخل ہو کر قتل و غارت شروع کر دے تو اسلامیہ لشکر خندق سے باہر نکلے گا۔ اور اس صورت میں اسلامیہ لشکر کے آنے سے پہلے پہلے ان کی اولاد عورتوں اور بچوں وغیرہ کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور آیندہ کیواسطے ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ پھر مہاجرین و انصار کا نام و نشان مٹا دینا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ یہ صلاح سوچکر حیی بن اخطب یہودی کو شہر کے یہودیوں (بنی قریظہ)[1] کی طرف بھیجا۔ کہ کسی طرح عہد نامہ کو توڑ کر ہمیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل جائے۔ اور بنی قریظہ شہر کے دروازے کھول دیں یہ صلاح کرکے حیی بن اخطب شہر کی طرف آیا۔ اول اول تو یہودی انکار کرتے رہے۔ کہ ہم شہر کے دروازے نہیں کھول سکتے۔ مگر بدذات حیی بن اخطب نے جس طرح ہو سکا پھسلا کر شہر کا دروازہ کھلوا لیا۔ اور عہد نامہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کیا ہوا تھا کہ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ہمیں اپنے ہی دین پر رہنے دیا جائے۔ اس وقت شہر کے قلعوں میں یہودی ساکنان مدینہ ہی حفاظت کر رہے تھے۔

کے ساتھ کیا ہوا تھا. توڑ دیا. خداوند کریم نے جھٹ اپنے حبیب کو خبر دی۔ اس خبر کے سنتے ہی آپ نے زبیر بن العوام کو دو سو آدمیوں کا افسر مقرر کر کے شہر کی حفاظت کے لیئے بھیجا. اور فرمایا کہ یہودیوں کو ان کی عہد شکنی کے عوض فوراً گرفتار کر لو۔ اور شہر کے دروازے جھٹ بند کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن شہر میں داخل ہو جاوے. زبیر بن العوام جھٹ شہر کی طرف دوڑا۔ دشمن شہر میں داخل ہونے والا ہی تھا۔ کہ زبیرؓ نے جھٹ دروازے بند کر دیئے۔ اب تو یہودیوں کو جان کے لالے پڑ گئے. چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے :۔ (پ ۲۱. س احزاب۔ ع ۲. آخری آیت) وانزل اللہ الذین ظاھروھم من اھل الکتٰب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرّعب فریقاً تقتلون وتاسرون فریقاً ۔ واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضاً لم تطوھا ، وکان اللہ علیٰ کل شیٔ قدیرہ

ترجمہ :۔ اور اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہودی) کو جنھوں نے (عہد شکنی کر کے) مشرکوں کی مدد کی تھی۔ ان کے قلعوں سے اتار لایا۔ اور ان کے دلوں میں (تمہاری) دھاک بٹھا دی۔ تم ان میں سے بعضوں کو قتل کرنے لگے۔ اور بعضوں کو قید۔ اور اللہ تعالےٰ نے تم کو ان کی زمین۔ ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث کر دیا۔ اور نیز اس ملک (خیبر) کا جہاں تم نے (ابھی تک) قدم ہی نہیں رکھا تھا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ؛

جب بنی قریظہ کی عہد شکنی کی خبر اہل یثرب کو ملی. تو نہایت تشویش پیدا ہوئی۔ کئی کمزور دل شہر میں پناہ گزین ہونے کے واسطے دوڑے. اس جنگ میں آپکو نہایت ہی تکلیف اُٹھانی پڑی۔ ایک قلّت احباب. دوسرے کثرت اعداء تیسرے سردی۔ چوتھے تنگدستی. جس دن دشمن نے شہر مدینہ کے گرد ڈیرے ڈالے اس دن تیسرا دن تھا کہ آپ نے کچھ نہ کھایا پیا تھا. پانچویں یہود کی منافقت. کئی اشخاص نے صلح کر لینے کی نسبت کہا. مگر سچے مسلمان بڑے جوش سے اُٹھے۔ اور کہا کہ تلوار فیصلہ کرائے گی۔ ہمیں صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غرضیکہ بڑی ابتلا کا وقت تھا۔ شہر کی خبر مسلمانوں کو ملنی بند ہو چکی تھی۔ کیونکہ درمیان میں دشمن کا لشکر

موجود تھا۔ آپ نے ایسے وقت میں فرمایا۔ حَسْبُنَا اللہ نعم الوکیل۔ آخرکار عرب کا ایک نامی گرامی پہلوان بنام عمرو دشمن کی طرف سے میدان میں آیا۔ اور بڑے زور شور سے پکار کر مبارز طلب کیا۔ اُس کے مقابلے پر حضرت علی کرم اللہ وجہ میدان میں نکلے۔ عمرو نے کہا۔ کہ تو ابھی بچہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور کو میرے مقابلے پر آنا چاہیئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے کہا۔ کہ تم پہلے بچوں کو مار لو۔ پھر بڑے کی باری آنے گی۔ تو ان سے سمجھ لینا۔ فی الحال تو میں تمہارے مقابلے پر آیا ہوں یہ بات سننی تھی کہ اس مردود نے بڑے زور شور سے گرز۔ تلوار۔ اور نیزے کے حملے کئے۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہ خدا کے فضل سے ہر طرح محفوظ و مصئون رہے تو حیران و پریشان رہ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ واپس بھاگ جائے۔ کہ حضرت علی کرم وجہ نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی۔ کہ راکب و مرکب کے چار ٹکڑے کر دیئے۔ یہ معاملہ دیکھتے ہی ضرار بن خطاب اور ہبیرۃ میں آئے۔ ضرار تو حیدر کرار کی صورت دیکھتے ہی فرار ہو گیا۔ اور اس کی جگہ عکرمہ بن ابو جہل آیا۔ مگر اپنا وار کر کے فرار ہونے کی ٹھانی۔ اور فوج میں جا کر دم لیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ واپس میدان سے آئے۔

دوسرے دن پھر اشرار کفار جمع ہو کر لڑنے کے واسطے آئے۔ بڑے گھمسان کی لڑائی پڑی۔ مسلمانوں کی ظہر۔ عصر۔ شام کی نمازیں قضا ہو گئیں۔ رات کو اہل اسلام نہایت خوفزدہ اور درماندہ ہو رہے تھے۔ کہ خبر پہنچی۔ بنی نضیر کے یہودی معہ اور کفار کے شہر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور افراتفری مچا دی ہے۔ اس خبر سے اور بھی خوف و ہراس چھا گیا۔ اور ناامیدی مجسم صورت میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ درگاہ الٰہی میں سب سربسجود ہوئے۔ خداوند تعالٰے نے ان کی دعا کو شرف اجابت بخشا۔ چنانچہ قہر ربانی سے اس قدر زور شور سے آندھی چلی کہ لشکر کفار تباہ و خستہ ہو گیا۔ خداوند کریم نے ملائکہ علیہم السلام کو بھیجا کہ ان کے خیموں کے ڈورے توڑ دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نہ مال رہ گیا۔ نہ خیمے رہے۔ تقریباً نصف لشکر سردی کے مارے واصل جہنم ہو گیا۔ تمام رات یہی منظر رہا۔ صبح کے وقت اندھیری زائل ہوئی مطلع صاف نکل آیا۔

صبح کے وقت کفار رہا سہا ڈیرہ ڈنڈا اکھاڑ واپس روانہ ہوئے۔ دو تہائی لشکر کا ڈھیر اسی جگہ چھوڑ گئے۔ چنانچہ خداوند تعالٰے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرماتا ہے:

(پ ۲۱۔ س احزاب۔ ع ۲) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاء تکم جنودٌ فارسلنا علیھم ریحا و جنودًا لم تروھا۔ وکان اللہ بما تعملون بصیرا۔ اِذ جآؤکم مّن فوقکم ومن اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا۔ ھنالک ابتلی المؤمنون و زلزلوا زلزالًا شدیدًا۔ واذ یقول المنٰفقون والّذین فی قلوبھم مرضٌ مّا وعدنا اللہ ورسولہٗ الّا غرورا۔ و اذ قالت طآئفۃٌ منھم یا اھل یثرب لا مقام لکم فارجعوا۔ و یستاذن فریقٌ منھم النبیّ یقولون ان بیوتنا عورۃ۔ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارًا۔ و لو دُخلت علیھم من اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاٰتوھا وما تلبثوا بھآ الا یسیرا۔ ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولّون الادبار۔ وکان عھد اللہ مسؤلا۔ قل لّن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل و اذًا لا تمتعون الا قلیلا۔ قل من ذا الذی یعصمکم من اللہ ان اراد بکم سوٓءً او اراد بکم رحمۃً۔ ولا یجدون لھم مّن دون اللہ ولیًّا وّلا نصیرا۔ قد یعلم اللہ المعوّقین منکم والقآئلین لاخوانھم ھلمّ الینا۔ ولا یأتون الباس الا قلیلًا۔ اشحّۃً علیکم۔ فاذا جآء الخوف رایتھم ینظرون الیک تدور اعینھم کالذی یغشٰی علیہ من الموت۔ فاذا ذھب الخوف سلقوکم بالسنۃٍ حدادٍ اشحّۃً علی الخیر۔ اولئک لم یؤمنوا فاحبط اللہ اعمالھم۔ وکان ذٰلک علی اللہ یسیرا۔ یحسبون الاحزاب لم یذھبوا۔ وان یّأت الاحزاب یودّوا لو انّھم بادون فی الاعراب یسألون عن انبآئکم۔ ولو کانوا فیکم مّا قٰتلوآ الّا قلیلا۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ لّمن

کان یرجوا اللہ والیوم الاخر وذکر اللہ کثیرا۔ ولما را المؤمنون الاحزاب قالو ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ وصدق اللہ و رسولہ وما زادھم الا ایمانا و تسلیما۔ من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ۔ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ لیجزی اللہ الصدقین بصدقھم ویعذب المنفقین ان شاء او یتوب علیھم ان اللہ کان غفورا رحیما۔ ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرا۔ وکفی اللہ المؤمنین القتال وکان اللہ قویا عزیزا۔ ترجمہ:۔ مسلمانوں۔ اللہ نے تم پر جو احسان کیا۔ اس کو یاد کرو جب (چاروں طرف سے کافروں کے) لشکر تم پر ٹوٹ پڑے تھے۔ پھر ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ اور وہ (فرشتوں کے) لشکر تم پر بھیجے۔ جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔ جب یہ کافر تمہارے اوپر کی طرف سے تمہارے نیچے کی طرف سے آن پہنچے۔ اور جب آنکھیں (ڈر کے مارے) پتھرا گئیں۔ اور کلیجے حلق تک آگئے اور اللہ تعالے سے تم طرح طرح کے گمان کرنے لگے[۵۱]۔ وہاں (اس موقعہ پر) مسلمان جانچے گئے۔ اور زور سے جھڑ جھڑا دیئے گئے[۵۲]۔ اور جب منافق اور جن لوگوں کے دلوں میں (کفر اور شرک کا) روگ تھا۔ کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو ہم سے (فتح کا) وعدہ کیا تھا وہ تو نرا دھوکا ہی نکلا۔ اور جب منافقوں کا ایک گروہ کہنے لگا۔ مدینہ والو۔ اب تم دشمن کے مقابلے میں ٹھیر نہیں سکتے۔ تو لوٹ چلو۔ اور ان میں سے ایک گروہ پیغمبر سے (گھر جانے کی) اجازت مانگنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ ان کے گھر کھلے نہ تھے۔ ان کی تو یہ غرض تھی۔ بس (کسی طرح) بھاگ جائیں۔ اور اگر کافروں کی فوجیں شہر کے کناروں سے ان پر گھس پڑیں۔ اور وہ ان سے[۵۳] فساد کرنے کو کہیں۔ تو ضرور ان کے شریک ہو جائیں۔ اور اپنے گھروں میں نہ ٹھیریں۔ مگر تھوڑی دیر[۵۴]۔ اور یہ منافق اس سے پہلے اللہ تعالے

۵۱ اب اللہ تعالے کچھ مدد نہیں کر سکتا۔ دین اسلام مٹ جائیگا۔ مسلمان مارے جائینگے۔ ۵۲ امتحان لیا گیا۔ ۵۳ مسلمانوں سے۔ ۵۴ یعنی غدر کر دیں۔

سے عہد کر چکے تھے۔ کہ ہم (کافروں کے مقابلے سے) پیٹھ نہیں موڑینگے۔ اور اللہ تعالےٰ سے جو عہد کیا تھا۔ اس کی پوچھ ہو گی (اے پیغمبر کہدے اگر تم مرنے یا مارے جانے سے بھاگو تو بھاگنا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور کچھ نہیں تھوڑا سا (دنیا کا) مزہ اوڑھا لو گے (اے پیغمبر) کہدے بھلا اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے۔ تو تم کو اس سے کون بچا سکتا ہے۔ یا اگر تم پر رحم کرنا چاہے (تو تم کو کون برائی پہنچا سکتا ہے) اور اللہ کے سوا نہ تو وہ کسی کو اپنا حامی پائیں گے نہ مددگار۔ (مسلمانوں) تم میں سے جو (منافق لوگوں کو جہاد میں شریک ہونے سے) روکتے ہیں اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور ان لوگوں کو (بھی) جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں (مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر) ہمارے پاس چلے آؤ۔ اور لڑائی میں بھی شریک نہیں ہوتے مگر تھوڑا۔ تمہاری مدد میں بخیلی کرتے ہیں۔ جب ڈر کا وقت آتا ہے تو تو دیکھتا ہے کہ تجھ کو اس طرح تکتے ہیں ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں۔ جیسے اس شخص کی جس پر موت کی بے ہوشی آ گئے۔ پھر جب ڈر جاتا رہتا ہے۔ تو چلتی زبانوں سے تمہارا مقابلہ کرتے ہیں۔ (لوٹ) کے مال پر مرے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں ایمان نہیں۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کے (نیک) کام اگر (کچھ ہوں بھی) اکارت کر دیئے۔ اور اللہ تعالےٰ پر یہ آسان ہے۔ یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ لشکر (کافروں کے) بھاگے نہیں اگر وہ پھر آن موجود ہوں۔ تو یہ آرزو کرینگے۔ کاش وہ گاؤں میں گنواروں کی طرح ساتھ ہوتے۔ تمہارا حال پوچھتے رہتے۔ اور جو تمہارے ساتھ رہیں (بھاگتے نہیں) تب بھی لڑنے کے نہیں مگر تھوڑا۔ مسلمانوں تم کو اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرنی تھی۔ وہ ان لوگوں کیواسطے اچھی ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور پچھلے دن (قیامت) سے ڈرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی بہت یاد کرتے ہیں۔ اور جب سچے مسلمانوں نے (کافروں کی) فوجوں کو دیکھا تو گھبرائے نہیں[۵] کہنے لگے۔ یہ تو وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا۔ اور اللہ اور اس کا رسول سچا ہے اور (اس واقعہ نے) ان کے ایمان کو بڑھا دیا۔ انہی مسلمانوں میں کچھ مرد تو ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالےٰ سے جو اقرار کیا تھا[۶]۔ اس میں سچے اُترے۔ ان میں سے بعضے تو اپنا کام پورا کر چکے اور بعضے راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے (اپنے اقرار کو) ذرا نہیں بدلا۔ کہ اللہ تعالےٰ

---

[۵] یہ انکا ذکر ہے جنہوں نے کہا تلوار فیصلہ کریگی [۶] وفاداری کا شرط

ان کی بھلائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے۔ چاہے (جب وہ توبہ کریں) ان کو معاف کر دے۔ بے شک اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اللہ کی قدرت دیکھو) اللہ نے (ادھر تو) کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (خالی) پھیر دیا۔ ان کو کچھ فائدہ نہ ملا۔ اور (ادھر) اللہ نے مسلمانوں کے لئے لڑنے کی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ اور اللہ تعالےٰ زور والا زبردست ہے۔ (اگلی دو آیتیں بنو قریظہ کی عہد شکنی کے متعلق ہیں جنکا ذکر ہو چکا ہے)

غزوہ بنی قریظہ

جب لشکر کفار تباہ و خوار ہو کر فرار ہو گیا۔ اور اہل اسلام خوش و خرم مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی قریظہ کے مکانات کا محاصرہ کر لیا۔ کیونکہ انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو بہت سی افراتفری میں ڈال دیا تھا۔ پندرہ دن تک محاصرہ کئے رہے۔ بعدازاں لڑائی کی نوبت پہنچی۔ کچھ قتل اور کچھ مشرف باسلام ہوئے۔

واقعہ اعرابی

لشکر کفار نے جو کہ مدینہ سے تباہ و خوار ہو کر فرار ہو گیا تھا۔ تجویزیں شروع کیں۔ کہ کسی نہ کسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر دیا جائے۔ آخرکار انہوں نے ایک اعرابی کو مدینہ میں بھیجا۔ جب وہ اعرابی مدینہ میں پہنچا۔ تو پہلے جس مجلس میں وہ پہنچا اسی میں آپ جلوہ افروز تھے۔ جاتے ہی پوچھا کہ تم میں سے عبدالمطلب کا بیٹا کون سا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ انا ابن عبدالمطلب۔ اسی اثنا میں اسید بن الحضیر نے اس شریر کو پکڑ لیا۔ پکڑتے ہی ابن الحضیر کا ہاتھ پوشیدہ تلوار کو معلوم کر گیا۔ اس نے مضبوطی سے پکڑ کر آپ کی خدمت میں التماس کیا۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر حکم ہو تو ابھی اس کو زمین پر پھینک کر چور چور کر دوں۔ یہ آپ کے قتل کے خیال سے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اعرابی سے سوال کیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ اگر جان کی امان پاؤں تو سچ سچ کہدوں۔ آپ نے امان کا وعدہ کیا۔ سارا حال سنانے

کے بعد اس نے بصدق دل اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد عبدہٗ ورسولہ پڑھا۔ اور حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس سال میں اور بھی بہت سے اشخاص بصدق دل مسلمان ہوئے۔

۶ھ سریہ نجد۔ چھٹے سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے ایک گروہ کو نجد کی طرف اشاعت اسلام کی خاطر روانہ کیا۔ جنہوں نے بہ طیب خاطر اسلام قبول کیا۔ اور بصدق دل حامی اسلام ہوئے۔

سریہ فدک

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قبیلہ بنی سعد کے ایک سو آدمی دے کر فدک کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ فدک کے یہودیوں کا جنہوں نے بنی قریظہ کی حمایت پر اہل اسلام کو جنگ کا پیغام دیا تھا۔ انتظام کیا جائے۔ بعد از قطع منازل جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ فدک میں پہنچے۔ تو حسب ارشاد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فدک کے یہودیوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم جنگ کے سوا اور کسی شرط کو منظور ہی نہ کریں گے۔ مجبوراً مقابلہ پر ہاتھ اٹھانے پڑے۔ جس میں بفضل خدا فتح ہوئی۔ اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی۔

غزوہ بنی لحیان

جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فدک کی طرف روانہ کیا تو آپ بنی لحیان کی جانب روانہ ہوئے۔ تاکہ سکہ ھ میں عاصم بن ثابت اور اس کے ہمراہیوں کا انتقام لیا جائے۔ جب آپ کا لشکر بنی لحیان میں پہنچا۔ تو بعد مقابلہ کچھ مشرف باسلام ہوئے اور باقی فرار ہو گئے۔ آپ بخیر و عافیت مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ ان واقعات کے بعد پے در پے غزوہ ذی قردہ، سریہ عکل، سریہ عرنیہ ظہور میں آئے۔ جن میں لشکر اسلام بہ طفیل سید انام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتحمند ہوا۔ اور کفار کو شکست ہوئی۔

صُلح حدیبیہ

اسی سال میں حج اور عمرہ فرض ہوا۔ حکم کے آتے ہی ایک ہزار چار سو آدمیوں کی جمعیت سے عازم مکہ ہوئے۔ جب آپ مکہ سے دو منزل کے فاصلے پر پہنچے۔ تو آپ کا شتر جسکا نام قصوی تھا۔ حدیبیہ نام کنوئیں پر دو زانو ہو گیا۔ ہر چند چلانے کی کوشش کی۔ مگر نہ چلا۔ آپ نے فیل محمود کے قصے کو مد نظر رکھ کر اسی جگہ قیام کرنیکا حکم دیا۔ چونکہ قریش مکہ کو بھی آپ کی آمد کی خبر مل چکی تھی۔ اس واسطے وہ بھی تیار ہو کر جنگ کے واسطے نکل آئے۔ اور آپ کے مقابلے پر ڈیرے ڈال دیئے۔ قریش کی طرف سے ایک آدمی بنام بدیل بن ورقا نہ آیا۔ اور قریش کے ارادے سے مطلع کیا آپ نے فرمایا میں جنگ کے ارادے سے نہیں آیا۔ بلکہ حج گذارنے کی نیت سے آیا ہوں۔ حج گذار کر واپس چلا جاؤں گا۔ اگر وہ لڑائی چاہتے ہیں۔ تو ایک مدت مقرر کی جائے۔ اور اس مدت تک جنگ کی تیاری کرتے رہیں۔ جب بدیل نے واپس جا کر قریش کو آپ کے ارادے سے مطلع کیا۔ تو انہوں نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ اور کہا ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دینگے۔ اس بات سے ان کے دلوں میں ایک گونہ خوشی پیدا ہو گئی۔ کہ حج کی نیت سے آیا ہے۔ تو ہمراہی عموماً غیر مسلح ہوں گے۔ اس کے بعد عروہ بن مسعود ثقفی قریش سے اجازت لے کر آپکے پاس آیا۔ مگر آپ نے جو بدیل کے ساتھ گفتگو کی تھی۔ وہی عروہ کے ساتھ کی۔ عروہ دل میں منافقت کر رہا تھا۔ اور دمبدم آپ کے نزدیک ہوتا جاتا تھا۔ چاہتا تھا کہ موقعہ پاتے ہی جھٹ تلوار کا وار کر جاؤں۔ ہوگا تو یہی کہ مجھے قتل کر ڈالینگے۔ مگر باقیوں کا خرخشہ مٹ جائے گا۔ لیکن خبردار اصحاب اس کی نیت سے واقف ہو گئے۔ اور اس کو نزدیک تک نہ بھٹکنے دیا۔ اور متنبہ کیا۔ غرض عروہ بے نیل مرام واپس آیا۔ اور جو کچھ سنا دیکھا۔ قریش کے گوش گزار کر دیا۔ مگر قریش نے نہ مانا۔ اور کہا کچھ ہو۔ ہم داخل مکہ ہونے ہی نہ

دینگے۔ اور بغیر لڑائی کے جانے نہ دینگے۔ یہ سنتے ہی جلیس نامی ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور قریش کا پیغام دیا۔ آپ نے جلیس کو بھی وہی الفاظ کہے۔ جو کہ پہلے دونوں بدیل اور عروہ سے کہے تھے۔ یہ سنتے ہی جلیس واپس گیا۔ اور قریش کو پکار کر کہا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) لڑنے کی نیت سے نہیں آیا۔ نہ وہ لڑے گا۔ بہتر ہے کہ کچھ تعرض نہ کیا جائے اور حج گذار لینے دیا جائے۔ قریش نے اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیا۔ جب جلیس نے یہ حال دیکھا تو پکار کر کہا۔ کہ میں تو معہ اپنے لوگوں کے واپس مکہ کی طرف جاتا ہوں۔ اور ہتھیار وغیرہ لاکر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیتا ہوں۔ کہ وہ بھی مقابلہ کرے۔ بڑے افسوس اور شرم کی بات ہے۔ کہ جب ایک شخص لڑنے سے انکار کر رہا ہے۔ تو خواہ مخواہ اس کے ساتھ الجھنا کونسی دلیل شرافت ہے۔ جلیس معہ اپنے ہمراہیوں کے چلنے کو تیار ہی تھا کہ آپ کی طرف سے فراش بن امیہ لشکر قریش میں پہنچا۔ اور آپ کی چٹھی قریش کے افسر کو دی۔ انہوں نے فراش کے کپڑے وغیرہ چھین کر فراش کو واپس کیا۔ جب فراش نے سارا حال آپ سے آکر بیان کیا۔ تو آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا کہ پتہ لاوے کیا حال ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہنچے۔ تو ان کو قید کر لیا۔ اور آپ کے سمع مبارک میں یہ خبر پہنچی کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ آپ نے بڑے رنج میں آکر اور دس آدمیوں عبد اللہ و ابو الروم بن عمیر۔ ربیعہ بن ہشام۔ عبد اللہ بن امیہ۔ کرز بن جابر۔ ہشام بن العاص۔ عمیر بن وہب۔ عبد اللہ بن سہیل۔ عباس بن ربیعہ حاطب بن ابی بلتعہ۔ حاطب بن عمر۔ رضی اللہ عنہم علیہم اجمعین کو بھیجا کہ قریش کو مکرر سمجھا دیں۔ مگر قریش نے ان کو بھی قید کر لیا۔ جب یہ خبر آپ کے گوش مبارک میں پہنچی۔ تو مجبوراً آپ بھی جنگ کیواسطے تیار ہوئے۔ اور از سرنو جملہ اصحاب سے بیعت لی۔ چنانچہ خداوند تعالے اس واقعہ کو سورہ الفتح رکوع ساتواں پہلی آیت میں اس طرح بیان فرماتا ہے:۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ

ترجمہ:۔ اللہ تعالے ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا جب وہ درخت کے تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے

جب قریش نے یہ خبر سنی کہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی لڑنے پر تیار ہو گیا ہے۔ تو بہت سا خوف دل میں پیدا ہوا۔ اسی وقت ایک آدمی کے ہاتھ پیغام بھیجدیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید نہیں کیا بلکہ زندہ ہے۔ جب آپ نے یہ خبر سُنی۔ تو اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تصور کر کے بیعت لی۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اس شرف سے جو خداوند کریم کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ محروم نہ رہیں۔ اسی طرح سے دوسرے قیدیوں کی نسبت کیا۔

اسی اثنا میں رات آگئی۔ تو قریش کے بڑے بڑے چیدہ بہادر جن کی تعداد پچاس کے قریب تھی۔ شبخون کی غرض سے نکلے۔ مگر باخبر اسلامیہ لشکر کا طلایہ دینے والے اصحاب کی زد سے نہ بچ سکے۔ اور پچاس کے پچاس ہی گرفتار کر لیے گئے۔ جب صبح تک شبخون والے پلٹ کر نہ آئے (آتے بھی کہاں سے وہ تو قید ہو چکے تھے) ×××××× ××××××

تو کمال فکر پیدا ہوا۔ تو سہیل بن عمرو کو خبر لینے کیواسطے بھیجا۔ جب سہیل بن عمرو نے دیکھا کہ وہ تو قید ہو چکے ہیں۔ تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان قیدیوں کو رہا کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا پہلے ہمارے قیدیوں کو چھوڑ دو۔ جب وہ قیدی ہمارے لشکر میں صحیح و سلامت پہنچ جائینگے۔ اس وقت ہم تمہارے قیدیوں کو رہا کر دینگے۔ انجام کار قریش نے وہ قیدی واپس بھیجدیئے۔ ادھر آپ نے بھی ان کو رہا کر دیا۔ پھر قریش نے صلح کے واسطے قاصد پر قاصد بھیجنے شروع کئے آخر بدیں شرائط صلح ہوئی۔

(۱) دس سال تک مکہ اور مدینہ والوں میں جنگ نہ ہوگی۔ تاوقتیکہ کسی طرف سے نقض عہد نہ ہو

(۲) جو آدمی مسلمانوں کا مکہ میں آجائے۔ وہ مکہ والے ہرگز واپس نہ کرینگے۔ لیکن قریش کا جو آدمی مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے وہ اس کو فوراً واپس کر دینگے۔

(۳) امسال حج نہیں کرنے دینگے۔ سال آئندہ میں اگر حج کریں۔ تو بے ہتھیار آویں۔

سہیل بن عمر قریش کی طرف سے کشنر معاہدہ تھا۔ اور کاتب حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ نے سب سے اول بسم اللہ الرحمن الرحیم تحریر فرمایا۔ تو قریش کہنے لگے۔ کہ نہیں

اس کی بجائے باسمک اللھم لکھا جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایما سے آپ نے لکھدیا۔ اور بسم اللہ کو کاٹ دیا۔ بعدازاں آپ نے لکھا کہ یہ عہدنامہ ہے قریش مکہ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان۔ قریش نے پھر کہا کہ ہم عہدنامہ میں لفظ رسول اللہ نہیں لکھنے دینگے۔ چنانچہ رسول اللہ کے الفاظ کو بھی آپ کے ایما سے کاٹ دیا گیا۔ اور اس کی جگہ صرف محمد بن عبداللہ لکھا گیا۔

عہدنامہ لکھنے سے پیشتر ہی خداوند کریم نے سورہ الفتح نازل فرمائی۔ اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند تعالےٰ نے ہمیں کھلی ہوئی فتح دی ہے۔ جب مسلمانوں نے شرائط صلح کو دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ یہ شرائط تو ایسی نہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مغلوب ہو گیا۔ حالانکہ آپ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے فتح کی بشارت دی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالےٰ کا وعدہ سچا ہے۔ تم دیکھو گے کہ یہ مغلوبانہ شرائط اسلام کے حق میں کس قدر مفید ثابت ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چونکہ عہدنامہ کی رو سے اب آپس کی میل جول میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ رہ گئی تھی۔ اور کہ جو مسلمان قریش مکہ کے قبضہ میں آجاتا تھا۔ اس کو واپس نہیں کیا جاتا تھا۔ × × × × × × × × × × اس لئے قریش کو مسلمانوں کی راسخ الاعتقادی اور ان کا برادرانہ سلوک عادات و اطوار کے مطالعہ کا کافی موقعہ مل گیا۔ اور رفتہ رفتہ بہت سے لوگ مسلمان قیدیوں کی تعلیم سے متاثر ہو کر خود بخود اسلام کی طرف رجوع کرنے لگے۔ کیونکہ مسلمان قیدی قیدخانہ میں بھی تبلیغ اسلام کرتے رہتے تھے۔ اور اپنے محافظوں۔ رشتہ داروں اور آنے جانے والے لوگوں کو اسلام کے عقائد اور اصولوں سے آگاہی دلاتے رہے۔ اگرچہ ان کے ایسا کرنے سے اکثر اوقات ان پر جبر و تشدد کیا گیا۔ مگر دھن کے پکے مسلمان قیدی اپنا کام برابر کرتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ اسلام کی خوبیاں قریش کے دلوں میں کھُبتی چلی گئیں۔

استسقا

اسی سال بارش نہ ہونے کے باعث ملک میں سخت قحط نمودار ہوا۔ اور اہالیان کے جان کے لالے پڑ گئے۔ جمیع مسلمانان نے آپ کی خدمت میں التماس کیا۔ یا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا سے دعا فرمادیں کہ بارش بھیجے۔ اور ملک سرسبز و شاداب ہو۔ آپ جملہ مسلمانان ساکن مدینہ کو ہمراہ لے کر باہر میدان میں چلے گئے۔ اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگی۔ ابھی دعا مانگ ہی رہے تھے۔ کہ ایک طرف سے بادل نمودار ہوا۔ اور آناً فاناً میں تمام آسمان پر چھا گیا۔ اور برسنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ چودہ دن برابر برستا رہا۔ آخر تنگ آ کر پھر آپ سے شکایت کی۔ شعر

برکھا نہیں مجسم آئی قضا ہماری　　دم بھر میں مرتی کی خلق خدا یہ ساری

آپ نے مکرر دربار الٰہی میں التجا کی۔ بارش بند ہو گئی۔ ملک سرسبز و نہال ہو گیا۔ اور خشک سالی کا غلبہ جاتا رہا۔

دعوتِ اسلام ممالک غیر میں

اسی سال میں آپ نے اپنے نام کی مہر بنوائی۔ اور جملہ اطراف وجوانب کے بادشاہان کو چٹھیاں تحریر کیں۔ کہ خدا اور رسول پر ایمان لے آؤ۔ چنانچہ پہلی چٹھی نجاشی شاہ حبشہ کے نام لکھی۔ اور عمرو بن امیہ کو دے کر روانہ کیا۔ اور یہ بھی چٹھی میں تحریر کر دیا۔ کہ مہاجرین کو واپس اپنے ملک کی طرف بھیجدیا جائے۔ جب عمرو بن امیہ نجاشی کے پاس پہنچا۔ تو بدل وجان آپ کے فرمان کو منظور کیا۔ اور اپنی رعایا کو بھی سلک اسلام میں منسلک کرایا۔ بعد ازاں بے شمار تحفے تحائف دے کر قاصد کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ عنقریب ہی مہاجرین کو بھی واپس کر دیا جائے گا۔

دوسری چٹھی دحیۃ الکلبی کو دے کر ہرقل شاہ روم کی طرف بھیجا۔ جب دحیۃ الکلبی شہر دمشق میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ ہرقل اپنے دار الخلافہ حمص سے (حمص دمشق سے ۷۰ میل شمال مشرق کی طرف ہے) دمشق میں نذر پوری کرنے کی خاطر آیا ہوا ہے۔ دمشق میں ہی دحیۃ الکلبی نے آپ کی چٹھی ہرقل کو پہنچائی۔ جب ہرقل نے معاملہ سے آگاہی پائی، تو دل پر ایک قسم کا رعب چھا گیا۔ بعد ازاں قاصد کو نہایت عزت واحترام سے پاکیزہ مکان پر اتارا۔ اور حکم دیا کہ اگر کوئی قافلہ ملک عرب کا اس طرف آیا ہوا ہو تو اسکو

ہمارے حضور میں لاؤ۔ قاصد جملہ اطراف وجوانب میں دوڑ گئے۔ اور ابوسفیان کے قافلہ کو دمشق میں لے آئے۔ ابوسفیان کے علاوہ دیگر قافلہ والوں سے بھی آپ کے حسب نسب عادت وخصلت کی نسبت بیشمار سوال کئے۔ جن کے جواب قافلہ والوں نے باحسن وجوہ ادا کئے۔ جب ہرقل کو کوئی نقص کسی قسم کا نظر نہ آیا۔ تو دل میں سوچنے لگا کہ کیا کیا جائے کہ اتنے میں ابوسفیان شیطان بول اُٹھا۔ کہ وہ کاذب ہے۔ ہرقل نے سوال کیا کہ کس طرح۔ تو ابوسفیان نے معراج کے واقعہ کو دُہرایا۔ اور کہا کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میں رات ہی رات میں گیا۔ آناً فاناً میں بیت المقدس میں پہنچکر وہاں دو رکعت نماز ادا کی۔ اور لاانتہا ملائکہ نے میرا استقبال کیا۔ اور اس کے بعد عرش معلےٰ تک کا سیر کیا۔ اور پھر اتنا ہی فاصلہ طے کر کے آیا۔ ہرقل نے اس بات پر تبسم کیا۔ اور کچھ کہنے ہی کو تھا کہ اتنے میں ایک شخص جو بیت المقدس کا خادم تھا۔ اُٹھا۔ اور سوال کیا کہ اے ابوسفیان وہ کونسا دن تھا جسدن وہ کہتا ہے کہ میں نے سیر کیا۔ ابوسفیان نے بتایا تو اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ واقعہ جس کو ابوسفیان کذب کے لفظ سے منسوب کر رہا ہے۔ بالکل درست ہے۔ کیونکہ اسی رات جس رات کا ابوسفیان ذکر کرتا ہے۔ ہم نے ہزار سر دھنا۔ ان تھک کوشش کی کہ بیت المقدس کے دروازے بند کر کے آرام کریں۔ مگر دروازے بند نہ ہو سکے۔ اور ہم نے بیشمار سفید لباس والے آدمیوں کو ادھر ادھر خوشی میں چلتے پھرتے دیکھا۔ کچھ رات باقی رہنے پر دیکھا کہ ایک شخص ایسا حسین وخوبصورت کہ جس کے رُخ منوّر کے آگے آفتاب و مہتاب کی کچھ حقیقت نہ تھی۔ تشریف لایا۔ سب سفید لباس والے اشخاص نے کمال ادب اور احترام سے اس کا استقبال کیا۔ بعد ازاں تھوڑی دیر عبادت کر کے وہاں سے چلا گیا۔ اور ساتھ ہی وہ آدمی جن کو ہم دیکھ رہے تھے چلے گئے۔ اس کے بعد اس خادم بیت المقدس نے جس طریقے سے آپ نے بیت المقدس میں نماز پڑھی تھی اُس کا بیان کرتے ہوئے آپ کا حلیہ بھی بیان کیا۔ حلیہ اور نماز کا طریقہ سنتے ہی بدحیۃ الکلبی چلا اُٹھا کہ یہی طریقہ نماز ہمارے خدا نے اپنے پیغمبر پر نازل فرمایا اور یہی حلیہ جو کہ بیان کیا گیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ یہ سنتے ہی ہرقل نے

ابوسفیان کو اپنے دربار سے نکال دیا۔ اور بدحیۃ الکلبی سے خلوت کر کے کہا کہ میں تسلیم کرتا ہوں۔ محمد صلعم درحقیقت پیغمبر آخرالزمان ہے۔ مگر میں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں اگر انہوں نے سن لیا۔ تو مجھے ہلاک کر دینگے۔ بس تجھے ایک چٹھی لکھ کر اپنے ملک کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا ضغاطر کے پاس بھیجتا ہوں۔ اگر اس نے دین اسلام قبول کیا۔ تو میں بھی قبول اسلام کا اعلان کر دونگا۔ غرض بدحیۃ الکلبی بعد از قطع منازل ضغاطر کے پاس پہنچا۔ ضغاطر سنتے ہی فرط خوشی میں چلا اٹھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کے بعد لباس تبدیل کر کے مجمع میں آیا۔ اور کہا اے اہل روم جناب رسول خدا محمد صلعم کی پیشینگوئی ہماری مقدس کتاب انجیل میں مسطور ہے۔ وہ مبعوث ہو گیا ہے۔ میں نے دین اسلام اختیار کر لیا ہے۔ اب تم بھی بلا چون وچرا داخل اسلام ہو کر عاقبت کا ثواب حاصل کرو۔ اہل روم نے یہ سننا تھا کہ طیش میں آکر بیچارے ضغاطر کو شہید کر دیا جب بدحیۃ الکلبی نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو ہرقل کے پاس آکر سارے حالات سنا دیئے۔ ہرقل نے کہا دیکھا یہی حال اہل روم میرا کر ینگے۔ اگر میں نے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض ہرقل نے جملہ امرا وزرا کو بلایا۔ اور کہا بہتر ہے۔ کہ دین اسلام اختیار کر لیا جائے۔ کیونکہ پیغمبر آخرالزمان مبعوث ہو گیا ہے۔ یہ سننا تھا کہ امرا وزرا نہایت طیش میں آکر مزخرفات بکنے لگے۔ جب ہرقل نے یہ حال دیکھا تو پھر ان کو بلایا۔ اور کسی نہ کسی طرح انکو راضی کیا۔ اور بدحیۃ الکلبی کو واپس بھیجدیا کہ ہم اسلام اختیار نہیں کر سکتے۔

تیسری چھٹی شجاع بن وہب کو دے کر حارث بن ابی شمر والی شام کے پاس بھیجا تو اس نے چھٹی دیکھتے ہی پھاڑ ڈالی۔ اور اسی وقت حکم دیا کہ فوج تیار ہو۔ تاکہ چل کر ایسے پیغمبر کا خاتمہ کر دیا جائے۔ شجاع کو قید کر لیا۔ اسی اثنا میں ایک چھٹی ہرقل کو امداد کے واسطے بھیجی۔ مگر ہرقل نے حارث کو سمجھایا کہ اگر تو دین اسلام اختیار نہیں کرتا تو لڑائی کے ارادے سے باز رہ۔ ورنہ بہت خراب ہوگا۔ جب ہرقل کی چھٹی حارث کے پاس پہنچی۔ تو وہ اس نامراد ارادے سے ہٹ گیا۔ اور شجاع کو چھوڑ دیا۔ اور زادراہ دے کر رخصت کر دیا۔

چوتھی چٹھی ہوذۃ بن علی الحنفی شاہ یمامہ کی طرف لکھی۔ اور مہر لگا کر سلیطہ بن عامر کے حوالہ کی۔ جب سلیطہ بن عامر شاہ یمامہ کے پاس پہنچا۔ تو اس نے قاصد کی بڑی عزت و خاطر کی۔ اور کچھ دن رکھ کر بعد ادب ایک چٹھی جواب میں لکھ کر ارسال کی۔ اور بہت سے تحفے تحائف بھی ارسال کئے۔ اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک عرب کو میری سلطنت میں شامل کرا دیوے۔ تو میں اسلام قبول کر لونگا۔ جب آپ نے چٹھی کے حال سے واقفیت پائی تو فرمایا۔ ملک خدا کا ہے۔ میرا نہیں ہے۔

پانچویں چٹھی دے کر حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس شاہ اسکندریہ کے پاس بھیجا اس نے انجیل شریف کو منگا کر آپ کے اوصاف اور حلیہ کو دیکھا۔ بعد ازاں قاصد سے پوچھا۔ جب قاصد کی زبانی اور انجیل کا بیان متفق ہو گیا۔ تو قاصد کی بڑی عزت کی کچھ دنوں کے بعد ایک چٹھی لکھ کر دی کہ میں مذہب عیسوی نہیں چھوڑتا۔ مگر یہ شہادت دیتا ہوں کہ آپ درحقیقت رسول موعود ہو۔ جس کی خوشخبری حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ اور ایک خچر بنام دُلدُل۔ ایک اونٹ۔ چار کنیزیں۔ ایک ہزار مثقال سونا۔ ایک خواجہ سرا۔ بیس جوڑے نفیس کپڑے علاوہ دیگر تحائف کے دے کر قاصد کو واپس کیا۔ قاصد کو انعام و اکرام اس کے علاوہ اور بہت سا دیا۔

چھٹی چٹھی عبداللہ کو دے کر خسرو پرویز شاہ عجم کے پاس بھیجا۔ جب خسرو پرویز نے چٹھی کے مضمون سے واقفیت پائی تو بہت طیش میں آکر یمن کے حاکم بازان کی طرف جو کہ اس کا برادرزادہ تھا۔ لکھا کہ دو آدمی جو کہ شجاعت میں لاثانی ہوں۔ فوراً مدینہ میں بھیجو۔ تاکہ محمدؐ کو گرفتار کر کے میرے دربار میں حاضر کریں۔ جب یہ چٹھی بازان کے پاس پہنچی۔ تو اس نے حکم خسرو ادب با تو یہ دو شخصوں کو مدینہ میں بھیجا۔ راستے میں ابوسفیان اور صفوان بن امیہ سے جو کہ آپ کے دشمن جان تھے۔ ملاقات ہوئی۔ بعد از استفسار حال کے وہ بہت شاداں و فرحاں ہوئے۔ اور ان دونوں کو مزید ہدایات کر کے مدینہ کی طرف رخصت کیا۔ جب وہ دونو مدینہ میں پہنچے۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو ان پر ایسا رعب چھایا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا رعب ان پر نہیں چھایا تھا۔ آخر ڈرتے ڈرتے اپنے مطلب کو ظاہر کیا۔ آپ نے

فرمایا چپ چاپ چلے جاؤ۔ جو شخص مجھے طلب کرنا چاہتا ہے۔ اس کو رعایا نے بغاوت کرکے ہلاک کر دیا ہے۔ اور اس کی جگہ شیرویہ تخت پر بیٹھا ہے۔ ناچار یمن کی طرف پلٹے جب باذان کی کچہری میں حاضر ہوئے۔ تو سارا حال جو کچھ دیکھا سنا تھا کھول سنایا۔ ابھی وہ اپنا ذکر سُنا ہی رہے تھے کہ شیرویہ کی چٹھی پہنچی جس میں لکھا تھا کہ رعایا نے بغاوت کرکے پرویز کو ہلاک کر دیا ہے۔ اب بغاوت فرو کرنے میں میری مدد کرو۔ یہ چٹھی پڑھتے ہی باذان نے تصدیق دل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا۔ اور اپنی رعیت کو بھی مسلمان کرکے بیشمار تحائف آپ کی خدمت میں روانہ کئے۔

غزوہ خیبر

سنہ ۷ ھ:۔ اس سال میں سب سے پہلے غزوہ خیبر پیش آیا جس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ ابن ابی سلول منافق نے جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے واقعات یاد دلا کر خیبر کے یہودیوں کو جنگ پر برانگیختہ کیا۔ خیبریوں نے گرد و نواح سے بہت سی امداد لی آپ بھی معہ اپنے فوج ظفر موج کے خیبریوں کے حالات سن کر روانہ ہوئے۔ جب خیبر کے گرد و نواح میں پہنچے تو خیبریوں نے اپنے تمام مال و اسباب کو مع زن و فرزند کے مضبوط قلعوں میں بند کر دیا۔ اور خود میدان جنگ میں اُتر آئے۔ دن کے وقت زیر قلعہ لڑائی ہوتی رہتی۔ اور رات کو ہر دو لشکر اپنا اپنا طلایہ مقرر کرتے

خیبر کے گرد و نواح میں بہت سے مضبوط قلعے واقعہ تھے۔ اگر ایک قلعے پر حملہ کرتے تو دوسرے قلعہ سے حملہ ہو جانے کا دھڑکا رہتا۔ دوسرے قلت رسد کے سبب سے بھی بڑی مصیبت تھی۔ آخر کار رفتہ رفتہ گرد و نواح کے قلعوں کو فتح کرکے سب سے بڑے اور مضبوط قلعے کا جس کا نام قموص تھا۔ رُخ کیا۔ دشمن کی طرف سے مرحب جو کہ سردار خیبریاں تھا۔ نکلا۔ ادھر سے مرحب کے مقابلہ پر امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ اجازت لے کر نکلے۔ اور پہلی ہی ضرب میں مرحب کو جہنم کا پروانہ دے کر رخصت کیا۔ جب خیبریوں نے یہ حال دیکھا۔ تو جھٹ قلعہ کے دروازہ کو بند کرکے محصور ہو گئے

حضرت علی کرم اللہ وجہ نے ایک ہی نعرہ سے قلعہ کے دروازہ کو دھکا دے کر جس کو چالیس آدمی بمشکل کھول سکتے تھے توڑ ڈالا۔ جب محصور آدمیوں نے یہ حال دیکھا تو چھکے چھوٹ گئے۔ اور امان مانگنے لگے۔ سب کو امان دی گئی۔ جنہوں نے دین اسلام اختیار کیا ان کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا۔ باقیوں کو جزیہ لگا دیا۔

اس جنگ میں بہت سا غنیمت کا مال ملا۔ آپ ابھی اسی جگہ مقیم تھے کہ ایک عورت بنام زینب نے کباب بنا کر آپ کے سامنے رکھے۔ ابھی آپ نے پہلا ہی لقمہ اُٹھا کر منہ میں ڈالا تھا کہ فوراً آواز آئی یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ گوشت زہر آلود ہے۔ کھانے سے ہاتھ اٹھا لو۔ اس سخن کے سنتے ہی آپ نے زینب کو بُلا کر استفسار کیا۔ زینب نے کہا اگر جان کی امان پاؤں تو سچ سچ عرض کروں۔ آپ نے امان دی۔ تو پھر زینب نے کہا میں نے اس لئے زہر ڈالا تھا کہ آیا خدا آپ کو اطلاع دیتا ہے یا نہیں۔ اب میں بصدق دل مسلمان ہوئی۔

اسلام حجاج بن علاط: - راستے میں جبکہ خیبر سے مدینہ کی طرف جا رہے تھے۔ تو حجاج بن علاط جو کہ قبیلہ بنی سلیم میں سے تھا۔ بطیب خاطر مسلمان ہوا۔ پھر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ کیونکہ اُس نے اہل مکہ سے بہت سا روپیہ لینا تھا۔ اس نے سوچا اگر میرے مسلمان ہونے کی خبر اہل مکہ کو ملیگی تو میرا نام و نشان نہ چھوڑینگے۔ اس واسطے اس نے چاہا کہ کسی طرح اپنا روپیہ وصول کیا جائے۔ جب مکہ میں پہنچا تو قریش نے احوال دریافت کیا۔ کہ جنگ خیبر کا کیا نتیجہ نکلا۔ حجاج نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسیر ہو گئے ہیں۔ اس خبر سے مسلمانوں کو کمال فکر پیدا ہوا۔ برخلاف اہل قریش نے جشن عام کیا۔ عباس رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ خدا کا وعدہ کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ فوراً اپنا آدمی حجاج کے پاس بھیجا۔ حجاج نے آدمی کو جواب دیا کہ میں رات کے وقت تمہیں مل کر اصل حالات سے آگاہی دونگا۔ تم نے غیر آدمیوں سے اپنے گھر کو محفوظ رکھنا۔ حاصل کلام حجاج حسب وعدہ رات کو آیا۔ اور کہا کہ میں نے یہ افواہ محض اس وجہ سے اُڑائی ہے۔ کہ میرا روپیہ جو کہ اہل مکہ کی طرف ہے وصول ہو جائے۔ دوسری صورت میں روپیہ کی عدم وصولی

علاوہ مجھے اپنی جان کی بھی سلامتی کی امید نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بفضل خدا مظفر و منصور خیبر سے مدینہ پہنچ گئے ہیں۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ میرے جانے سے تین دن بعد اس خبر کو ظاہر کر دینا۔ جب حضرت عباس رضؓ نے تمام حالات سے واقفیت حاصل کی تو شکر الٰہی ادا کیا۔ اور دو غلاموں کو اس خوشی میں آزاد کیا۔ چونکہ حجاج نے عباسؓ سے وعدہ لیا تھا۔ اس واسطے حجاج کے چلے جانیکے تین دن بعد اسی طرح ظاہرا ماتم میں رہا۔ بعدہ جمیع مسلمانوں کو اکٹھا کر کے کعبہ کی طرف لے گیا۔ طواف کر کے سارے مسلمانوں کو خوشخبری سُنائی۔ مسلمانوں کے چہرے فرط خوشی سے چمکنے لگے۔ جب اہل قریش نے یہ حال دیکھا تو عباس رضؓ سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ عباس نے راز فاش کیا۔ سنتے ہی کافروں کا دل جو فرط خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ ڈھیلا پڑ گیا۔ اور ویسے ہی جزع فزع کا آوازہ بلند ہوا۔

صلح فدک

جب آپ خیبر کیطرف تشریف لیجا رہے تھے تو محیصہ بن مسعود کی سرکردگی میں مختصر سا لشکر فدک کی طرف مکرر روانہ کیا۔ تاکہ ان کو دعوت اسلام کی جائے۔ جب یہ گروہ فدک میں پہنچا تو کفار نے کہا کہ ہمارے سردار خیبر کی طرف دس ہزار کا لشکر لیکر خیبریوں کی مدد کے لئے گئے ہوئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبریوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکے گا۔ مجبوراً محیصہ نے محاصرہ کر لیا۔ چند دنوں کے بعد یہ سترو عارث وعامر جو کہ فدک والوں کے سرولد تھے کے مرنے کی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتحیاب ہونے کی خبر پہنچ گئی۔ یہ سننا تھا کہ فدک والوں نے صلح کر لی۔ جزیہ دینا منظور کیا۔ محیصہ بخیر و خوبی لشکر اسلام سے آملا۔

اسی سال میں وہ مہاجر جنہوں نے مکہ معظمہ سے حبشہ کیطرف ہجرت کی تھی مدینہ میں پہنچ گئے جب آپ خیبر سے واپس آتے ہوئے وادی القرٰی میں پہنچے تو یہودیوں نے آپ سے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ ہر چند آپ نے ان کو اسلام کی طرف بلایا۔ مگر ان بدبختوں نے ایک نہ سُنی۔ مجبوراً لڑائی تک نوبت پہنچی جسمیں کفار نے راہ فرار اختیار کی اور بہت سامان غنیمت مسلمانوں کو ملا۔

خیبر سے آکر حج کیواسطے مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لیگئے۔ اور بموجب عہد کے تین دن رہکر فرائض حج کو ادا کر کے چوتھے دن مدینہ کی طرف لوٹ آئے ۔

اسی سال میں حج سے واپس آکر غسان کے بادشاہ جبلہ بن ایہم کی طرف چٹھی لکھی کہ جس مذہب میں ہو چھوڑ کر اسلام کا مذہب اختیار کرو۔ اس نے بصدق دل اسلام قبول کیا اور بہت سے تحائف آپکی خدمت میں روانہ کیے۔ بعد ازاں فروہ بن عمر نے بھی جو کہ شاہ روم کی طرف سے علاقہ عمان (یہ علاقہ خلیج فارس اور خلیج عمان کے مغربی کنارے پر ہے اس کا دار الخلافہ آج کل مسقط ہے) پر حاکم تھا۔ دین اسلام اختیار کیا۔ اور ایک چٹھی جس میں بذات خود حاضر نہ ہو سکنے کی مجبوری کا ذکر کیا تھا لکھی۔ اور حسب مقدور تحائف روانہ کیے جب فروہ کی چٹھی آپ کی خدمت میں پہنچی تو بعد از قبول تحائف کے قاصد کو احترام سے اچھی جگہ پر اتارا کچھ دن کے بعد زاد راہ دے کر روانہ کیا۔ اور احکام اسلام قاصد پر ظاہر کر دیئے ۔

۸ ھ اس سال میں سب سے پہلے خالد بن ولید جس نے جنگ اُحد کے وقت غار میں سے پلٹ کر مسلمانوں پر بڑی شدت سے حملہ کر کے پسپا کیا تھا۔ معہ چند دیگر اشخاص کے خود بخود آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ میں آیا۔ اور سلک اسلام میں منسلک ہو گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس نے بڑے بڑے قلعے سر کیے تھے ۔

سریہ بنی خزاعہ یا ذات السلاسل

ابھی خالد بن ولید مشرف باسلام ہوا ہی تھا کہ بنی خزاعہ کیطرف سے لڑائی کا پیغام پہنچا آپ نے فی الفور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو جو کہ خالد بن ولید کے ہمراہ ہی مسلمان ہوا تھا۔ تین ہزار آدمیوں کی جمعیت سے بنی خزاعہ کی طرف بھیجا۔ جب عمرو رضی اللہ عنہ نے دشمن کی طاقت کا اندازہ کیا تو آپ کی خدمت میں چٹھی لکھی کہ امداد کی سخت ضرورت ہے۔ آپ نے فوراً ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو کچھ سپاہ دے کر رخصت کیا۔ آخر ذات السلاسل کے مقام پر جو کہ وادی القریٰ کے نزدیک خیبر کے رستے پر ہے۔ دشمن سے مقابلہ ہوا۔ جس میں اہل اسلام کو کامل فتح نصیب ہوئی۔ اور شاداں و فرحاں مدینہ کی طرف مراجعت کی ۔

ف: یہ کوئی غزوہ وغیرہ نہیں ہے۔ جو صلح حدیبیہ میں مسلمانوں کی طرف تھا بلکہ یہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا ۔

سریہ موتہ

جب عمرو بن عاص بنی خزاعہ کی طرف مشغول تھا۔ تو آپ نے ایک چٹھی حاکم بصری کیواسطے لکھ کر حارث بن عمیر کو دی۔ جب قاصد رسول خدا فاصلہ طے کر کے بصرہ کے قریب پہنچے تو ملک روم کے ایک حاکم شرحبیل بن عمر غسانی نے جو کسی کام کی غرض سے یہاں آیا ہوا تھا۔ اور بعد از فراغت کام کے واپس اپنے مقام کیطرف جا رہا تھا۔ بعد از استفسار حارث کو شہید کر دیا۔ جب یہ خبر آپ کے سمع مبارک میں پہنچی تو زید بن حارثہ کو تین ہزار کا لشکر دے کر قاتل حارث کے مقابلہ پر بھیجا۔ اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو امیر لشکر جعفر بن ابو طالب ہو۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ تمہارا سپہ سالار ہو۔ اگر یہ بھی شہید ہو جائے تو اپنے صلاح و مشورہ کے ساتھ امیر بنا لینا۔ چنانچہ جاتے ہی مسلمانوں نے کفار کی ہراولی فوج کو مار بھگایا۔ اور شرحبیل کو قلعہ میں پناہ گزین ہونا پڑا۔

جس وقت قاتل حارث شکست کھا کر قلعہ میں محصور ہو گیا۔ تو اس نے اپنا ایک قاصد ہرقل شاہ روم کی خدمت میں امداد کے واسطے بھیجا۔ قیصر روم نے ایک لاکھ کا لشکر جرار بڑے بڑے سورما اور چیدہ ماہران جنگ کا شرحبیل کی مدد کے واسطے روانہ کیا۔ جب مسلمانوں نے اس حال سے اطلاع پائی۔ تو اول سوچا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چٹھی لکھ کر امداد منگوائی جائے۔ پھر سوچا کہ بہتر ہو مدینہ کی طرف لوٹ چلیں مگر بعد ازاں خالد بن ولید کی رائے کے مطابق عمل کیا گیا۔ یا فتح یا شہادت۔ چلو بڑھے چلو دشمن کی امداد کو راستے میں ہی روک لو۔ اس صلاح پر متفق ہو کر دشمن کی پیشوائی کے واسطے روانہ ہوئے۔ پیچھے پیچھے شرحبیل بھی اپنی تباہ و خستہ فوج کو لیکر روانہ ہوا۔ آخر کار دمشق سے دو منزل کے فاصلے پر قصبہ موتہ کے مقام پر دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے۔ اسلام کے لشکر کی قلت دیکھ کر دشمنوں کے دل خوشی سے باغ باغ ہو گئے ادھر کل تین ہزار غازی۔ اُدھر ایک لاکھ سے زیادہ پاجی۔ دو دن کی متواتر لڑائی کے بعد زید بن حارثہ جو کہ افسر لشکر اسلامیہ تھا۔ شہید ہو گیا۔ گو پہلے تو دل کو لغزش ہوئی مگر

فوراً جعفر بن ابی طالب کو اپنا افسر مقرر کر لیا۔ اور اسی طور لڑائی جاری رہی۔ لشکر کفار اہل اسلام کی جانبازی اور بہادری دیکھ دیکھ کر دنگ ہوئے جاتا تھا حتیٰ کہ جعفرؓ کا دایاں ہاتھ شہید ہو گیا۔ تو اسلامیہ جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا۔ بایاں دست مبارک بھی شہید ہو گیا۔ تو دونوں شکستہ بازوؤں میں مضبوط کر کے پکڑ لیا۔ اور بہادر غازی نے رائت اسلام کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ آخر کار جعفرؓ بھی شہید ہو گیا۔ اور گرتے گرتے جھنڈے کو عبداللہ رواحہؓ نے پکڑ کر پہلے سے دوچند آب و تاب کے ساتھ بلند کیا۔ اور تکبیر کے نعروں سے میدان جنگ کو ہلا دیا۔ انجام کار عبداللہ رواحہ بھی سعادت شہادت حاصل کر کے داخل بہشت ہوا۔ تو فوراً اسلامیہ جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے پکڑ کر ثابت بن اقدام انصاریؓ کے ہاتھ میں دیا۔ اور دونوں ہاتھوں میں تلواریں علم کر کے شیر ژیاں کی طرح میدان میں آیا۔ اور کہا کہ اے خالد اگر تو آج باغ و راغ کی تمنا کرتا ہے۔ تو وہ میں نے خدا کی خوشنودی کیلئے بخشدیئے۔ اے خالد اگر آج تو مال و متاع کا خیال کرتا ہے۔ تو یاد رکھ سارا مال و متاع گذشتہ گناہوں کے کفارے میں دیدیا۔ اے خالد اگر تو اپنی خوبصورت اور پیاری بیوی کا خیال کر کے میدان سے بھاگتا ہے۔ تو جان لے کہ میں نے آج اس کو دین اسلام کی بدولت طلاق دی۔ اے خالد اگر تو اپنی اولاد کا خیال کرتا ہے تو سمجھ لے اور اچھی طرح سمجھ لے کہ وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کی طرح قربان کر دی۔ اے خالد اگر تو اپنی جان کی پرواہ کرتا ہے۔ تو وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عشق میں قربان کر دی۔ اب بتا کہ تیرے لیئے دنیا میں کیا رکھا ہے۔ یہ کہا اور بلند آواز سے اللہ اکبر کا نعرہ مارتا ہوا بیجگری کیساتھ دشمن کے قلب پر حملہ کر کے درہم برہم کر دیا۔ دوسری طرف دشمن کے میسرہ نے مسلمانوں کے چھکے چھڑا دیئے۔ پائے ثبات اکھڑنے کو ہی تھے کہ قطبہ بن عامرؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کر کے کہا کہ حیات سے موت بہتر ہے۔ بھاگنا عورتوں کا کام ہے۔ اگر بھاگ کر زندہ جاؤ گے تو نامرد کہلاؤ گے۔ اور مر گئے تو شہادت کا درجہ پاؤ گے اگر فتح پائی تو غازی کہلاؤ گے۔ غرضیکہ ہر طرح سے دلیری دلائی۔ اور از سر نو پراگندہ جمعیت

کو جمع کر کے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا۔ اور تکبیر کے نعروں سے دشمنوں کے
دلوں کو ہلا دیا۔ رجمنٹوں کی رجمنٹیں خالی کر دیں۔ بڑے بڑے بہادر اور سورماؤں کے
چھکے چھڑا دیئے۔ دشمن کی فوج کے قلب میمنہ۔ میسرہ کو توڑ ڈالا۔ اور ہزاروں کا صفایا
کر دیا۔ اور اس بے جگری سے دشمن کو تہ تیغ بے دریغ کیا کہ رستم کی روح قبر میں کانپ
کر الاماں الاماں پکار اٹھی۔ اللہ اکبر کے نعروں سے گاؤ زمین اور فلک کو دہلاتے
ہوئے کفار کے جھنڈے کو نگونسار کر کے گھوڑوں کے پاؤں میں روند ڈالا۔ آخر
لشکر کفار نے راہ فرار اختیار کی۔ اور ہزاروں کشتوں کے پشتے میدان میں چھوڑ کر قلعہ
میں پناہ گزیں ہوئے۔ اس حال کے دیکھتے ہی خالد بن ولید رضؓ نے قلعہ کا محاصرہ
کر لیا۔ آنحضرت صلعم یہ سب معاملہ مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے باطنی آنکھوں سے ملاحظہ
فرما رہے تھے۔ اور اہل اسلام کے حق میں دعائے فتح مانگ رہے تھے۔ جو جو واقعہ
میدان موتہ میں ہو رہا تھا سب اپنے اصحاب کو سناتے جاتے تھے۔ اور خالد بن ولید
کی بہادری پر عش عش کرتے تھے۔ قلعہ موتہ کے دروازے پر غازی خالدؓ بن ولید دو
دستی تلوار چلا رہے تھے۔ اور داد شجاعت ادا کر رہے تھے۔ آخر کار قلعہ سر ہوا۔ اور
دشمنوں کو کامل شکست نصیب ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں اسیر ہو کر مدینہ میں پہنچے
اور ہزاروں تہ تیغ ہوئے۔ اور کئی ہزار داخل اسلام ہوئے۔ اور حضرت خالد بن ولید
بفضل خداوند غفور مظفر و منصور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ بیشمار مال غنیمت حاصل ہوا
بدبخت شرجبیل واصل جہنم ہوا۔ ادھر ہرقل شاہ روم کے ملک میں گھر گھر صف ماتم بچھ گئی۔

فتح مکہ معظمہ

ابھی حضرت خالدؓ بن ولید کو میدان موتہ سے آئے ہوئے چند دنوں کا عرصہ گذرا تھا
کہ جبرائیل علیہ السلام خبر لائے کہ قریش نے عہد نامہ کو توڑ دیا ہے۔ اور بنی خزاعہ کے مسلمانوں کو
تہ تیغ کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ بنی فزل کے قریش نے جو بنی بکر سے تعلق رکھتے ہیں

اسلام کی اور آپ کی ہجو میں ایک قصیدہ بنایا۔ وہ پڑھ رہے تھے کہ بنی خزاعہ کے چند کس مسلمانوں کا اُن پر گذر ہوا۔ انہوں نے عہدنامہ کو یاد دلایا۔ اور ایسی حرکت سے منع کیا۔ مگر قریش کی آتش غضب نے اُن بیچاروں کو پیوند خاک کر دیا۔ جب بنی خزاعہ کو اس امر کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنا آدمی قریش کے پاس بھیجا کہ تم نے عہدنامہ کی خلاف ورزی کیوں کی ہے۔ قریش نے قاصد کو بھی شہید کر دیا۔ اور رات کو عکرمہ بن ابوجہل اور صفوان بن امیہ نے ستر آدمی مسلح لے کر بنی خزاعہ پر شبخون مارا۔ جبرائیل علیہ السلام یہ خبر دے کر اہل مکہ سے لڑائی کا حکم دے گئے:- (پ ۱۰ س التوبہ ع ۲)

وان نکثوآ ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوآ ائمۃ الکفر انھم لآ ایمان لھم لعلھم ینتھون۔ الا تقاتلون قوماً نکثوآ ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اول مرۃ۔ اتخشونھم فاللہ احق ان تخشوہ ان کنتم مؤمنین۔ قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم وینصرکم علیھم ویشف صدور قوم مؤمنین۔ ویذھب غیظ قلوبھم ویتوب اللہ علیٰ من یشآء واللہ علیم حکیم۔ (ترجمہ) اگر عہد کر کے یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعنہ ماریں۔ تو ان کفر کے سرداروں سے لڑو۔ تاکہ وہ باز آئیں۔ ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں۔ تم کیوں ان لوگوں سے نہ لڑو۔ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں۔ اور پیغمبر کو نکال دینا چاہا۔ اور انہوں نے ہی پہلے تم سے چھیڑ خانی شروع کی۔ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو۔ اگر تم کو ایمان ہے تو اللہ کا ڈر ہونا چاہیئے۔ اُن سے لڑو۔ اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو سزا دیگا۔ اور ان کو ذلیل کرے گا۔ اور تم کو ان پر فتح دیگا مسلمانوں تم میں سے ایک گروہ (بنی خزاعہ) کے دل ٹھنڈے کریگا۔ اور ان کے دلوں کا غصہ دُور کر دیگا۔ اور اللہ تعالےٰ جن کو چاہے توبہ کی توفیق دے گا۔ اور اللہ جاننا اور حکمت والا ہے ؂

اتنے میں عمرو بن سالم معہ چند دیگر اشخاص بنی خزاعہ کے آپکی خدمت میں مشرفیاب ہوا اور سارا قصہ کھول سُنایا۔ آپ نے فوراً جملہ مسلمانان کی طرف پیغام بھیج دیئے کہ یکم رمضان تک مسلح ہو کر مدینہ منورہ میں آجاؤ۔ جب ابوسفیان نے اس بات کو سُنا۔ تو نہایت حیران ہو

پریشان ہو کر جملہ قریش کو بلایا۔ اور کہا کہ عہدنامہ کی خلاف ورزی ہماری طرف سے ہوئی اب محمد (صلعم) ہمیں نہ چھوڑے گا۔ کیونکہ میدان موتہ میں اس کی صرف تین ہزار کی جمعیت نے ڈیڑھ لاکھ کے قریب فوج کے ہوش اڑا دیئے ہیں جس وقت قریش نے اس واقعہ کو سنا تو آنکھیں کھلیں۔ آخر کار صلاح و مشورہ کرکے ابو سفیان مدینہ میں حاضر ہوا۔ اور اپنی لاعلمی بیان کی۔ مگر ادھر تو حضرت جبرائیل خبر دے چکے تھے۔ ابوسفیان کی بات کا کس کو اعتبار آتا۔ ابوسفیان ناچار و شرمندہ ہو کر واپس مکہ میں گیا۔ اور جملہ حالات قریش کے گوش گذار کئے۔ تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ابوسفیان چوری چوری شہر مکہ کو چھوڑ شاہ روم کے پاس پناہ گزین ہوا۔ مگر جب ہرقل کو اس امر کا پتہ چلا کہ یہ محمد (صلعم) کا چچا ہے تو اپنے ملک سے نکال دیا۔ اب ابوسفیان جنگلات عرب میں آوارہ گردی کرنے لگا۔ مگر چھپنے کو جگہ نہ ملی۔

ادھر دس ماہ رمضان کو آپ مع دس ہزار لشکر جرار کے عازم مکہ ہوئے۔ ادھر قریش کو حالت سراسیمگی میں کچھ خبر ہی نہ تھی کہ کیا کرنا ہے۔ اور کیا نہیں کرنا۔ جب آپ کا لشکر مرالظہران کے مقام پر اترا تو ابوسفیان بھی گردچھانتا ہوا اس لشکر کے قریب پہونچا حضرت عباس رضؓ جو پچھلے مقام پر مکہ سے چل کر آپ کے لشکر کے ساتھ مل چکا تھا۔ رات کو طلایہ پر تھا۔ عباس رضؓ نے دور سے دو تین آدمیوں کو دیکھا۔ پاس آکر جب ایک دوسرے کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابوسفیان۔ بدیل بن ورقا نہ اور حکیم بن خرام (دونو موخرالذکر قریش کی طرف سے خبر لینے کیواسطے آئے تھے۔ اور ابوسفیان آوارہ گردی کی حالت میں ان سے ملا) پھر رہے ہیں۔ بعد از شناخت کرنیکے ابوسفیان نے عباس رضؓ سے پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ عباس رضؓ نے جواب دیا کہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر نیک اختر ہے۔ جو کہ قریش کو ان کی بدعہدی کی سزادہی کے واسطے دس ہزار کی تعداد میں مکہ کی طرف جا رہا ہے۔ ان دو نو موخرالذکر اشخاص کے منہ سے آہ نکلی۔ اور فی الفور الٹے پاؤں دم دبا کر بھاگے۔ ابوسفیان نے کہا کہ اب کیا چارہ ہے حضرت عباس رضؓ نے جواب دیا کہ اسلام۔ اور فرمایا کہ اگر تو چاہے تو میں اپنی امان میں تجھے حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لئے چلتا ہوں۔ بشرطیکہ اسلام قبول کرنا ہو۔ ابوسفیان نے منظور کیا۔ اور جھپٹ کر عباسؓ کے پیچھے گھوڑے پر سوار ہوا۔ حضرت عباسؓ بڑی تیزی کے ساتھ ابوسفیان کو لیکر لشکر میں سے گذرے ہرچند اہل لشکر نے پکارا کہ اس بے وقت کون لشکر میں گشت لگا رہا ہے۔ مگر کوئی جواب نہ دیا حتیٰ کہ حضرت عمرؓ کے خیمے پر سے گذر ہوا۔ تو حضرت عمرؓ نے ابوسفیان کو شناخت کر لیا اور تلوار لے کر جھپٹے۔ کہ ابوسفیان کا کام تمام کر دیا جائے۔ اتنے میں عباس آپ کے خیمے کے پاس جا اُترے۔ اور ابوسفیان کو پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے بہتیری کوشش کی کہ ابوسفیان کو گردن کے بوجھ سے نجات دی جائے۔ مگر آپ نے کہا کہ فی الحال حراست میں رکھو صبح دیکھا جائے گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ اے عمرؓ شاید اس لئے اصرار کرتا ہے کہ بنی عبد مناف[51] میں سے ہے۔ اگر بنی عدیؓ[52] میں سے ہوتا۔ تو اس قدر تکرار نہ کرتا حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے عباسؓ معلوم ہے مجھ کو جب میں حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوا تھا تو اپنے ماں باپ کو اسلام کے غلام نہ بننے کے باعث واصل جہنم کیا تھا۔ پھر بنی عدی میں ہونے کا تذکرہ کیوں کر رہے ہو یہی گفتگو کرتے ہوئے باہر نکل گئے دوسرے دن ابوسفیان کو آپ کے حضور میں پیش کیا۔ جب ابوسفیان سے استفسار کیا گیا تو پچھلی رام کہانیاں چھیڑ بیٹھا۔ عباسؓ بولے اے ابوسفیان جلدی کلمہ شہادت زبان سے بول اور گذشتہ رام کہانیاں نہ کھول۔ ورنہ ابھی تیغ بیدریغ کا شکار کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول اللہ اور بصدق دل مسلمان ہوا۔ بعدازیں لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لشکر کی گزرگاہ پر لیکر کھڑے ہو گئے۔ سب سے پہلے خالد بن ولید کا لشکر ایک ہزار کی تعداد میں دو علم اُٹھائے ہوئے تکبیر کا نعرہ بلند کرتا ہوا گذرا۔ بعدازیں زبیر بن العوام بنی غفار وغیرہ وغیرہ کا لشکر کسی کا کم کسی کا ہزار اللہ اکبر پڑھتا ہوا گذرتا جاتا تھا۔ ابوسفیان نے پکارا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی بربادی ٹھانی ہے

[51] آنحضرت صلعم اور عباس وغیرہ بنی عبد مناف میں سے تھے [52] حضرت عمرؓ بنی عدی میں سے تھے۔

آپ نے فرمایا اے چچا جان نہیں، قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قوم کی بربادی نہیں ٹھانی۔ پھر فرمایا کہ جو کوئی تیرے گھر میں یا اپنے اپنے گھروں میں یا مسجد حرام میں پناہ گزین ہوگا۔ یا جو ہتھیار ڈال دے گا۔ اسے امان دی جائے گی۔ یا جو ایمان لے آئے گا محفوظ و مصؤن رہے گا۔

پھر ابو سفیان کو مکہ کی طرف بسرعت تمام روانہ کر دیا۔ تاکہ اہل مکہ کو ان باتوں سے خبردار کرے۔ جب ابو سفیان مکہ میں پہنچا تو یاروں نے ماجرا پوچھا۔ ابو سفیان نے کہا اے آل غالب! خدا کی قسم محمد صلعم دس ہزار لشکر جرار سر بسر غرق آہن۔ صف شکن۔ جوں کوہ پرشکوہ مکہ کی طرف آ رہا ہے۔ جو کوئی ہتھیار ڈالدیگا یا اپنے اپنے گھروں میں یا میرے گھر میں یا مسجد حرام میں پناہ گزین ہوگا۔ وہ محفوظ رہے گا۔ یہ بات سنتے ہی ہندہ زوجہ ابو سفیان پکار اٹھی۔ اس کو قید کرلو۔ یہ دیوانہ ہوگیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا کہ میں دیوانہ ہی سہی۔ مگر جلدی محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لے آ۔ ورنہ ابھی خاتمہ کئے دیتا ہوں یہ سنتے ہی قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

جب آپ بذی طوی کے مقام پر پہنچے۔ اور اپنے ماتحت اس قدر لشکر جرار ہر ایک پہلوانی میں نامدار اور عرب کے بڑے بڑے سردار دیکھے اور ادھر وہ بیکسی کی حالت مظلومی اور غریبی کی حالت۔ وہ بیدردی کی حالت۔ قریش کی خصومت و عداوت۔ وہ حالت جبکہ قریش آپکے قتل میں پھرتے تھے۔ وہ حالت جبکہ اپنے اور بیگانے جواب دے بیٹھے تھے۔ وہ حالت جبکہ قریش نے آپ کے دولتخانہ کو آپ کے قتل کرنے کی غرض سے گھیر لیا تھا۔ وہ حالت جبکہ مردود ابو جہل نے آپ کو زد و کوب کیا تھا۔ وہ حالت جب کہ آپ کا کوئی مونس و غمگسار۔ نہ کوئی محرم راز۔ نہ کوئی دلنواز تھا۔ اور اس بیکسی میں ہجرت کی تھی۔ قدم قدم پر دشمنوں کا خطرہ تھا۔ آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فی الفور سجدہ شکر ادا کیا۔ اور لشکر مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ جب آپ کی فوج ظفر موج کی آمد آمد تھی۔ تو صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو۔ عکرمہ بن ابو جہل بنی بکر اور بنی حارث اور دیگر قبائل کے مختصر گروہ کے ساتھ مقابلہ کے لئے نکلے۔ اور سب سے

سے پہلے خالد بن ولیدؓ کی فوج سے مقابلہ پڑا۔ ہرچند خالد بن ولید نے چاہا کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور جنگ نہ ہونے پائے۔ مگر وہ بدبخت باز نہ آئے۔ اور مختصر سی ہی جھڑپ کے بعد غازی خالد بن ولیدؓ کے آگے نہ ٹھیر سکے اور راہ فرار اختیار کی۔ تمام اہالیان مکہ کچھ ہتھیار ڈال کر کچھ گھروں کے دروازے بند کر کے کچھ مسجد حرام میں کچھ ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہوئے۔ بعد ازاں آپ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ تو سب سے پہلے کعبہ کو بُتوں سے صاف کیا۔ اور قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ کہہ کہہ کر بتوں کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے جاتے تھے۔ تو بُت زمین پر آ رہتے۔ اور ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ اور جو بُت ہاتھ کی پہنچ سے باہر تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنے دوش مبارک پر چڑھا کر اُتروا دیئے۔ اور جس جس جگہ تصاویر تھیں حضرت عمر بن الخطاب اور ابوبکر رضؓ نے انکو صاف کر دیا۔ بعد اس کے نماز چاشت ادا کی۔ بعد ازیں کل زن و مرد نے بصدق دل کلمہ شہادت اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھا۔ اور آپ کی بیعت کی۔ اور دل و جان سے خدا کی عبادت میں مشغول ہوئے۔ مگر گیارہ آدمی اور چند عورتیں فرار ہو گئیں۔ جن کی نسبت حکم قتل صادر ہوا۔ (۱) عکرمہ بن ابوجہل اس نے اپنے آپ کو بہت جلدی ساحل سمندر پر پہنچایا۔ اور کشتی میں بیٹھ کر راہ یمن اختیار کی۔ ابھی کشتی پر بیٹھا ہی تھا کہ کشتی غرق ہونے کے قریب پہنچ گئی۔ کشتی والے آدمیوں نے کہا غالباً تو خدا اور رسول سے منکر ہے۔ لہذا فوراً کشتی میں سے نکل جا۔ عکرمہ نے یہ بات سُننی تھی کہ فوراً آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آتے ہی کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ وان عبدہٗ ورسولہ اور کمال ندامت سے آپ کے پاؤں پر گر پڑا۔ آپ نے امان دی (۲) صفوان بن امیہ۔ اس نے بھی چاہا کہ کسی غیر ملک کو چلا جاؤں۔ مگر اس کے ایک دوست عمرو بن وہب جمحیؓ نے آپ سے صفوان کی نسبت امان طلب کی۔ آپ نے منظور فرمایا۔ بعد از چار ماہ کے داخل اسلام ہوا۔ (۳) ہبار بن اسود۔ ایک مدت تک آوارہ پھرتا رہا۔ آخر مدینہ میں آکر مسلمان ہوا۔ (۴) وحشی قاتل حمزہؓ جنگ طائف کیوقت مسلمان ہوا۔ اتنا عرصہ گرد و نواح میں آوارہ گردی کرتا رہا۔ (۵) عبداللہ زبعری۔ یہ شاعر تھا۔ آپکی اور آپکے تابعین کی ہجو

اور تکذیب میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا۔ نجران کیطرف بھاگ گیا۔ تھوڑے عرصے بعد اپنی نامعقول کارروائیوں پر نظر ڈالی تو آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اسلام اختیار کیا (۶) عبدالعزیٰ بن حنظلہ بن ابوسفیان۔ یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر کسی طیش میں آکر ایک مسلمان کو شہید کر دیا۔ اس واسطے سمجھے ہوئے تھا کہ اگر مدینہ میں گیا تو قصاص لینگے۔ مرتد ہو گیا۔ اور مدینہ میں نہ آیا۔ ابوبرزہ اسلمی نے فرار کے وقت تعاقب کر کے جہنم رسید کیا (۷) عبداللہ بن سعید۔ یہ حضرت عثمان رضؓ کا رضاعی بھائی تھا۔ حضرت عثمان رضؓ کے کہنے پر امان دی گئی۔ بعدازاں مسلمان ہو گیا۔ (۸) مقیس بن حبابہ فرار ہو گیا تھا۔ تعاقب کر کے نمیلہ بن عبداللہ نے جہنم واصل کیا۔ (۹) حویرث بن نقید۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے تعاقب کر کے گرفتار کیا اور پروانہ دوزخ دے کر عدم آباد میں بھیجدیا۔ (۱۰) حارث بن طلاطلہ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے تعاقب میں قتل ہوا۔ (۱۱) کعب بن زہیر۔ بعد فرار ہونے کے اسی دن آکر مسلمان ہوا۔

عورتوں میں سے یہ عورتیں فرار ہوئی تھیں:۔ (۱) قریبہ دختر حنظلہ ابن سفیان مقتول ہوئی (۲) ہندہ زوجہ ابوسفیان مسلمان ہوئی (۳) سارہ مقتول ہوئی (۴) قرینبہ بن حنظلہ مشرف باسلام ہوئی (۵) کنیزک ابن حنظلہ مقتول ہوئی (۶) ام سعد۔ مقتول ہوئی۔

اس کے بعد تمام اصنام کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ریزہ ریزہ کیا۔ اور مکہ معظمہ تمام و کمال مشرف باسلام ہوا اور تمام اہالیان مکہ کیساتھ آپ نے ایسا سلوک کیا جیسا کہ یوسف ؑ نے بھائیوں سے کیا تھا۔

غزوہ حنین

اسی سال جب فتح مکہ کی خبر مشہور ہوئی۔ اور بفضل خداوند جل و علا دین اسلام تمام عرب میں پھیل گیا۔ تو بنی ہوازن اور بنی ثقیف نے صلاح کی بیشتر اس کے کہ محمد صلعم ہم پر لشکر کشی کرے۔ ہمیں چاہیئے کہ اس پر حملہ کر دیں چار ہزار کی تعداد میں لشکر جمع کر کے مکہ مکرمہ کیطرف روانہ ہوئے۔ اور جاسوس چھوڑ دیئے۔ تاکہ پتہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کس رنگ میں ہیں۔ جب آپکو بنی ثقیف اور بنی ہوازن کے اس ارادے کی خبر ملی تو

تیرہ ہزار کا لشکر لیکر دشمن کی طرف کوچ کیا جس وقت دشمن کو آپ کی آمد کا پتہ چلا تو اسی وقت حنین کے قلعہ میں مورچے جمانے شروع کئے۔ اور آگے بڑھنے کی صلاح کو ملتوی رکھا۔ اور قلعہ کو مضبوط کر لینے کے بعد پہاڑ ونکی کمین گاہوں میں چھپ گئے۔ اہل اسلام کو پتہ ملا کہ دشمن کی طاقت صرف چار ہزار پر مشتمل ہے۔ اور ہماری طاقت ان سے تگنی ہے۔ بہت جلد فتح کر لینگے۔ حاصل کلام جب لشکر اسلام دشمن کی زد پر آیا تو غنیم نے اس شدت سے حملہ کیا کہ مسلمانوں نے بے تحاشا بھاگنا شروع کیا۔ اور معدودے چند آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس میدان میں ٹھیرے۔ یہ دیکھ کر بذات خود میدان کی طرف چلے۔ مگر اصحابہؓ نے روک لیا اور کہا کہ جبتک ہمارا دم میں دم ہے۔ آپ کو دشمن کے مقابلہ پر نہ جانے دینگے۔ اسکے بعد آپ نے عباسؓ کو فرمایا کہ اس طرح اپنے لشکر کو آواز دو۔ یا معشر الانصار۔ یا اصحاب السمرۃ یا اصحاب سورۃ البقرہ۔ جب حضرت عباسؓ نے اس طرح آواز دی تو سارا لشکر جھٹ پٹ لبیک لبیک کہتا ہوا مکرر جمع ہو گیا۔ اور از سر نو میدان میں قدم جمائے۔ اس جنگ میں خداوند تعالے نے فرشتوں کو اہل اسلام کی مدد کے واسطے نزول فرمایا۔ آخر کار اہل اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ خالد بن ولید نے بہت دور تک تعاقب کیا۔ کچھ گروہ بطن نخلہ کیطرف بھاگ گیا۔ جسکے تعاقب میں ابو عامرؓ کو روانہ کیا۔ اس جنگ کا ذکر خداوند تعالے قرآن شریف میں اس طرح فرماتا ہے:۔

(پ۔ س التوبہ ع ۴) لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلن تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین۔ ثم انزل اللہ سکینۃ علی رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنوداً لم تروھا وعذب الذین کفروا وذلک جزاء الکافرین۔

ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ تو بہت سے معرکوں میں تمہاری مدد کر چکا ہے۔ اور حنین کے دن بھی جب تم اپنے بہت ہونے پر اترا گئے تھے۔ پھر تمہارا بہت ہونا تمہارے کچھ کام نہ آیا[۵۱]۔ اور زمین اتنی بڑی ہونیکے ساتھ ہی تم پر تنگ آ گئی[۵۲]۔ پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر

۵۱ بھاگ نکلے۔ ۵۲ کوئی امن کا مقام نہ ملا۔

اور مسلمانوں پر اپنی تسلّی اُتاری۔ اور ایسے لشکروں کو اُتارا جنکو تم نے نہیں دیکھا (فرشتوں کا لشکر) اور کافروں کو عذاب کیا۔ اور کافروں کی یہی سزا ہے۔

جو قیدی ابو عامر کی جمعیت بطن نخلہ سے گرفتار کر کے لائی۔ ان میں آپ کی رضاعی ہمشیرہ شیما بھی تھی۔ شیما نے آپ کو پہچان لیا۔ اور اپنا حال عرض کیا۔ آپنے یہ سُنتے ہی شیما کو معہ اس کے ہمراہیوں کے جعرانہ کیطرف بھیجدیا۔ اور فرمایا کہ میرے آنے تک وہاں توقف کرو۔

غزوہ طائف

جب دشمن میدان حنین کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ تو قلعہ طائف پر جو کہ عرب کے مستحکم ترین قلعوں میں سے تھا مورچے جمائے۔ آپ فی الفور طائف کیطرف روانہ ہو گئے۔ اور طائف کے نزدیک جا کر ڈیرے ڈال دیئے۔ کفار نے قلعوں میں سے اس قدر تیر اندازی کی کہ کئی اصحاب مجروح ہوئے۔ آخر کار تیروں سے باہر ہو کر خیمے لگائے اور آکر قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس دن تک قلعہ کا محاصرہ کئے پڑے رہے۔ اسی اثناء میں گرد و نواح میں اپنے اصحاب کو بھیجکر جملہ بت خانوں اور بتوں کو فی النار کیا۔ آخر کار اگرچہ فتح یقینی تھی مگر آپنے صحابہ سے صلاح کر کے محاصرہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور اگلے سال وہ خود بخود مسلمان ہو گئے محاصرہ چھوڑ دینے کے بعد واپس وطن مالوف کی طرف مراجعت کی۔ راستے میں چلتے چلتے ایک جگہ کسی شخص کے اونٹ کا پاؤں آپ کے پاؤں مبارک پر آپڑا۔ اور بہت ہی درد محسوس ہوئی۔ آپ نے اونٹ کو دور کرنے کیواسطے تازیانہ لگایا۔ جو کہ غلطی سے مالک شتر کے لگ گیا۔ جس سے آپ کو بہت صدمہ پہنچا۔ اگلے دن جبکہ جعرانہ میں مقیم ہوئے تو اس آدمی کو بلا کر بہت سے انعام و اکرام کے بعد تازیانہ کی معافی طلب کی۔

چونکہ آپکی رضاعی ہمشیرہ شیما معہ اپنے ہمراہیوں کے جعرانہ میں تھی۔ آپنے بہت سا زر و مال دینے کے بعد معہ اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا۔ آزاد ہونے کے بعد انہوں نے دین اسلام قبول کیا۔ اور خوش و خرم اپنے علاقے میں چلے گئے۔ اور آپ مدینہ کیطرف روانہ ہوئے۔ مدینہ میں آکر آپنے منبر بنانے کا حکم دیا۔ جب منبر تیار ہو گیا۔ تو آپ منبر پر

چڑھکر خطبہ پڑھنے لگے۔ پہلے ہی دن جبکہ منبر پر رونق افروز ہوئے۔ تو وہ ستون جوکہ خطبہ کیوقت آپ کا تکیہ گاہ ہوتا۔ رو پڑا (اس میں سے رونے کی آواز بلند ہوئی) آپنے ستون کے پاس جاکر فرمایا کہ کیوں رو رہا ہے۔ تو ستون نے نہایت عاجزی سے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

چشم گریاں ہے جگر سوز ہوں اور دل ہے کباب ✦ ہجر میں تیرے ہوا حال پریشاں اپنا

آپ نے فرمایا کہ اب تیری کیا غرض ہے۔ اگر تو چاہے تو میں ابھی تمہیں باغ میں لگا دیتا ہوں۔ خدا تجھے سرسبز و شاداب کر دے گا۔ اور تیرے پھل سے اہالیان مدینہ کو فائدہ پہنچیگا اگر تو چاہے۔ تو میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تجھے بہشت میں لگا دے۔ اگر تو چاہے تو دعا کرتا ہوں خدا تجھے قیامت کے دن انسان بناکر اٹھائے۔ اور بہشت نصیب کرے ستون میں سے آواز آئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں انسان بھی بن گیا۔ اور آپ سے جدا رہا تو کیا فائدہ۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بہشت میں تو میرے ساتھ ہوگا۔ ستون نے اس امر کو منظور کیا۔ اور گریہ زاری کو موقوف کیا۔ آپ نے اس کے حق میں دعا مانگی ✦

۹ھ۔ اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے جملہ اطراف واکناف کے مسلمانوں کے پاس زکوٰۃ کا مال جمع کرنے کیواسطے آدمی بھیجے۔ اور ساتھ ہی اصحابوں کے مختصر گروہ بنا بنا کر دعوتِ اسلام کے لئے بیرونجات میں بھیجدیئے۔ اسی سال میں قبیلہ طے کے بہت سے آدمی جوکہ کسی گروہ کے ساتھ جنگ پر آمادہ ہوگئے تھے۔ بعد شکست کھانے کے مدینہ میں قید ہوکر آئے۔ ان میں حاتم طائی کی لڑکی بھی تھی۔ جب اس لڑکی نے اپنا حسب نسب بتایا۔ تو آپ نے معہ اس کے ہمراہیوں کے آزاد کر دیا کہ یہ سخی شخص کی لڑکی ہے۔ دوسرے سال انہوں نے آکر اسلام قبول کیا۔

غزوہ تبوک

بعد ازیں قریباً تین ماہ تک مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ اور خلق خدا کو اسکے احکام اور مواعظ حسنہ سے مستفید کرتے رہے۔ اسی اثنا میں ملک شام سے ایک

قافلہ مدینہ میں پہنچا۔ اور کہا کہ شاہ روم نے ایک بڑی جرار فوج تیار کی ہے۔ کہ اسلامیوں سے جنگ موتہ کا بدلہ لیا جائے۔ اور اس نے یہ بھی سنا ہے کہ محمد مصطفےٰ صلعم جنگ خیبر میں اسیر ہو کر شہید کیا گیا ہے۔ آپ نے سوچ کر اطراف وجوانب میں آدمی بھیجدیئے تاکہ دشمن کو اپنے ملک میں داخل ہی نہ ہونے دیا جائے۔ چونکہ اس سال بھی امساک باراں سے قحط کا زور تھا۔ جماعہ مسلمانان نے نہایت ایثار سے کام لیا۔ اور ابوبکرؓ جیسے اصحابیوں نے گھر کے تمام اثاثہ کو خدا کی راہ میں دے کر درختوں کے پتوں کے کپڑے بنائے اور جنگ تبوک میں شریک ہوئے۔ اسی طرح دیگر اصحاب نے بھی حتی المقدور ایثار سے کام لیا۔ اور سامان جنگ مہیا کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ مدینہ میں خلیفہ مقرر کر کے تیس ہزار کا لشکر جرار لیکر عازم شام ہوئے۔ کئی منافق جو کہ باد سموم اور مصائب راہ سے ڈرتے تھے اجازت لیکر واپس آگئے۔ جن کے حق میں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (پ ۱۰ س التوبہ ع ۱۱) فرح المخلفون بمقعدھم خلف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون۔ ترجمہ:۔ جو لوگ پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے رسول کو چھوڑ کر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرنا بُرا سمجھا۔ اور کہنے لگے ایسی گرمی میں مت نکلو۔ کہدے دوزخ کی آگ کی گرمی اس سے زیادہ سخت ہے۔ کاش ان لوگوں کو سمجھ ہوتی +

پھر خداوند تعالےٰ اپنے حبیب کو فرماتا ہے۔ (پ ۱۰ س التوبہ ع ۷) لو کان عرضا قریبا وسفرا قاصدا لاتبعوک ولکن بعدت علیھم الشقۃ۔ وسیحلفون باللہ لو استطعنا لخرجنا معکم یھلکون انفسھم۔ واللہ یعلم انھم لکاذبون۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین۔ لا یستاذنک الذین یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر ان یجاھدوا باموالھم و انفسھم۔ واللہ علیم بالمتقین۔ ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) اگر آسانی سے کچھ فائدہ ملنے والا ہوتا۔ اور سفر بھی نزدیک کا۔ تو یہ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے۔ لیکن یہ کٹھن کی راہ (تبوک کا سفر) ان کو

دور معلوم ہوئی۔ اور اب خدا کی قسمیں کھانے لگے۔ اگر ہم سے ہو سکتا۔ تو ضرور ہم تمہارے ساتھ چلتے یہ اپنی جانوں کو آپ وبال میں ڈال رہے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے۔ وہ بے شک جھوٹے ہیں۔ (اے پیغمبر) اللہ نے تجھ کو معاف کر دیا۔ تو نے ان لوگوں کو اجازت کیوں دی۔ جب تک سچے لوگ تجھ پر کھل جاتے۔ اور جھوٹوں کو بھی تو جان لیتا۔ (اے پیغمبر) جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن (قیامت) پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ تجھ سے جہاد میں اپنی جان و مال کے ساتھ شریک نہ ہونے کی اجازت نہیں مانگتے۔ اور اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ (نوٹ: اس موقعہ میں آگے بغیر جنگ کے تبوک اور واپس آکر طرح طرح کی چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اسلئے مدینہ چھوڑ گئے ہیں کہ ان کو سفر میں تکلیف نہ ہو۔ یہ بات سُن کر حضرت علی رضؓ سے نہ رہا گیا فوراً لشکر کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور موضع حرب میں آپ کے لشکر سے جا ملے۔ عبداللہ ابی سلول منافق کہتا تھا کہ اس جنگ میں (خاکم بدہن) مسلمانوں کو شکست ہوگی اور بہت سے قید ہو جائینگے۔ آخر کار بعد از مشقت بسیار موضع تبوک میں جو کہ شام اور عرب کی حد پر واقع ہے۔ پہنچے۔ مگر روم وغیرہ کی طرف سے کوئی کسی قسم کی فوجی نقل و حرکت معلوم نہ ہوئی۔ احتیاطاً دو ماہ تک موضع تبوک میں مقیم رہے۔ اسی اثنا میں ہرقل شاہ روم کو اس امر کا پتہ چلا کہ محمد صلعم عرب اور شام کی حد پر پہنچ گیا ہے۔ تو اس نے اپنے چند آدمیوں کو خفیہ طور پر اسلامیہ لشکر میں بھیجا تا کہ محمد صلعم کے عادات و خصائل دریافت کریں۔ جب ہرقل کے آدمیوں نے بعد از تحقیق حال جو کچھ دیکھا سُنا تھا۔ ہرقل کو جا سُنایا۔ تو اس کو یقین ہو گیا کہ خاتم المرسلین درحقیقت یہی شخص ہے مگر رومیوں سے ڈر کر انکاری رہا +

اسی حالت میں آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شاہ دومۃ الجندل کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ کیا شاہ دومۃ الجندل اول تو اسلام سے انکار کرتا رہا۔ مگر پھر سوچ سمجھ کر آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اسلام قبول کیا۔ اور اپنی تمام رعیت کو بھی مسلمان کیا۔ اس کے بعد آپ واپس مدینہ تشریف لانے کے واسطے تیار ہوئے۔

ابھی آپ تبوک میں ہی تھے۔ کہ ابو عامر فاسق جس کا ذکر پچھلے واقعات میں آچکا ہے۔ جو آپ کا نہایت دشمن تھا۔ اس نے مدینہ کے یہودوں کو چٹھی لکھی۔ کہ آپ کے محلہ میں ایک مسجد تیار کریں۔ اور فریب سے بُلا کر محمد صلعم کو قتل کریں۔ میں بھی روم سے لشکر لیکر آرہا ہوں۔ چنانچہ یہود نے مسجد تیار کرکے اس کا نام ضرار رکھا۔ ادھر تو اپنے آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ کہ ہم بصدق دل مسلمان ہو گئے ہیں اور ایک مسجد تیار کی ہے۔ جب آپ تشریف لائیں تو پہلے پہل اسی مسجد میں قدم رنجہ فرما کر مشرف و ممتاز فرمائیں۔ دوسری طرف یہود سے صلاح و مشورہ کرکے مسجد میں ایک آدمی کو شمشیر زہر آلود دے کر ہدایت کی کہ جس وقت محمد (صلعم) مسجد کے اندر داخل ہوں۔ فوراً اپنا وار کردینا۔ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں لے آوینگے اور ایک آدمی بعد میں مسجد کو مقفل کردے گا۔ تاکہ نکل کر کہیں نہ جاسکے۔ ادھر تو منافق یہ ارادے کر رہے تھے۔ اُدھر جب آپ تبوک سے روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں: (پ۱۱ س التوبہ ع ۱۳)

والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقاً بین المؤمنین وارصاداً لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل۔ ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ۔ واللہ یشھد انھم لکذبون۔ لاتقم فیہ ابداً۔ لمسجدٌ اسس علی التقوٰی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔ فیہ رجالٌ یحبون ان یتطھروا۔ واللہ یحب المطھرین۔ افمن اسس بنیانہ علی تقوٰی من اللہ ورضوان خیرٌ ام من اسس بنیانہ علیٰ شفا جرفٍ ھارٍ فانھار بہ فی نار جھنم۔ واللہ لایھدی القوم الظالمین۔ لایزال بنیانھم الذی بنوا ریبۃً فی قلوبھم الا ان تقطع قلوبھم۔ واللہ علیم حکیم۔ ترجمہ:۔ (ان منافقوں میں) وہ لوگ بھی ہیں۔ جنہوں نے ضد سے اور کفر سے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے اور اس شخص[۱] کا انتظار کرنے کے لئے جو پہلے اللہ اور اس کے رسول سے لڑ چکا ہے ایک مسجد (علیحدہ) بنا

۱؎ ابو عامر فاسق جنگ بدر اور احد میں لڑا تھا۔

اور وہ تو ضرور قسمیں کھائینگے۔ کہ ہم نے بھلائی کے سوا اور کوئی نیت نہیں کی تھی۔ اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ تو اس (مسجد) میں کبھی کھڑا (تک بھی) نہ ہو۔ ہاں وہ مسجد[۵۱] جس کی بنیاد شروع دن سے پرہیزگاری پر رکھی ہوئی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں جو خوب پاکی کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالٰے پاکی پسند کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ بھلا جو شخص اللہ تعالٰے کے ڈر سے اس کی رضامندی کے لئے اپنی (عمارت کی) بنیاد رکھے۔ وہ اچھا ہے یا جو ایک پھٹے ہوئے روی کمگار کے کنارے بنیاد رکھے۔ پھر وہ اس کو دوزخ کی آگ میں (دھڑام سے) لے گرے۔ اور اللہ تعالٰے بے انصاف لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔ ان لوگوں نے جو عمارت بنائی۔ اس کی وجہ سے ہمیشہ تک ان کے دلوں میں نفاق رہے گا۔ مگر جب انکے دل ہی کٹ جائیں[۵۲]۔ اور اللہ ان کے دلوں کا حال جانتا ہے۔ وہ حکمت والا ہے ×

آپ نے اس حال کے معلوم ہوتے ہی فوراً چند آدمیوں کو بھیجا۔ تاکہ اس عمارت کو جڑھ سے اکھیڑ کر پھینک دیں۔ ان آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اور آپ جب مدینہ میں داخل ہوئے تو بدستور مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور نماز ادا کرکے لشکر کو رخصت کیا جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ پانچ آدمی مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہیں تو اصحابوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ یہ وہ شخص ہیں جو کسی مجبوری کے باعث آپ کے ہمراہ تبوک میں نہ جا سکے اور کہتے ہیں کہ جبتک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خود اپنے مبارک ہاتھوں سے کھول کر قصور نہ فرمائینگے۔ یہیں بندھے رہینگے۔ آپ نے فرمایا کہ خدا ہی کھولے۔ میں تو نہیں کھول سکتا۔ فوراً حکم الٰہی نازل ہؤا۔ (پ ۱۱۔ س التوبہ۔ ع ۱۳) واخرون اعترفوا بذنوبھم خلطوا عملاً صالحاً واخر سیئاً عسی اللہ ان یتوب علیھم۔ ان اللہ غفور رحیم۔ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا وصل علیھم۔ ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم۔ ترجمہ:۔ اور کچھ ایسے لوگ ہیں (جو منافق نہ تھے) انھوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا۔ انھوں نے ایک اچھا کام کیا۔ تو ایک برا ملا دیا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالٰے انکی توبہ قبول کرلے

---

[۵۱] مسجد نبوی سے مراد ہے۔ آنحضرتؐ کا قاعدہ تھا کہ جب باہر سے شہر میں تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کرکے گھر تشریف لے جاتے۔ [۵۲] یعنی عمارت کو گرایا جائے ×

بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (اے پیغمبر) ان لوگوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ لے۔ تو زکوٰۃ ان کو پاک کرے گا۔ اور ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور ان کیواسطے دعا کر۔ اس لئے کہ تیری دعا سے ان کو تسلّی ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالٰے سُنتا ہے جانتا ہے +

اس آیت کے آتے ہی آپ نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔ اور انکے حق میں دعا کی +

سریہ انجدار یا وادی الرمل

ابھی مدینہ میں تشریف لائے ہوئے تھوڑی ہی مدت گذری تھی۔ کہ ایک اعرابی آپکی خدمت میں آیا اور عرض کی یا رسول اللہ صلعم عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں آئی ہے۔ اور مدینہ کا ارادہ رکھتی ہے۔ آپنے فی الفور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کچھ سپاہ دیکر بھیجا۔ مگر جب انجدار کی وادی میں اہل اسلام نے قدم رکھا تو غنیم نے کمین گاہوں سے نکل کر اس شدّت سے حملہ کیا کہ بہت سے اصحابوں نے شرف شہادت حاصل کیا۔ اور بقیہ مدینہ میں پہنچے لکھا سی جگہ ہے۔ جب آنحضرت صلعم کو علم ہوا تو حضرت عمر رضؓ کو روانہ کیا۔ مگر اس دفعہ بھی وہی حال ہوا۔ ہرچند حضرت عمر رضؓ نے اپنی سپاہ کو میدان میں قدم جمانیکی خاطر پکارا۔ مگر کچھ تو مدینہ میں ہی آ ٹھیرے اور کچھ اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ صرف چند کس باقی رہ گئے۔ جو میدان میں ڈٹے رہے۔ آپ نے اطلاع ملنے پر پھر عمرو بن العاص کی سرکردگی میں سپاہ بھیجی۔ مگر اسکا بھی وہی حشر ہوا۔ چوتھی دفعہ حضرت علی رضؓ کو سپاہ دے کر روانہ کیا۔ شیر خدا علی کرم اللہ وجہٗ نے ایک آدمی بھیجکر حضرت ابوبکر عمر بن خطاب اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کو میدان سے بلوا لیا۔ اور عراق عجم کا راستہ اختیار کر کے بعد از قطع منازل دشمن کے عقب کی طرف سے حملہ کر دیا۔ اور غنیم کو کامل شکست دیکر مظفر و منصور مدینہ منوّرہ میں تشریف لائے +

اب اسلام کی دھاک ہر چہار اطراف میں پھیل گئی۔ اور قبائل عرب اور دیگر ممالک کے گروہ کے گروہ آپ کی خدمت میں خود بخود آنے شروع ہوئے۔ ہر گروہ کی حسب توفیق خاطر تواضع کیجاتی اور خلعت اسلام کا انعام دیکر رخصت کر دیا جاتا۔ چنانچہ غزوہ تبوک کی امر سب سے پہلے بنی مرّہ کا وفد پہنچا۔ جو کہ آپکے نسب نامہ سے لوی بن غالب سے ملتا ہے۔

اس کے بعد عامر بن طفیل کا گروہ بُری نیت سے آیا۔ مگر خراب وخستہ ہوکر گیا۔ پھر بنی زید کا گروہ آیا۔ اور ایمان سے مایوس ہوکر واپس چلا گیا۔ حق تعالےٰ نے بہ برکت اسلام ان کے قبیلے سے قحط کے غلبے کو دور کیا۔ بعد ازیں قبیلہ بنی تجیب۔ بنی کنانہ آئے۔ اور مشرف باسلام ہوکر واپس چلے گئے۔ اتنے میں یہ سال ختم ہو گیا

۱۰ھ۔ اس سال کے شروع ہوتے ہی آپ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مختصر سی جمعیت سے قبیلہ حارث بن کعب کی طرف روانہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اول تین دفعہ اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر نہ مانیں تو جزیہ کی نسبت کہو۔ اگر یہ بھی نہ مانیں۔ تو جنگ کا پیغام دو۔ جب حضرت خالد بن ولید رضؓ اس قبیلے میں پہنچے۔ تو سب نے دین اسلام قبول کیا پھر آپ نے نجران کے عیسائیوں کی طرف چٹھی بھیجی۔ اور دین اسلام کی دعوت کی مگر انہوں نے قبول اسلام سے پہلے چودہ آدمیوں کو آپ کی خدمت میں تحقیق وتفتیش کیواسطے روانہ کئے۔ جب وہ آپ کی خدمت میں آئے۔ تو آپ نے ان کو دین اسلام کی طرف رجوع دلایا۔ مگر انہوں نے انکار سے پہلے چند سوال کئے۔ جن کا جواب آپ نے باحسن وجوہ دیا۔ پھر ان کے سردار عبدالمسیح عرف عاقب نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت سوال کئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی میری طرح خدا کا بندہ اور پیغمبر تھا۔ پھر اس نے سوال کیا۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام کا باپ تھا یا نہیں۔ آپنے فرمایا کہ نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ صاف ظاہر ہے کہ عیسےٰ خدا کا بیٹا تھا (نعوذ باللہ) آپنے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ تو عبدالمسیح نے کہا۔ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جو بغیر باپ کے پیدا ہوا ہو۔ مگر عیسےٰ علیہ السلام۔ اور آپ اس کو خدا کا بندہ خاکی النسل بتلاتے ہیں۔ کیوں بغیر باپ کے پیدا ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کا جواب کل دیا جائے گا۔

حسب وعدہ اگلے دن وہ نصرانی آپ کی خدمت میں آئے۔ اور جواب پوچھا۔ اسی وقت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے۔ (پ۳۔ س آل عمران۔ ع ۶) ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم

فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکٰذبین - (ترجمہ) بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے پاس ایسی ہے۔ جیسے آدم کی (بلکہ اس سے بھی کم) اللہ نے آدم کا پتلا مٹی سے بنایا۔ پھر اس سے کہا آدم ہو جا۔ وہ آدم بن گیا۔ یہ بات (یعنے عیسےٰ کا بن باپ خدا کے حکم سے پیدا ہونا) حق ہے تیرے مالک کی طرف سے۔ تو شک کرنے والوں میں مت ہو۔ پھر جب تجھ کو عیسےٰ کا حال معلوم ہو چکا اب بھی کوئی تجھ سے اس بارے میں جھگڑا کرے تو کہدے۔ آؤ اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو۔ اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو۔ اور ہم اپنی ذاتوں سے شریک ہوں۔ تم اپنی ذاتوں سے۔ پھر خدا کے سامنے عاجزی کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں +

جب ان کو یہ جواب دیا گیا۔ اور ساتھ ہی مباہلہ کی درخواست بھی کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں مہلت دی جائے۔ سوچ سمجھ کر جواب دینگے۔ جب وہ واپس اپنے مقام پر مہلت لیکر آئے۔ تو کہنے لگے پیغمبر تو برحق ہے۔ مگر ہمارا دین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اگلے دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم یہ یقین کرتے ہیں کہ تو پیغمبر برحق ہے مگر سابقہ دین چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ آپ نے فرمایا کہ دین اسلام سارے جہان کیواسطے ہے۔ جملہ ادیان کے دین منسوخ کرتا ہے۔ تمہیں ضرور دین سابقہ کو چھوڑ کر دین اسلام میں آنا چاہیئے۔ ورنہ عذاب خدا میں مبتلا ہو گے۔ چنانچہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے (پ ۲۲ - س السبا - ع ۳)

وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون

ترجمہ:۔ (اے پیغمبر) ہم نے تجھ کو سارے (دنیا کے) لوگوں کو خوشخبری سنانے اور (عذاب سے) ڈرانے کے واسطے بھیجا ہے۔ پر اکثر لوگ نادان ہیں +

آخر انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا۔ ان میں سے ایک آدمی مسلمان ہو گیا۔ ابو عبیدۃ کو ان میں امین بنا کر بھیجدیا +

اسی سال باذان حاکم یمن نے جو کہ پرویز کا برادرزادہ تھا۔ وفات پائی۔ اور سلطنت میں خرابی پیدا ہو گئی۔ چونکہ وہ اسلامی مملکت تھی۔ آپ نے اس کے نابالغ لڑکے کو حاکم مقرر کر کے عامر بن شہر ہمدانی۔ ابو موسےٰ اشعری۔ علی بن امیہ۔ معاذ بن جبل کو یمن میں منتظم

مقرر کر کے مدینہ سے فی الفور یمن کیطرف روانہ کر دیا۔ کہ امور سلطنت میں خلل نہ پڑے۔

اس سال میں بھی گذشتہ سال کی طرح وفد آنے شروع ہوئے۔ سب سے پہلے جریر بن عبد اللہ اپنے قبیلے کے ساٹھ آدمی لے کر مدینہ میں آیا۔ اور مشرف باسلام ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ذو الحلیفہ کے علاقے میں بہت سے بُت خانے ہیں۔ آپ چاہتے تھے کہ کسی اصحاب کو فوج دیکر اس طرف روانہ کیا جائے۔ مگر جریر نے عرض کی۔ کہ یہ خدمت میرے سپرد ہو۔ چنانچہ اجازت دی گئی۔ جریر نے ذو الحلیفہ میں جا کر پہلے دعوت اسلام کی۔ مگر آخر جنگ تک نوبت پہنچی۔ بُت خانے برباد ہوئے۔ اور اہالیان ذو الحلیفہ فرار ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہو گئے۔

بعد ازیں مختلف وفود آتے رہے مثلاً وفد بنی غابد۔ وفد فیروز۔ برادر زادہ شاہ نجاشیؓ وفد بنی حنیفہ۔ وفد محارب۔ وفد سلافاتی۔ وفد خولان۔ وفد مراد۔ وفد غسان۔ وفد کندہ۔ وفد ابیدہ۔ وفد بنی ثعلبہ۔ وفد غافق۔ وفد شیبان۔ وفد ہمدان۔ وفد حبّان۔ وفد ساع۔ وفد بکر بن وائل۔ وفد حضرموت۔ وفد بہرام۔ وفد خثعم وغیرہ وغیرہ غرضیکہ ہر چہار طرف سے جوق در جوق آ آ کر حلقہ بگوشان اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ اور اصنام پرستوں پر لعنت کرتے گئے۔ اہل مدینہ اس سال کو سنۃ الوفود کہتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ اس واقعہ کو قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے۔ (پ۳۰ س النصر) اذا جآء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربك واستغفرہ۔ انہ کان توّابا۔

(ترجمہ) (اے پیغمبر) جب خدا کی مدد آن پہنچی۔ اور فتح۔ اور تو نے دیکھ لیا۔ اللہ تعالےٰ کے دین میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو تعریف کے ساتھ مالک کی پاکی بیان کر۔ اور اس سے بخشش مانگ۔ بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اسی سال میں علاقہ یمامہ کے ایک شخص مسیلمہ نے دعوئے نبوت کیا۔ اور عام لوگوں میں مشہور کیا کہ میں محمد (صلعم) کی نبوت میں شریک ہوں۔ اور من گھڑت عربی عبارتیں بنا بنا کر مزخرفات بکنے لگا۔ اور شراب و مُردار کو جائز قرار دیا۔ پھر ایک چٹھی آپ کی خدمت میں تحریر کی۔ جسکا یہ تھا کہ میں تمہاری نبوت میں شریک ہوں۔ مجھ کو اپنی تمام ملکیت میں سے نصف حصہ دیدے

لیکن قریش کی قوم فریبی ہے۔ جب یہ چٹھی آپ کی خدمت میں پہنچی۔ تو صحابہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ حکم دیجئے۔ کہ ایسے قاصد کا سر اڑا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ قاصد کو مارنا جائز نہیں ہے۔ پھر آپ نے جواب دیا۔ کہ تو کاذب اور مفتری ہے۔ خدا تجھے ہدایت کرے۔ بہتر ہے کہ راستی سے اسلام کی طرف رجوع کرو۔ اور ٹھنڈے دل سے خدا کی عبادت میں مشغول ہو۔ ورنہ قیامت کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ نبوت میں کسی کو شریک کرنا خدا پر سراسر افترا ہے ؂

حج الوداع

مسیلمہ کذاب کی چٹھی کا جواب دے کر آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ یہ آپ کا آخری حج تھا۔ گرد و نواح کے لوگوں کو حج کے واسطے بلایا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی جوق جوق لوگ آنے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں جگہ کی کمی پیدا ہوگئی آخرکار حج کی تعلیم دینے کے بعد مورخہ ۲۵ ماہ ذیقعد سنہ ھ کو مدینہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بے شمار اہل اسلام ساتھ تھے۔ جمیع امہات مومنین بھی ہمراہ تھیں۔ بعد از قطع منازل جب شہر مکہ میں پہنچے۔ تو حج سے فارغ ہو کر قربانیاں کیں بعد ازاں جملہ اوامر و نواہی اسلام کو بڑی لمبی چوڑی تقریر میں بیان فرمایا۔ ابھی وعظ سے فارغ ہی ہوئے تھے۔ کہ خداوند کریم کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

بعد اس کے کچھ دن مکہ معظمہ میں توقف فرما کر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

جب آپ حج سے واپس آگئے تو جبرائیل علیہ السلام ایک اعرابی کی صورت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اصحابوں میں سے کسی نے بھی نہ پہچانا کہ یہ کون شخص ہے اور ساتھ ہی بسبب رعب کو کہ رسالت کلام بھی نہ کر سکتے تھے۔ اعرابی نے احسان۔ اسلام۔ ایمان۔ قیامت۔ دیگر اوامر و نواہی کی نسبت غرضیکہ کوئی ایسی بات نہ چھوڑی جو کہ مذہب اسلام میں نہ آئی ہو۔ آپ پر سوال کئے جنکے جواب آپنے نہایت فصاحت و بلاغت

اور صراحت سے دیئے۔ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ بعد اس کے اعرابی تو چلتا بنا۔ اور اصحابوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہ کون شخص تھا۔ آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تھا۔ جو کہ تمہاری تعلیم کے واسطے آیا تھا۔ کیونکہ تعلیم اسلام کامل و اکمل ہو چکی ہے۔ سمجھ لو کہ جبرائیل امین کے آنے سے اسلام کی تعلیم کا اعادہ ہو گیا اب ان پر دل و جان سے کاربند ہو۔ اور اپنی اولاد کو متعلقین کو اس پر عمل کرنے کی تعلیم دو۔

سنہ ۱۱ھ۔ اس سال میں مسمی بذی الکلاع سمنع بن کرز بن مالک نے جو کہ گردو نواح کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا۔ دعویٰ خدائی کیا جس کی طرف آپ نے جریر بن عبداللہ کو ایک مختصر لشکر کا افسر بنا کر روانہ کیا۔ ابھی جریر بن عبداللہ رضہ بعد فتح کے پلٹا نہ تھا کہ آپ نے وفات پائی۔ حضرت عمر رضہ کے عہد خلافت میں یہ مسلمان ہوا۔ اس کے بعد آپ کی طبیعت کچھ علیل سی ہو گئی۔

جب اس امر کی خبر گرد نواح میں پہنچی تو بدذات مسیلمہ کذاب نے مکرر بڑے زور شور کے ساتھ دعوے نبوت کیا۔ چنانچہ اس کی نسبت ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص مسیلمہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میرے دو لڑکے ہیں۔ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ کہ وہ نیک اعمال ہوں۔ اور ان کی عمر دراز ہو۔ مسیلمہ نے دعا مانگی۔ اور اس شخص کو واپس کیا جب وہ شخص اپنے گھر پہنچا۔ تو ایک لڑکا تو سامنے ہی کنوئیں میں گر کر مر گیا۔ اور دوسرے کو رات کیوقت کوئی درندہ پھاڑ کر کھا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کے عہد خلافت میں یہ مردود معہ اپنے تابعداروں کے خالد بن ولید رضہ کی تیغ بے پناہ سے جہنم میں پناہ لے گیا۔ اسی موقع پر ایک اور عورت سجاح نام بنت حارث نے جو کہ بنی یربوع میں سے تھی دعوائے نبوت کیا جب مسیلمہ کو اس عورت کی خبر ملی تو اول مسیلمہ نے سمجھایا کہ تیرا دعویٰ نبوت جھوٹا ہے مگر سجاح اصرار کے ساتھ مسیلمہ کو کاذب بتاتی رہی۔ حاصل کلام دونوں میں لڑائی تک نوبت پہنچی جسمیں سجاح کو فتح اور مسیلمہ کو شکست نصیب ہوئی۔ آخر مسیلمہ نے سجاح کیطرف تحفے تحائف بھیجکر صلح کر لی۔ اور سجاح کو اپنے خیمہ میں بلایا۔ جب سجاح مسیلمہ کے خیمے میں پہنچی۔ تو بجائے کسی کو جھوٹا یا سچا ثابت کرنیکے راز و نیاز کی گفتگو شروع ہوئی۔ اور اسی جگہ ہی

دونوں نے آپس میں نکاح کرلیا۔ جب سجاح اپنے قبیلے میں آئی۔ اور لوگوں نے آپس کی گفتگو وغیرہ کا حال احوال پوچھا۔ تو سجاح نے کہا مسیلمہ کی پیغمبری کا مجھے اور میری پیغمبری کا مسیلمہ کو علم ہوگیا ہے۔ اسواسطے ہم نے آپس میں نکاح کرلیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ مہر کسقدر مقرر کیا ہے۔ تو سجاح کف افسوس ملکر کہنے لگی۔ مہر کی نسبت تو یاد ہی نہ رہا۔ آخر قبیلہ والوں نے دوبارہ مسیلمہ کے پاس مہر مقرر کرانے کی غرض سے بھیجا۔ جب سجاح نے آکر مہر کا تقاضا کیا۔ تو اس نے کہا کہ تیرے ساتھیوں میں مؤذن بھی ہیں یا کہ نہیں۔ سجاح نے کہا کہ ہیں۔ تو مسیلمہ نے ان کو بلانے کا حکم دیا۔ جب مؤذن حاضر ہوئے تو مسیلمہ نے کہا کہ سجاح کے مہر میں نماز صبح و عشا میں نے معاف کردی ہے۔ اس وقت کی اذان نہ دیا کرو اور اپنے ملک کی نصف آمدنی سجاح کے ملک کے غریبوں کو وقف کردی یہ فیصلہ کرکے سجاح اپنے ملک میں گئی اور تین آدمی بھیجے کہ اس سال کی آمدنی کا نصف لے آویں۔ ابھی وہ پہنچے ہی تھے کہ خالد بن ولید رض آبراجے۔ مسیلمہ کذاب نے تو پروانہ دوزخ حاصل کرکے عدم آباد کی راہ لی۔ اور سجاح بھاگ گئی۔ اور آوارہ گردی میں ہی ہلاک ہوئی۔ ذالک جزاء الظالمین ؂

اسی طرح ایک اور مردود عبہلۃ بن اسود بن کعب نے بھی دعویٰ نبوت کیا۔ جو کہ عنس علاقہ یمن کا رہنے والا تھا۔ یہ جادوگر تھا اور دو سحیق وشنیق دیو اس کے ماتحت تھے۔ جو کہ اس کو بعض واقعات کی اطلاع دیتے رہتے تھے۔ اس بدبخت نے بہت سے مسلمانوں کو مرتد کرلیا۔ جب معاذ بن جبل۔ ابوموسیٰ اشعری۔ علی بن امیہ۔ عامر بن شہر ہمدانی کو (جو کہ آپ نے باذان کے لڑکے کی مدد کیواسطے یمن میں عامل مقرر کئے ہوئے تھے) خبر ملی تو انہوں نے قاصد بھیجکر آپ کی خدمت میں سارے حالات عرض کئے۔ آپ نے لکھ بھیجا کہ اس کو اسلام کی طرف رجوع دلاؤ۔ اگر وہ اپنے اس دعویٰ کو ترک نہ کرے تو بزور شمشیر اس کا ستیاناس کرو جب آپ کا حکم عاملان یمن کو ملا تو حسب الارشاد عبہلۃ کو سمجھایا۔ مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر کار جنگ تک نوبت پہنچی جس میں عبہلۃ واصل جہنم ہوا۔ مرتد مسلمان دوبارہ ایمان لے آئے ؂

۲۶ ماہ صفر ۱۱ھ کو آپ نے ایک لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اسامہ نام اصحاب کو اس لشکر کا افسر مقرر کرکے فرمایا کہ شام کی طرف جاؤ۔ اور اپنے باپ کے قاتلوں سے انتقام لو

اول اسلام کی طرف بلاؤ. اگر نہ آویں تو جنگ کریں. یہ حکم سنتے ہی اسامہ اور سائر اصحاب تیاری میں مشغول ہوئے مگر اوائل ماہ ربیع الاول سلاھ میں آپ کا مزاج مبارک زیادہ علیل ہوگیا. اسی علالت کی حالت میں معہ چند اصحابوں کے قبرستان بقیع کی طرف تشریف لے گئے. اہل قبور کے حق میں دعائے مغفرت مانگی. بعدازاں جملہ شہدا کی نسبت جو کہ جہاد میں شریک ہوکر مرتبہ حاصل کر چکے تھے کی نسبت خداوند کریم سے دعا مانگی. اصحاب امین کہتے جاتے تھے. اسی طرح تین دن متواتر جاتے رہے اور دعائے مغفرت مانگتے رہے. اسی عرصے میں آپکی حالت دن بدن بگڑنی شروع ہوئی. اور لشکر جو کہ تیاری میں مصروف تھا بباعث آپ کی علالت طبع کے فی الحال ملتوی ہوگیا. ایکدن آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا. میرا وقت آخیر معلوم ہوتا ہے. اسواسطے میں خدا اور رسول کی تابعداری کرنے کی نسبت وصیت کرتا ہوں. بعدازاں آپ نے غسل اور جنازے اور دفن وغیرہ کی نسبت وصیت کی. کہ اہل بیت مجھے غسل دیویں. جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی پڑھیں. اور بی بی عائشہ صدیقہ رضی کے حجرے میں دفن کریں. غسل دینے کے بعد مجھے مکان میں رکھ کر تمام اشخاص باہر چلے جائیں. پہلے میرا جنازہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بعدازاں میکائیل علیہ السلام بعدازاں اسرافیل. بعدہٗ عزرائیل علیہ السلام جمیع ملائکہ سے پڑھینگے. پھر میرا جنازہ اہل مدینہ اور اصحاب پڑھیں.

یہ وصیتیں کرتے ہوئے مسجد میں تشریف لائے. خطبہ میں بہت سی نصیحتیں کرکے فرمایا کہ اگر کسی اصحاب کا مجھ پر کوئی حق ہو تو آج مجھ سے لے لیوے. اگر کسی کو کوئی رنج پہنچایا ہو تو میرا بدن حاضر ہے. اپنا انتقام لے لے. ایک اصحابی اٹھا. اور بصد ادب التجا کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھے تین اوقیہ انعام دینے کا وعدہ فرمایا تھا آپنے فضل بن عباسؓ کو اشارہ کیا کہ جو تین اوقیہ تمہیں امانت کے طور پر دیئے تھے. ادا کرو فضلؓ نے تعمیل کی. اصحاب باصواب کا حال آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات سن کر بہت بیقرار ہوا. آپ نے فرمایا کہ جزع و فزع کیا کرتے ہو. کل نفسٍ ذائقۃ الموت کو ہر وقت زیر نظر رکھو اس ناپائدار دنیا میں دل نہ لگائیں فرمایا اور منبر سے اُتر کر بی بی عائشہ رضی کے حجرے میں تشریف لیگئے

اب آنسرور۔ ساقیٔ کوثر صلے اللہ علیہ وسلم کا مزاج دمبدم زیادہ علیل ہوتا گیا۔ اس عرصے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور عرض کی۔ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ خداوند تعالےٰ بعد درود اور سلام کے فرماتا ہے۔ اگر میرے حبیب کی مرضی ہو تو بیماری سے شفا بخشی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں اپنے ارادے کو اُسی قادر و توانا کی مرضی پر چھوڑتا ہوں۔ مہاجر و انصار حیران و پریشان اور بیقرار پھرتے تھے اور عیادت کو آتے اور کبھی دل میں یہ خیال کرتے۔ کہ بعد از وفات رسالتمآب صلعم ہمارا کیا حال ہوگا۔ کون ہمیں تشفی و تسلی دے گا۔ اسی حال میں ۹ ربیع الاول بروز جمعہ حضرت بلال رضؓ آپ کو بلانے کیواسطے آئے تاکہ نماز ادا کی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا۔ میں آنے سے مجبور ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو امام بنا کر نماز پڑھ لو۔ بلال یہ الفاظ سنتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑا۔ بعد ہوش آنے کے سینہ بریاں و دیدہ گریاں مسجد میں گیا۔ اور حالات سے اصحابؓ کو اطلاع دی۔ مجبوراً حضرت ابوبکر صدیق رضؓ محراب کے پاس گئے۔ مگر جب محراب کو آپ کے وجود باجود سے خالی دیکھا تو غش کھا کر دھم سے زمین پر آرہے۔ اور طفل اشک کسی ماہرو کی تلاش میں نرگسی آنکھوں سے نکلنے شروع ہوئے۔ باقی اصحاب کا بھی یہی حال تھا۔ جب آپ نے یہ شور و غل سُنا۔ تو بعد دریافت کرنے باعث کے سہارا لیکر مسجد میں تشریف لائے۔ اور منبر پر بیٹھ کر کل زن و مرد۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوانوں کو طلب فرما کر سب سے پہلے خدا کی حمد کی۔ بعد میں جمیع حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ آج تمام حاضرین میں دوسری دفعہ کہتا ہوں کہ اگر کسی کو میری ذات سے رنج پہنچا ہو تو آج مجھ سے انتقام لے۔ اگر کسی کا کوئی قرض میرے ذمہ ہو تو وصول کرلے۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے پاک جاؤں۔ بعد ازاں کچھ عرصہ تحمل کر کے منبر سے نزول فرمایا۔ اور حضرت ابوبکر کو امام بنا کر پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ بعدہٗ آپ پھر منبر پر تشریف لائے۔ اور پہلی تقریر کا اعادہ فرمایا۔ ایک شخص اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت تین درم میرے آپکی طرف ہیں۔ آپ نے فی الفور ادا کر دیئے اور فرمایا دنیا کی فضیحت سے آخرت کی فضیحت بہت بری ہے۔ کوئی شخص اپنے حقوق کی طلبی میں شرم نہ کرے۔ اس دفعہ سب نے یکزبان ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ صلعم ہم آپ کی

خدمت نہ کر سکے آپ نے تمام فرایض کو ادا کیا۔ مگر غفلت ہماری طرف سے ہوئی۔ یہ سنتے ہی آپ نے سب کے حق میں دعا مانگی۔ اور سہارے کیسا تھ بی بی عایشہ صدیقہ کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ بس آج سے بعد پھر باہر نہ نکلے۔ مرض نے غلبہ کیا اہل بیت کے دل آپ کی جدائی کے خیال سے کباب ہو رہے تھے۔ یا ہر اصحاب کے دلوں کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت حسن حسین و بی بی فاطمہؓ زار زار رو رہے تھے۔ آپ نے تسلّی و تشفی دی۔ اور بی بی فاطمہ کو خوشخبری سنائی کہ اے جان پدر میرے سب اہل بیت سے پہلے تو ہی مجھے ملے گی۔ بی بی فاطمہؓ یہ سنتے ہی خوش ہوگئیں۔ بعدازاں آپ نے خدا سے دعا مانگی۔ اے خداوند قادر و توانا۔ اے صانع یکتا۔ اے رحیم و کریم۔ اے ستار و غفار۔ اے ذوالجلال والاکرام۔ اے عمیم الاحسان تو اپنے فضل و کرم سے ان سب کو صبر کی توفیق بخش۔ جب آنحضرت صلعم اصحاب و اہل بیت کا رنگ زرد اور چشم تر دیکھتے تو فرماتے کہ خداوندا میرے بعد تو ہی ان کی اور اسلام کی دلداری و غمخواری کر۔

خاتون جنت بی بی فاطمہؓ نے آپ سے پوچھا۔ اے ابا جان قیامت کے دن تجھ سے کہاں ملوں گی۔ تو آپ نے فرمایا جنت میں۔ پھر سوال کیا کہ اگر وہاں ملاقات نہ ہو تو کہاں ڈھونڈوں۔ فرمایا کہ پلصراط کے پاس۔ پھر پوچھا اگر وہاں نہ ملو۔ تو کہاں۔ فرمایا کہ حوض کوثر پر پھر عرض کی اگر وہاں بھی نہ تو کہا۔ اور فرمایا کہ میزان کے پاس۔ پھر اور فرمایا کیا اگر وہاں بھی زیارت نصیب نہ ہوئی۔ تب کس جگہ۔ فرمایا کہ دوزخ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اپنی عاصی اُمت کو دوزخ سے نکال رہا ہوں گا۔ بی بی فاطمہ اس سخن کے سنتے ہی خوش ہوگئیں۔ اس کے بعد آپ پر بیہوشی سی طاری ہو گئی۔ اور اس زہر نے جو کہ خیبر میں زینب نام ایک عورت نے دیا تھا۔ بحکم خدا عود کر آیا۔ اور غلبہ کیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ ابھی بے ہوش ہی تھے کہ ایک اعرابی آپ کے دروازہ پر کھڑا ہو کر اندر جانے کی اجازت مانگنے لگا۔ اندر سے آواز آئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار سے بیہوش پڑے ہیں فی الحال اجازت نہیں مل سکتی۔ مگر اس اعرابی نے پھر اصرار کیا۔ تو گھر سے پھر انکار کا جواب ملا۔ آخر اعرابی نے بڑے زور کیسا تھ نعرہ بلند کیا جس سے تمام

درودیوار لرز اُٹھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوش آ گئی۔ اور کروٹ بدلی۔ بی بی فاطمہؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلعم ایک اعرابی دروازہ پر کھڑا ہوا اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا اے نور چشم وہ اعرابی نہیں ہے۔ بلکہ ملک الموت ہے جو بچوں کو یتیم کرتا ہے۔ جو والدین کو لخت جگر بچوں کی جدائی کا داغ دیتا ہے۔ بیوی اور شوہر میں نفاق ڈالتا ہے۔ دو دوستوں کو جدا کر دیتا ہے تو وہی ہے۔ جو بڑے بڑے گردن کشوں کا غرور دم بھر میں خاک میں ملا دیتا ہے۔ یہ وہی ہے۔ جو کہ ایسے ماہرو اور نازک بدنوں کو جو کہ پھول سے زیادہ نازک اور مہتاب سے زیادہ خوشنما ہوتے ہیں دم بھر میں پیوند خاک کرتا ہے۔ یہی قبرستانوں کو آباد کرتا ہے۔ یہی عاشقان خدا کو دل شاد کرتا ہے۔ یہ وہی ہے جو کہ خدا کے حکم سے انسان کو دنیا کے جنجالوں سے رہائی دلاتا ہے۔ یہ وہی ہے جو کہ مدت کے دردمندوں کو امن کی نیند سلاتا ہے۔ اتنا سُننا تھا کہ سارے اہل بیت زار زار رونے لگے۔ آپ نے بی بی فاطمہؓ حسنؓ حسینؓ کو گلے سے لگایا۔ پیار کیا۔ سب کو تسلی و تشفی دی۔ اور فرمایا کہ جب میری روح قبض ہو جائے تو سب کہو انا للہ و انا الیہ راجعون۔

بعد ازاں حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ اندر آیا۔ تو عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خداوند کریم بعد سلام کے فرماتا ہے۔ اگر میرا حبیب چاہے کہ اور زندگی دی جائے۔ تو اور زندگی دی جائے۔ اور اگر حکم ہو تو روح قبض کر لی جائے۔ بغیر آپ کی اجازت کے کوئی کام کرنے کا حکم نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی میرے بھائی جبرائیلؑ کو آنے دو۔ جبرائیلؑ آئے۔ اور عرض کی یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کیواسطے ایک خوشخبری لایا ہوں۔ کہ دوزخ کے دروازے بند کئے گئے۔ بہشت کو آراستہ کیا گیا۔ آپ نے فرمایا کوئی اور خوشخبری۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں پر جنت حرام ہے۔ جب تک کہ آپ اور آپ کی امت داخل نہ ہو لے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ خداوند کریم کی مہربانی ہے کوئی اور خوشخبری سناؤ۔ پھر جبرائیلؑ کو حکم ہوا کہ خداوند کریم نے حوض کوثر بخشا شفاعت عطا کی

آپ نے فرمایا کوئی اور خوشخبری سناؤ۔ یہ تو خدا کی عنائتیں ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلعم آپ کی روح پُر فتوح کا انتظار کیا جارہا ہے۔ آپ نے فرمایا کوئی اور بشارت میری امت کیواسطے۔ کیونکہ میرا دل نہائت اندوہگین ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرے حبیب کو کہہ دے جو کوئی مرنے سے ایک سال پہلے توبہ کرے وہ بخش دیا جائیگا۔ آپ نے فرمایا یہ وقت بہت سا ہے۔ کسی کو کیا خبر کب موت آئے گی۔ پھر حکم ہوا کہ جو شخص چھ ماہ پہلے توبہ کرے گا بخشا جائے گا آپنے نامنظور کیا۔ پھر حکم ہوا کہ جو شخص ایک دن پہلے توبہ کرے گا۔ اس پر دوزخ حرام ہو چکی آپ نے فرمایا نہیں۔ غرض اسی طرح گھٹتے گھٹتے یہ حکم آخری پہنچا۔ اور خدا نے خود خلیفہ بننا منظور کیا۔ کہ تیری امت میں تیرے بعد میں خلیفہ ہوں گا۔ الربك یقرئك السلام ویقول ان کانت السنۃ والشھر والجمعۃ کثیرا والیوم کثیرا والیوم والساعۃ کثیرا۔ فمن عصانی فی جمیع عمرہ و بلغ روحہ حلقہ لم یکن ان یجری علی لسانہ التوبہ قد معت عنیاہ وندم فعلہ غفرت لہ ولا ابالی وان لم۔ وان لم یندم رحمتك لہ شفیعا یوم القیامۃ۔ یعنی جس شخص نے اپنی تمام عمر مختلف قسم کے گناہوں میں بسر کی ہو۔ اور ایک دم بھی خدا کی عبادت نہ کی ہو۔ اگر آخری دم جبکہ اس کا روح حلق میں اٹک رہا ہوگا۔ اس وقت ندامت کے ساتھ اپنے گناہوں سے صدق دل سے توبہ کرے گا۔ تو اس کی شفاعت ہو سکے گی۔ وہ بخشا جائیگا۔ قیامت کے دن میں۔ اور توحید کا اقرار کیا ہو۔ سبحان اللہ۔ آپ اس حکم سننے سے مسرور و شاداں ہو گئے۔ اور جبرائیلؑ سے پوچھا کہ میرے بعد بھی زمین پر آوے گا یا نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ہی خدمت کے واسطے پیدا ہوا تھا۔ آپ ہی تک زمین پر میرا آنا محدود تھا۔ اب میں آپ کے بعد زمین پر صرف دس دفعہ آؤں گا۔ اور دس چیزیں لے جاؤں گا۔ (۱) بادشاہوں سے عدل (۲) دعاسے اثر (۳) یتیموں کی محبت (۴) صابروں سے صبر (۵) شرم و حیا۔ (۶) برکت (۷) محبت علم دینی۔ (۸) سخاوت (۹) حُب خدا۔ (۱۰) عمل قرآن +

اس کے بعد آپ نے عزرائیلؑ کو مخاطب کیا۔ اور کہا۔ اے عزرائیل میری امت کمزور اور ناتوان ہے۔ جو نزع کی سختی اس پر کرنی ہے۔ میری جان پر کر لے۔ عزرائیلؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی امت کی جان ہمیشہ نرمی اور شفقت کے ساتھ قبض کرونگا۔ جب آپ کو ہر طرح سے تسلّی و تشفی ہوگئی۔ تو آپ نے عزرائیل کو حکم دیا کہ اپنے کام میں مشغول ہو۔ آناً فاناً میں السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز آئی۔ اور آپ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ سنہ ہجری کو بروز سوموار واصل بحق ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بعد ازاں حسب وصیت آپ کو غسل دے کر ایک مکان میں رکھ دیا گیا۔ جملہ ملائکہ علیہم السلام کے جنازے سے فارغ ہونے کے بعد سینہ بریاں و چشم گریاں جنازہ پڑھا۔ اور حجرہ بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ میں مدفون کئے گئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک پورے ترسیٹھ برس کی تھی۔

(ختم شد باب چہارم)

باب پنجم

معجزات

سب سے بڑا بھاری معجزہ قرآن مجید و فرقان حمید کا نازل ہونا ہے۔ چونکہ آپ تو تھے ہی اُمّی۔ جیسا کہ خداوند تعالےٰ بھی فرماتا ہے:۔ (پ ۲۱۔ س العنکبوت ع ۵) وما کنت تتلوا من قبلہ من کتٰب ولا تخطہ بیمینک اذاً لارتاب المبطلون۔ (ترجمہ) اور (اے پیغمبر قرآن (اُترنے) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھ سکتا ہے۔ اور نہ اپنے ہاتھ سے اُس کو لکھ سکتا تھا (کیونکہ تو اُمّی تھا۔ نہ پڑھا نہ لکھا) اگر تو لکھا پڑھا ہوتا۔ تو یہ جھوٹے (دغاباز) ضرور شبہ کرتے۔ بعض مشرک کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی آدمی ہے۔ جو اس کو عبارت بنا بنا کر دیتا ہے۔ اور یہ رسول بن بیٹھا ہے۔ اس اعتراض کا جواب خود خداوند کریم قرآن مجید میں کئی جگہ دیتا ہے (۱ پ۔ س البقر۔ ع ۳) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ وادعوا شھداءکم من دون اللہ

ان کنتم صٰدقین - ترجمہ :- اور اگر تم کو شک ہے اس کلام میں جو ہم نے اتارا اوپر اپنے بندے کے تو ایک ہی صورت اس کے جوڑ کی بنا لاؤ - اور جو تمہارے حمایتی اللہ کے سوا ہوں - ان کو بھی بُلا لو (اور سورۃ بنانے میں مدد لو) اگر تم سچے ہو +

اسی آیت کے آگے خدا خود فرماتا ہے کہ تم ہرگز نہ بنا سکو گے - مکرر اسی امر کی تاکید کر کے نصیحت کرتا ہے - ایک اور جگہ ذکر آیا ہے کہ چند یہودی آپ کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ یہ قرآن اللہ کا اتارا ہوا ہے ؟ آپ نے فرمایا ہاں اسی قادر و توانا کا اتارا ہوا ہے (یہودی) کہنے لگے تو ہم بھی خدا کے برابر ہو گئے - ہم بھی ایسا بنا سکتے ہیں - اس وقت یہ آیت اتری - (پ ۱۵ س بنی اسرائیل - رع ۱۰) قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھٰذا القراٰن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً ه ترجمہ :- (اے پیغمبر) کہ (ایک دو شخص تو قرآن کیا بنا سکتے ہیں) اگر سارے آدمی اور جن مل کر یہ چاہیں کہ اسی طرح کا قرآن (بنا) لائیں - تو بھی اس طرح کا (بنا کر) نہ لا سکیں گے - گو ایک کی مدد ایک بھی کریں +

آج تک بڑے بڑے فصحاء و بلغاء ہو گذرے ہیں - مگر کسی کی طاقت نہیں کہ دم مارے جو بدبخت کہتے ہیں کہ یہ خدا کا کلام نہیں - وہ ذرا غور تو کریں - کیا انسانی اور خدائی مصنوعات میں فرق معلوم نہیں ہو سکتا - اتنی بڑی کتاب یعنی قرآن میں یکساں عبارت کی فصاحت و بلاغت اور شروع سے لیکر آخیر تک سراسر حکمت اور دانائی پر مبنی - کوئی لفظ تک کمزوری ظاہر نہیں کرتا - اگر یہ بشر کی کلام ہوتی تو موجب بشریت کہیں زیادہ زوردار الفاظ کہیں کم - کہیں کوئی غلطی - کہیں کوئی حد سے بڑھی ہوئی بات ہوتی - مگر کئی بڑے بڑے عالموں نے لاکھ جتن کئے ہزار سر پٹکا مگر آخرکار وہی ٹائیں ٹائیں فش - کچھ نہ ہو سکا - (پ ۵ س النساء رع ۱۱) افلا یتدبرون القراٰن - ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً - ترجمہ :- کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے - اور اگر وہ (قرآن) خدا کے سوا اور کہیں سے آیا ہوتا (جیسے کافر و منافق سمجھتے ہیں) تو اس میں معلوم کر لیتے - اور بہت سا اختلاف پاتے ایک اور جگہ خدا کافروں - مشرکوں کو مخاطب کرتا ہے - (پ ۱۱ - س یونس - رع ۴)

وما كان هذا القرآن ان یفتری من دون الله ولكن تصديق الذی بین یدیه وتفصیل الكتب لا ریب فیه من رب العلمین۔ ام یقولون افترٰیہ۔ قل فاتوا بسورة مثله وادعوا من استطعتم من دون الله ان كنتم صدقین۔ ترجمہ:۔ اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اس کو اللہ کے سوا کوئی اپنے دل سے بنائے۔ بلکہ وہ اگلی کتابوں کو سچ بتاتا ہے اور ان کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے (اُترا ہے) جو سارے جہان کا مالک ہے۔ کیا یہ لوگ (قرآن کی نسبت) کہتے کہ اس کو پیغمبر نے بنا لیا ہے۔ کہدے۔ اگر تم سچے ہو۔ تو ایک سورت تو اسی کی سی بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوا جس جس کو تم بلا سکو اپنی مدد کے واسطے بلا لو۔

پہلی کتابوں مثلاً توریت۔ انجیل۔ زبور۔ وغیرہ میں ان کے تابعین نے تغیر و تبدل کر دیا۔ مگر قرآن شریف کو وہ فخر حاصل ہوا۔ جو کسی کتاب کو اور ایک کسی پیغمبر کو حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے (پ ۱۴- س الحجر- ع ۱) انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحفظون ترجمہ: بے شک قرآن ہم نے ہی اُتارا۔ اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

پیشتر اس کے کسی کتاب کی حفاظت کا خداوند کریم نے وعدہ نہیں فرمایا۔ دوسری جگہ تغیر و تبدل کی نسبت فرماتا ہے (پ ۲۴- س حم السجدہ- ع ۵) ان الذین كفروا بالذكر لما جاءهم وانه لكتب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حكیم حمید۔ ترجمہ:۔ بیشک جن لوگوں نے قرآن کو نہ مانا۔ جب ان کے پاس پہنچا۔ (وہ اپنی سزا دیکھ لینگے) اور بے شک قرآن عزت والی کتاب ہے۔ جھوٹ کا تو اس میں دخل ہی نہیں۔ نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ حکمت والے تعریف کے لائق (خدا) کی اُتاری ہوئی ہے۔

یعنی اس کتاب کے حرف اور آیتیں گنی ہوئی ہیں۔ ذرا بھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ نہ کوئی بڑھا سکتا ہے۔ نہ گھٹا سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ آج دنیا سے قرآن نابود ہو جائے۔ تو ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان ایسے کھڑے ہو جائیں گے۔ جو کہ شروع سے لیکر آخیر تک زبانی ہی سُنا دینگے۔ اور زیر زبر کی بھی غلطی نہ پیدا ہو گی۔ کیا کوئی اور کتاب کسی مذہب کی ایسی ہے

؎ اگر پیغمبر نے بنا لیا ہے۔ تو وہ قرآن پڑھے ہوئے ہیں۔ تم پڑھے ہوئے ہو۔ تمہارے بڑے بڑے فصیح ہوا۔ شاعر ہیں پڑھے ہوئے ہو۔ تم کو بدل تو اس کا جواب دینا چاہیے۔ اچھا اگر اس سے بہتر نہیں بنا سکتے۔ تو ایسا ہی بنا لاؤ۔

جس کے حافظ دنیا میں موجود ہوں۔ یہ شرف قرآن مجید۔ اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی حاصل ہے۔ چنانچہ اس کتاب پاک کے حفظ ہونے کی نسبت خود خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ (پ ۲۱ سورہ العنکبوت۔ ع ۵) بل ھو اٰیٰتٌ بیّنٰتٌ فی صدور الذین اوتوا العلم وما یجحد باٰیٰتنا الا الظٰلمون۔ ترجمہ۔ بات یہ ہے کہ یہ قرآن کیا ہے کھلی کھلی آیتیں ہیں۔ ان لوگوں کے سینوں میں جنکو (خدا کی طرف سے) علم دیا گیا ہے۔ اور ہماری آیتوں کو وہی نہیں مانتے۔ جو بے انصاف ہیں۔

خداوند کریم نے اس دین کو تمام دینوں کا ناسخ کر کے بھیجا۔ گویا تمام دنیا کیواسطے یہ دین مقرر ہوا۔ گو کافروں اور مشرکوں نے۔ یہود و نصارا نے بہتیرا چاہا کہ یہ دین پھیلنے نہ پائے۔ آپکے قتل کیلئے سر توڑ کوششیں کیں۔ مگر خدا کا وعدہ کبھی جھوٹ ہو سکتا تھا۔ یہود و نصارےٰ تو دیدہ دانستہ یہ ناسزا کام کر رہے تھے۔ ان کی کتابوں میں پہلے ہی آپ کے تشریف لانے کی بشارت اور اوصاف دیئے گئے تھے۔ مگر انہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ رکھی۔ خدا نے اسلام کے پھیلانے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ قیامت تک یہی دین منظور خدا ہے چنانچہ اس کے ناسخ ادیان ہونے کی نسبت اور یہود و نصارےٰ کی بیہودہ کوششوں کے متعلق خداوند تعالےٰ فرماتا ہے۔ (پ ۲۸۔ س الصف۔ ع ۱) یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ ولو کرہ المشرکون۔ ترجمہ۔ اے ایسے (کافر) لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور (دین اسلام۔ قرآن۔ محمد صلعم) کو بجھا دیویں (یعنی ناپید کر دیں) اور اللہ تعالےٰ تو اپنا نور پورا کر کے رہیگا۔ گو کافر برا مانیں۔ وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبر (محمد صلعم) کو ہدایت (قرآن) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا۔ اس لئے کہ اس کو سب دینوں پر غالب کر دے۔ گو مشرک برا مانیں۔

عرب میں قاعدہ تھا کہ ہر ایک شاعر نثر۔ اپنی اپنی کلام تختیوں پر لکھ کر کعبہ کی دیواروں پر رات کیوقت لٹکا جاتے۔ عاص بن وائل یہودی جو کہ اپنے وقت کا افلاطون تھا ہر روز

۵؎ تم کہہ کر اس نور (اسلام) کی روشنی سارے دنیا میں پھیلنے کا وقت ہے باقی دین اس کے مقابلہ پر ہیچ ہیں۔

صبح کے وقت کعبہ شریف کی طرف آتا۔ اور ہر ایک کی غلطیاں نکالتا۔ ایک دن آپ نے بھی سورہ کوثر ایک تختی پر لکھ کر لٹکا دی۔ جب اگلی صبح کو عاص بن وائل آیا۔ تو غلطیاں درست کرتا کرتا جب آپ کی تختی پر پہنچا۔ تو اس پر متعجب ہو کر یہ الفاظ لکھ دیئے۔ کہ یہ مخلوق کا کلام نہیں ہے ✦

(۲) شق القمر:۔ اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا اٰیة یعرضوا و یقولوا سحر مستمر۔ ترجمہ:۔ قیامت قریب آن پہنچی۔ اور چاند پھٹ گیا۔ اور یہ (کافر) اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔ تو ٹال دیتے ہیں۔ (کچھ خیال نہیں کرتے) اور کہتے ہیں یہ جادو تو (ہمیشہ سے) چلا آیا ہے ✦

آپ کا دنیا میں تشریف لانا ایک قیامت کی نزدیکی کی نشانی ہے۔ مکے کے کافروں نے آپ سے کہا کہ اگر پیغمبر ہو تو چاند کو دو ٹکڑے کر دو۔ آپ نے انگلی مبارک سے اشارہ کیا تو چاند علیحدہ علیحدہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ مگر کافروں نے کہا تو نے جادو کر دیا ہے۔ اس وقت خداوند کریم نے یہ سورت نازل فرمائی ✦

(۳) جنگ بدر میں کنکریوں کی مٹھی کا پھینکنا۔ اور کافروں کا ہلاک ہونا۔ جنگ بدر میں اس کا ذکر ہو چکا ہے ✦

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذات خود ایک معجزہ تھے۔ کیونکہ آپ کا سایہ ہی نہ تھا۔ یا تھوک اور پاؤں کی انگلیوں میں گانٹھیں نہ تھیں۔ خداوند کریم نے اس واسطے آپ کے سایہ کو دنیا سے اٹھا لیا۔ کہ میرے حبیب کا سایہ زمین پر کسی ناپاک جگہ نہ پڑے۔ اور قیامت کے دن بھی سایہ امت محمدی پر پردہ ڈالے۔ تاکہ سورج کی طپش سے محفوظ و مصئون رہیں۔ آپ کا سایہ نہ ہونا آپ کے نورانی خلقت ہونے پر دال ہے۔ اگر آپ کا سایہ ہوتا۔ تو خاکی النسل ہوتے۔ نور کا سایہ نہیں ہوتا ✦

(۵) جنگ خیبر کے وقت ایک دن آپ لیٹے ہوئے تھے۔ اور آپ کا فرق مبارک حضرت علیؓ کی ران پر تھا۔ عصر کا وقت تنگ ہو رہا تھا۔ کہ آپ پر آثار وحی ظاہر ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بباعث رعب رسالت کے بول نہ سکتے تھے۔ بعد از وحی کے جب آپ اٹھے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ

میری عصر کی نماز قضا ہو گئی ہے۔ آپ نے خداوند کریم سے دعا کی۔ تو فوراً سورج پھر کر نمودار ہو گیا۔ اور بعد فراغت نماز کے پھر غروب ہو گیا۔

(۶) ایک دن آپ کے اصحاب جابرؓ انصار نے دعوت کی۔ جابرؓ نے ایک بکری لیکر ذبح کی۔ اور گوشت وغیرہ بنانے کے واسطے اپنی عورت کو دیا۔ جابرؓ کے دو لڑکے تھے چھوٹے لڑکے کا اس بکری کے ساتھ جو ذبح کی گئی تھی۔ بہت پیار تھا۔ جب اس نے بکری کو نہ دیکھا تو اپنے بڑے بھائی سے بکری کی نسبت استفسار کیا۔ بڑے بھائی نے جواب دیا کہ وہ تو ذبح ہو چکی ہے۔ پھر اس نے ویسے ہی محبت بھرے الفاظ سے بھائی کو کہا کہ کس طرح ذبح کی جاتی ہے۔ مجھے بتاؤ۔ چونکہ ابھی دونوں معصوم بچے ہی تھے۔ بڑے بھائی نے اس کو لٹا کر گردن پر چھری پھیر دی۔ اور کہا کہ اس طرح ذبح کی تھی۔ مگر وہ تو تڑپ کر جان توڑ رہا تھا۔ ہر چند بڑا بھائی بلاتا۔ مگر جواب نہ ملتا۔ آخر اس کے دل میں فکر پیدا ہوا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اسی فکر میں ایسا غلطان ہوا کہ وہ بھی جب اس حال کی خبر اپنی مادر مہربان کو دینے کے واسطے دوڑا کہ چھوٹا بھائی بولتا نہیں۔ تو فرط افکار سے دوڑتا ہوا گر کر مر گیا۔ جب ان کی ماں نے یہ حال دیکھا۔ تو وقت کا خیال کر کے صبر کا پتھر کلیجہ پر باندھا۔ اور خیال کیا۔ اگر ان دونوں کی موت ظاہر ہو گئی۔ تو محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم روٹی نہ کھائینگے۔ دعوت کے خیال سے گھر میں بھی روٹی نہ پکائی ہو گی۔ بہتر ہے کہ ان لاشوں کو چھپا دیا جائے۔ اور بعد روٹی کھانے کے ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا جائیگا یہ سوچ کر ان کو مکان کے اندر چارپائی پر لٹا کر اوپر کپڑا ڈال دیا۔ جب جابرؓ باہر سے آیا تو لڑکوں کو نہ دیکھ کر ان کی نسبت دریافت کیا۔ تو ان کی ماں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے زبان بند ہو گئی۔ اور انگلی سے ان کی چارپائی کی طرف اشارہ کر دیا۔ جب جابرؓ نے چادر اٹھا کر دیکھا۔ تو لڑکھڑا کر گرا۔ ناچار صبر کا پتھر کلیجہ پر رکھا۔ اور روٹی کھانے تک اخفا کی کوشش کرنے لگا۔ جب روٹی تیار ہو گئی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے اصحاب کے تشریف لے آئے ابھی کھانے کے واسطے پہلا ہی لقمہ اٹھایا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے۔ اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خداوند تعالے حکم فرماتا ہے۔ جب تک جابر کے دو نو لڑکے کھانے میں شریک نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے۔ یہ حکم سن کر آپ نے جابر کو کہا کہ اپنے لڑکوں بھی بلاؤ۔ جابرؓ نے کہا کہ وہ کہیں کھیل رہے ہوں گے۔ آپ طعام تناول فرمائیں۔ وہ آئیں گے۔ تو کھانا کھالیں گے۔ ہر چند جابرؓ نے کھانا کھانے کی نسبت اصرار کیا۔ مگر آپ نے فرمایا جاؤ جہاں ہیں۔ بلا کر لاؤ۔ ناچار جابر اُٹھا اور ڈھونڈتا ڈھونڈتا کچھ عرصہ باہر پھر کر آیا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ نظر نہیں آئے۔ آپ کھانا تناول فرمائیں آپ نے فرمایا کہ حکم خدا آچکا ہے۔ جب تک تیرے دونوں فرزند شامل نہ ہوں کھانا نہ کھایا جائے۔ یہ سُن کر جابرؓ زار زار رو پڑا۔ اور آپ کو اُٹھا کر جہاں وہ دونو معصوم فرزند آرام کی نیند سو رہے تھے لا کر چادر کو اُٹھایا۔ جب آپ نے یہ حال ملاحظہ فرمایا تو آپ نے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ "خدا کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہو" بس یہ کہنا تھا کہ دونو پیارے بچے کلمہ شہادت اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پڑھتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ماں باپ اور دیگر اصحاب نے جن کو حالت معلوم ہوئی خدا کا شکر ادا کیا۔ اور کھانا سب نے مل کر کھایا۔

آپ کے معجزات کے دفتر کے دفتر بھرے پڑے ہیں۔ جن کی گنجایش ان چند اوراق میں نہیں ہو سکتی۔ سچ پوچھو تو آنسرور ساقی حوضِ کوثر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی خود ایک معجزات کا منبع تھی یہاں صرف یہ چند معجزات تبرکاً درج کر دیئے گئے ہیں۔

ازواج و اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اسمائے مبارک ازواج مطہرات

(۱) بی بی خدیجہؓ بنت خویلد۔ (۲) بی بی عائشہ صدیقہ[1] رضؓ بنت حضرت ابوبکر صدیقؓ (۳) بی بی حفظہؓ بنت حضرت عمر فاروق رضؓ (۴) بی بی ام حبیبہؓ بنت ابوسفیانؓ

---

[1] بی بی عائشہ صدیقہ رضؓ کنواری تھیں کہ آپ نے شادی کی۔ باقی سب مطلقہ یا بیوہ۔

(۵) بی بی سودہ رضؓ بنت زمعہ (۶) بی بی ام سلمہ رضؓ (۷) بی بی صفیہ رضؓ بنت حی بن اخطب (۸) بی بی میمونہ رضؓ بنت حارث (۹) بی بی زینب رضؓ (۱۰) بی بی جویریہ رضؓ بنت حارث (۱۱) بی بی ماریہ رضؓ۔

بی بی خدیجہ اور بی بی ماریہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہو چکی تھیں۔ اور باقی نو بعد آپ کی وفات کے فوت ہوئیں۔ اور شہر مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں مدفون ہوئیں۔ بی بی خدیجہ رضؓ مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں۔ اور وہاں ہی دفن ہوئیں۔ بعض امہات مومنین کی تعداد چودہ کہتے ہیں۔ ریحانیہ امرات۔ زینب رضؓ کو زیادہ کرتے ہیں۔

اسمائے مبارک فرزندان آنسرور صلعم

قاسم رضؓ۔ طیب رضؓ۔ طاہر رضؓ۔ اور ابراہیم رضؓ۔ انہوں نے بچپن میں ہی وفات پائی۔

اسمائے مبارک دختران آنسرور صلعم

(۱) بی بی زینب رضؓ۔ ابو العاص الربیع کے ساتھ شادی کی گئی۔ (۲) بی بی رقیہ رضؓ پہلے ابولہب کے لڑکے کے ساتھ نکاح ہوا تھا۔ مگر جب آپس میں عداوت پیدا ہو گئی۔ بباعث ان کے اسلام قبول نہ کرنے کے اس نے طلاق دے دی۔ اور بعد ازاں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کیا گیا۔

(۳) بی بی فاطمہ رضؓ زہرہ اور بتول لقب ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ساتھ نکاح ہوا۔ محسن رضؓ حسن رضؓ حسین رضؓ لڑکے تولد ہوئے۔ محسن حالت طفلی میں ہی سیار جناں ہوئے۔

(۴) بی بی ام کلثوم۔ بعد از وفات بی بی رقیہ کے اس کا بھی حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ نکاح کیا گیا۔ اسی واسطے حضرت عثمان رضؓ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ کی تمام اولاد سوائے ابراہیم رضؓ کے بی بی خدیجہ رضؓ کے بطن میں سے تھی۔ ابراہیم رضؓ بی بی ماریہ رضؓ کے بطن سے تھے۔

شمہ از اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حُسن صورت میں اعلیٰ۔ حسن سیرت میں یکتا۔ فصاحت وبلاغت میں افضل۔ علم وکمال میں اکمل۔ پاکیزگی جسم ولباس میں اطہر۔ بہترین خلائق اول وآخر۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیتے۔ بلکہ حتی الوسع نیکی کرتے۔ جو کوئی آپ کو بُرا بھلا کہتا۔ آپ اس کے حق میں دعائے نیک مانگتے۔ کوئی ایسی بات نہ کہتے جس سے سُننے والے کا دل رنجیدہ ہو۔ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ گناہ گار کی خطا پر پردہ ڈالتے۔ اور قصور کو معاف کر دیتے۔ نیکی اس واسطے نہ کرتے کہ نیک بدلہ ملے۔ عموماً خموش رہتے۔ ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ فرماتے۔ اونچی آواز سے نہ بولتے۔ آنکھیں ہمیشہ نیچی رکھتے۔ اپنے اصحابوں کو جب کہ وہ حد سے زیادہ تعظیم وتکریم کرتے۔ تو فرماتے کہ مجھے میری اپنی حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ میں بھی تمہاری طرح ایک خدا کا بندہ ہوں۔ احسان اور تواضع کو ہمیشہ عزیز رکھتے۔ کبھی سیر ہو کر روٹی نہ کھاتے تاکہ غریب جو کہ بھوکے ہیں۔ وہ نہ بھول جائیں۔ ان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر روٹی کھلاتے بزرگوں کی عزت۔ اور خوردوں پر شفقت فرماتے۔ مجلس میں آنے اور جاتے وقت السلام علیک کہتے۔ راستے میں چلتے وقت آنے والے کو سلام کہنے میں سبقت کرتے۔ غرضیکہ ہر ایک بات میں علم۔ فضل۔ کمال۔ عقل۔ سخاوت۔ فصاحت۔ احسان۔ ایمان۔ اخلاق۔ عادات۔ عبادت۔ ریاضت۔ شفقت۔ اطاعت محبت۔ شرم۔ تمام اخلاق حسنہ میں لاثانی تھے۔ جب کہ خود خداوند تعالے آپ کی ثنا قرآن پاک میں کرتا ہے۔ تو بندے کا کیا مقدور ہے۔

کروں کیا مدحت شان محمدؐ
خدا خود ہے۔ ثنا خوان محمدؐ۔

فرشتوں کو تھی مشکل باریابی
کہ تھے جبرئیل دربان محمدؐ

بلغ العلیٰ بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ و آلہٖ

احقر نذیر احمد
(سیماب)

باہتمام ملک چراغدین مالک کیلکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور

لے لو ملتا ہے گوہر مقصود ✦ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

سلسلہ تعلیم الاسلام

(اُردو)

﴿ مصنفہ منشی نذیر احمد سیماب قریشی بنہالوی (گورداسپور) ﴾

یہ سلسلہ تعلیم الاسلام بچوں کی تعلیم کے لئے اس قدر مفید ہے۔ کہ اس سے پہلے آج تک ایسا سلسلہ تعلیم الاسلام کسی مصنف نے نہیں لکھا ہے۔ آسان آسان بدیہی مثالوں کے ذریعے جن سے بچوں کو عام طور پر کھیل کود اور اپنے خانگی کاروبار میں واسطہ پڑتا ہے۔ توحید و رسالت۔ قرآن و حدیث اور جملہ احکام اسلام کا ایک نہایت دلچسپ اور نرالے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے بچوں کو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کیا چیز ہے۔ اس سے کیوں ڈرنا چاہیئے۔ رسول کون ہوتے ہیں۔ کیوں آتے ہیں۔ خدا اور رسولؐ کے احکام کی پابندی کیوں کرنی چاہیئے۔ قرآن و حدیث کیا ہیں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کو ماننا کیوں ضروری ہے۔ ان کے کیا کیا احکام ہیں۔ اور وہ کیوں دیئے گئے ہیں؟

غرض کہ ایسا مفید و مؤثر اور دلچسپ سلسلہ اس سے پیشتر کبھی نہیں لکھا گیا۔ فہرست سلسلہ تعلیم الاسلام صفحہ (د) پر ملاحظہ فرمائیں۔

یہ سلسلہ و دیگر ہر قسم کی کتابیں پتہ ذیل سے طلب فرمائیں:-

المشتہران

شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

فہرست سلسلہ تعلیم الاسلام

(مصنفہ منشی نذیر احمد سیماب قریشی)

اسلام کا قاعدہ دوسرے قاعدوں میں جو نقص ہیں۔ یہ قاعدہ ان تمام نقائص سے بری ہے۔ حروف۔ زیر۔ زبر۔ پیش وغیرہ کی حرکات کی شناخت اور ہجے سکھلائے گئے ہیں۔ نہایت عمدہ۔ قیمت صرف ایک آنہ۔

اسلام کی پہلی اس کتاب میں خدا۔ رسول۔ قرآن اور حدیث کی بابت بدیہی مثالوں کے ذریعے تصور دلا کر وجہ بتائی گئی ہے کہ خدا۔ رسول۔ وحدیث اور قرآن کیا ہیں؟ اور ان کو کیوں ماننا چاہیئے؟۔ قیمت صرف دو آنے (۲)

اسلام کی دوسری۔ اس کتاب میں ایمان کی صفتوں اور نماز کا ذکر ہے۔ خدا کی توحید اور رسالت کا اقرار کیوں کرنا چاہیئے۔ وضو۔ نماز کے فوائد اور اس کے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے قیمت ۳

اسلام کی تیسری اس میں بقیہ نماز کا بیان۔ روزے کی وجہ تسمیہ۔ ضرورت اور روزے کی بابت باقی مفصل بیان ہے۔ قیمت صرف چھ آنے (۶)

اسلام کی چوتھی اس کتاب میں زکوٰۃ اور حج کا مفصل ذکر معہ ضرورت۔ فوائد اور طریقہ ادائے حج و زکوٰۃ آسان لفظوں میں کیا گیا ہے۔ قیمت صرف ۸

اسلام کی پانچویں۔ اس کتاب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تشریح اور پیدا ہونے سے لے کر موت تک کی زندگی کا ایک مختصرہ تذکرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۸

اسلام کی چھٹی۔ اس کتاب میں صرف نکاح اور اس کے متعلقات طلاق اور عدت وغیرہ کا مفصل بیان ہے جسکے مطالعے کے بعد نکاح وغیرہ کے بارے میں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں قیمت ۱۰

اسلام کی ساتویں۔ اس کتاب میں احکام اسلام کے مطابق تجارتی کاروبار۔ بیع۔ امانت رہن وغیرہ اور قسم کا مفصل بیان۔ قیمت صرف دس آنے (۱۰) محصولڈاک بذمہ خریدار

نوٹ۔ سلسلہ ہذا کی آٹھویں سے لیکر پندرھویں تک باقی کتابیں بھی عنقریب ہدیہ ناظرین ہونگی۔

المشتہر

شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور